تبلیغی جماعت

اعتراضات کے جوابات

تالیف

مولانا مفتی رضوان رشید قاسمی

مہتمم جامعہ رشیدیہ بنگلور

الناشر

جامعہ رشیدیہ بنگلور

تبلیغی جماعت

اعتراضات کے جوابات

تالیف

مولانا مفتی رضوان رشید قاسمی

مہتمم جامعہ رشیدیہ بنگلور

ناشر

جامعہ رشیدیہ بنگلور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : تبلیغی جماعت

اعتراضات کے جوابات

مؤلف : مولانا مفتی رضوان رشید قاسمی

اشاعت اولیٰ : ۱۴۳۸ھ مطابق 2017ء

صفحات : 304

تعداد : ایک ہزار 1100

زرحصول :

کمپوزنگ : محمد سلمان

ناشر : جامعہ رشیدیہ، بنگلور

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	انتساب	14
1	مقدمہ	15
2	حرفے چند	21
3	تبلیغی جماعت اور اس کا پس منظر	23
4	دعوت وتبلیغ کی محنت کی برکت سے دینی انقلاب کا.....	28
5	تبلیغی جماعت اور دین کی عظیم خدمت	29
6	تبلیغی جماعت میں خیر غالب ہے	29
7	تبلیغی جماعت کا مختصر تعارف	30
8	بعض شبہات کا ازالہ	35
9	ایک اہم دینی تحریک	41
10	جماعت تبلیغ: ایک تجزیہ	48
11	سچا یقین	52
12	نیت کی درستگی	52
13	مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ایک اہم ترین مکتوب	55
14	کامیابی اور ناکامی کا انحصار	56

15	ایمان باللہ	56
16	ایمان بالرسالۃ	57
17	ایمان ویقین کا نتیجہ اور اس کی دعوت	57
18	نماز کا اہتمام اور اس کی دعوت	58
19	علم اور ذکر	58
20	اکرام مسلم	59
21	حسن نیت	60
22	اللہ کے راستے کی محنت اور دعا	60
23	مسجدوں میں کرنے کے کام	62
24	مقامی گشت واجتماع	63
25	ہر مہینہ کی سہ روزہ جماعت	63
26	چلّہ اور تین چلّہ لگانا اور ان کی دعوت دینا	63
27	گشت اور اس کی اہمیت	64
28	گشت کا موضوع اور دعوت	64
29	گشت کے آداب کا بیان	65
30	گشت کا طریقہ	66
31	اجتماع میں دعوت	66
32	مطالبہ اور تشکیل	67
33	دعوت کا انداز	67
34	تعلیم	68

35	مشورہ	69
36	ہفتہ واری اجتماع	70
37	کام کی نزاکت اور اس علاج	71
38	اصول اور صحبت	72
39	نقشوں کے بجائے مجاہدہ	72
40	کالج کے طلباء میں دعوتی کام	74
41	مستورات میں کام کی نوعیت	74
42	آخری بات	75
43	فی سبیل اللہ کی تشریح اور اس کا مصداق	76
44	تبلیغ کا ثواب	78
45	تبلیغی سفر میں ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات.....	79
46	جہاد فی سبیل اللہ کی آیات اور احادیث کو دعوت وتبلیغ پر.....	80
47	تعلیم وتبلیغ کی ضرورت	84
48	تبلیغی چلّے کی حقیقت	87
49	تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا	88
50	چلّہ کے فوائد	89
51	تبلیغ دین فرض کفایہ ہے	91
52	ہندو تھانیدار اور چلّہ	92
53	اساتذہ کو تبلیغی جماعت میں بھیجنا	92
54	دعوت وتبلیغ کے لئے گھر گھر جانا	92

55	ایک حدیث کی رو سے تبلیغ کو ترک کرنے کا حکم	93
58	تبلیغ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کرنا لازم ہے	93
57	تبلیغی جماعت میں تقریر کی حیثیت	94
58	چلّہ لگانے کا حکم	95
59	پیسے دے کر تبلیغ میں بھیجنا اور اس کے گھر والوں کو بھی.....	96
60	تبلیغی جماعت پر اعتراض کرنیوالوں کو کیا جواب دیں	96
61	''تبلیغی جماعت'' اور بعض شکایات	97
62	تبلیغ کی وجہ سے مدارس کو ترقی ملی ہے	100
63	مدارس کی مخالفت کی اصل وجہ اور علاج	101
64	مدارس کی مالی ترقی میں معاونت	103
65	مدارس کی خدمات	104
66	دعوت وتبلیغ کے بارے میں چند سوالات اور ان کے جوابات	105
67	''فضائل اعمال'' کی تعلیم کے بجائے ہفتے میں ایک، دو.....	107
68	تبلیغی جماعت میں جانے سے ایمان کیسے بنتا ہے؟	107
69	قرض خواہوں کا قرض ادا کئے بغیر تبلیغ میں جانا	109
70	تین چلّوں اور گشت کا شرعی حکم	109
71	پیسے دے کر تبلیغ میں بھیجنا اور اسکے گھر والوں کو بھی خرچہ دینا	110
72	''تبلیغی نصاب'' نامی کتاب کی تعلیم کو بدعت کہنا جائز نہیں	110
73	چند سوالات اور ان کے جوابات	114
74	نوکری چھوڑ کر تبلیغ میں جانا	118

75	''فضائل اعمال'' کی طرح کسی اور کتاب کی تعلیم کا.....	118
76	جماعت میں نکلنے کا مقصد اصلاح نفس ہے	119
77	تبلیغ والوں کا مسجد میں سونا	120
78	دعوت ایمان افضل ہے یا دعوت اصلاح	121
79	تبلیغی جماعت بھی اعلائے کلمۃ اللہ کا مصداق	123
80	تبلیغی جماعت کے طریقۂ کار کو بدعت کہنے کا حکم	125
81	تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب	126
82	بعد نماز فجر دعا سے قبل تبلیغی نصاب پڑھنا	128
83	تبلیغی جماعت میں جانیوالے ان پڑھ مرد و عورت کا وعظ	129
84	تبلیغی جماعت میں جانا کیسا ہے؟	130
85	ہدایت کے تین راستے ہیں	130
86	تبلیغی جدوجہد میں اکابر کی علماء کی شرکت	134
87	تبلیغی کام کو جہاد کیسے کہا جاسکتا ہے؟	135
88	موجودہ تبلیغ سابق طرز پر نہیں	138
89	انصاف کی بات	141
90	والدین کی اجازت کے بغیر تبلیغ یا کسی اور سفر پر جانے کا حکم	142
91	تبلیغ دین فرض کفایہ ہے	143
92	گھر بتائے بغیر تبلیغ میں جانا کیسا ہے؟	144
93	بعض کارکنان تبلیغ کی بے اعتدالیاں	145
94	تبلیغی جماعت سے والدین کا اپنی اولاد کو منع کرنا	146

95	یہ کہنا صحیح نہیں کہ تعلیم وتعلم یعنی پڑھنا پڑھانا نمبر دو پر.....	147
96	امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت	148
97	کمپنی سے چھٹی لئے بغیر تبلیغ پر جانا	148
98	تبلیغی جماعت کا فیضان، ایک سوال کا جواب	149
99	تبلیغی جماعت کا طریقہ بدعت نہیں	150
100	دعوت وتبلیغ کا کام چھوڑنے سے کیا آدمی جرمِ عظیم کا.....	156
101	کیا تبلیغ نبیوں والا کام ہے؟	159
102	تبلیغی جماعتوں اور تبلیغی کتابوں پر کچھ اعتراضات اور.....	162
103	تبلیغ اور جہاد	165
104	تبلیغی جماعت کو فرقہ جبریہ سے تعبیر کرنا درست نہیں	165
105	تبلیغی جماعت پر اعتراض	166
106	تبلیغی جماعت کے نقائص	166
107	جو خود دین کا پابند نہ ہو، کیا وہ تبلیغ کر سکتا ہے؟	169
108	کیا تبلیغی جماعت کے ساتھ جانا جہاد ہے؟	169
109	موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت	169
110	بعض تبلیغی واعظوں کی طرف سے غیر محتاط باتوں کی بناء پر.....	171
111	تبلیغ اور جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ سے متعلق.....	172
112	**کنتم خیر امة اخرجت للناس** میں **للناس** عام.....	178
113	مستورات کی تبلیغی جماعت کا حکم	179
114	عورتوں کے لئے تبلیغی اجتماع کا حکم	180

115	عورتوں کی اجتماع میں شرکت	181
116	عورتوں کے لئے تبلیغی سفر	183
117	عورتوں کی تبلیغ	192
118	عورتوں کا تبلیغی جماعتوں میں جانا	194
119	چلّہ کہاں سے لائے ہو؟	194
120	ایک عرب عالم کا جماعت میں لگنے کا سبب	195
121	آسٹریلیا کے ایک جزیرہ میں بھٹکے ہوئے عربوں کو.....	196
122	ایک تبلیغی جماعت کی کارگزاری	197
123	خوف کی وجہ سے بے التفاتی	198
124	علاقہ کی صورت حال	199
125	پہلی آزمائش	199
126	پہلی غیبی مدد	200
127	نیا عزم	201
128	دوسری آزمائش	202
129	دوسری غیبی مدد	203
130	سکھوں پر اثر	203
131	ہماری گرفتاری	204
132	تیسری آزمائش	205
133	تیسری غیبی مدد	206
134	چوتھی آزمائش اور نصرت ایزدی	206

135	کپڑے پھاڑ کر ستر چھپانا	208
136	غیبی مدد	209
137	نصرت خداوندی کا نظارہ	209
138	نظام الدین واپسی	210
139	میرے ایک تبلیغی دوست کا واقعہ	210
140	جماعت میں جانیوالے کے گھر کی حفاظت کیسے ہوئی	211
141	ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں تبلیغی جماعت کے اجتماع کا.....	213
142	مشاہدات	220
143	تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع رائیونڈ کے متعلق.....	222
144	سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کی طرف سے.....	226
145	سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ کا.....	228
146	سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا مکتوب.....	234
147	سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ بنام فضیلۃ الشیخ.....	237
148	سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ بخدمت.....	239
149	مدارس، خانقاہ و تبلیغ کے باہمی ربط تعاون و رفاقت کی.....	241
150	تعلیم و تبلیغ	243
151	مکی زندگی	243
152	جہاد کبیر	244
153	انقلاب عظیم	245
154	ہماری نجات کا ذریعہ	246

155	قوۃ ایمان	247
156	ایک اعتراض اور اس جواب	248
157	عام تبلیغ ہر شخص پر ضروری ہے	249
158	تبلیغ کے لئے جماعتوں کا طریقہ	249
159	تبلیغی جماعت اور انقلاب عظیم	250
160	تبلیغ میں باہر نکلنے کے فائدے	251
161	بے لوث خدمت	252
162	دو پناہ گاہیں	252
163	دعوۃ شرکت	252
164	دعوتی کام کا نفع	253
165	تبلیغی جماعت اور اصلاح	254
166	صحبت اہل اللہ	254
167	مؤاخاۃ فی اللہ	255
168	دشمن کے ذریعہ اصلاح	255
169	محاسبۂ نفس	256
170	تبلیغی جماعت اصلاحی طریقوں کی جامع ہے	257
171	جماعت کی برکات	258
172	نیک نیتی کا اثر	259
173	جماعت میں دشمنوں سے عبرت کا موقع	260
174	تبلیغ اور اصلاح	260

175	اعتراضات اوران کا اصولی جواب	261
176	مقصد تبلیغ	261
177	اعتراض کی حقیقت	263
178	انعام خداوندی	264
179	دعوت وتبلیغ کی اہمیت	265
180	راہ خدا میں نکلنے والوں کے لئے حضرت مولانا محمد یوسف..	278
181	چار باتیں جن سے پورے اہتمام سے بچا جائے	284
182	تبلیغی جماعت اور علمائے کرام	285
183	عالمگیر فتنوں کے مقابلے کے لئے تبلیغی جماعت کا وجود	287
184	اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا مظہر، تبلیغی جماعت	288
185	کیا ہمارے دینی مراکز کافی ہیں	288
186	روح کی غذا	289
187	آخرت کی جاودانی زندگی کا اصول	290
188	تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت مولانا حکیم.....	290
189	تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ	291
190	تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے	292
191	مبارک اور بے مثال جماعت	293
192	چند ہدایات برائے احباب تبلیغی جماعت	294
193	شعبے الگ الگ ہیں مگر فکر سب کی ایک	294
194	اخلاص کا تھرمامیٹر	296

195	تبلیغ سے شوق، علماء سے علم، اور مشائخ سے کمال حاصل ہوتا ہے	297
196	مدارس دین کے قلعے ہیں	298
197	عمل کا جذبہ بغیر علم کے اور علم بغیر جذبۂ عمل کے بے سود ہیں	298
198	علماء کی خدمت میں استفادہ کی نیت سے جائیں	299
199	علماء پر اعتراض سخت چیز ہے	299
200	مبلغین، اہل علم و ذکر کی صحبت سے مستفید ہوں	300
201	عوام کو علماء سے جوڑنا	300

انتساب

داعی الی اللہ عارف باللہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے نام

جن کی تڑپ اور دل سوزی نے لاکھوں انسانوں کو قریہ قریہ اور بستی بستی میں چل پھر کر امت محمدیہ کی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔

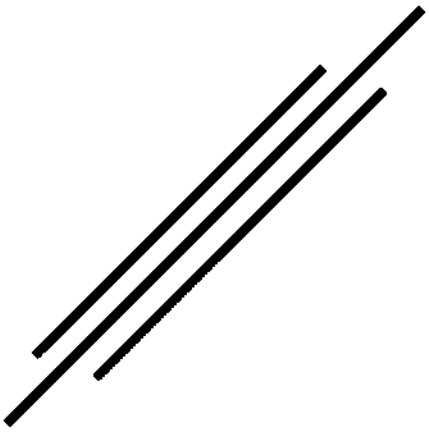

رضوان رشید قاسمی

مقدمہ

ممتاز ماہر تعلیم حضرت مولانا بدیع الزماں صاحب ندوی قاسمی مدظلہ العالی

﴿چیرمین انڈین کونسل آف فتویٰ اینڈ ریسرچ ٹرسٹ بنگلور﴾

الحمدللّٰہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علیٰ أشرف الأنبیاء والمرسلین محمد خاتم النبیین و آلہ و صحبہ أجمعین و من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین.....أمابعد!

دراصل خدا کی یافت اوراس کی معرفت اوراس کے عطا کردہ نظام حیات کی برتری کا عقیدہ وہ انمول دولت ہے کہ جس کو بھی یہ دولت مل جائے وہ کبھی چین سے بیٹھ نہیں سکتا، وہ یقیناً اس بے بہا دولت کو بانٹنے اوراس لازوال خزینے سے ناواقفوں کو آشنا کرنے لئے بے قرار ہوگا، چنانچہ تمام نبیوں کا یہی حال رہا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی پوری زندگی اسی بے چینی میں گزاری ہے، بلکہ سلف سے خلف تک ان تمام اہل ایمان کی یہ کیفیت رہی ہے جو کمال یقین سے بہرہ ور تھے وہ گمراہی

میں پڑے ہوئے انسانوں کو راہِ ہدایت پر لانے کے لئے تڑپتے اور مچلتے رہے، انھوں نے تمام انسانوں کے لئے اس دولت کے عام کئے جانے کی دعائیں مانگی ہیں اور رو رو کر اپنے جی کو ہلکان (نیم جان) کیا ہے۔

۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا سفر حرمین ان کی دینی خدمات کے میدان میں ایک نیا موڑ ثابت ہوا، اسی سفر میں قیام مدینہ منورہ کے موقع پر مولانا کی عجیب حالت تھی، رفقائے سفر نے مولانا کو عجیب بے چینی میں اور اضطراب میں پایا، آپ کسی طرح مدینہ منورہ سے جدا ہونے پر راضی نہ تھے۔'' مولاناؒ کے استاذ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے صورت حال کا مشاہدہ کر کے رفقاء سفر سے کہا: ''تم ان سے چلنے کے لئے اصرار نہ کرو، ان پر ایک حالت طاری ہے: یہ حالت کیوں طاری ہوئی؟ خود مولانا کہتے ہیں ''مدینہ منورہ کے اس قیام کے دوران مجھے دعوت و تبلیغ کے لئے امر ہوا، اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے اس کے بعد سے بے چینی میں اور اضافہ ہو گیا۔ بار بار سوچتا تھا کہ میں ضعیف و ناتواں کیا کر سکوں گا؟ کسی عارف سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ''پریشانی کی کیا بات ہے یہ تو نہیں کہا گیا ہے کہ تم کام کرو گے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے پس کام لینے والے کام لے لیں گے۔'' یہ امر کس صورت میں ہوا؟ فرمایا: تبلیغ کا طریقہ مجھ کو خواب میں منکشف ہوا، بلکہ خواب جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے مولانا پر علوم و معارف کے فیضان کا ایک ذریعہ تھا، فرمایا کہ: آج کل خواب میں مجھ پر علوم صحیحہ کا القاء ہوتا ہے۔

غرض اس مرد باخدا نے سفر حج سے واپسی کے بعد ۱۳۴۵ھ مطابق 1927ء میں اپنی دینی خدمات کے سلسلے کو آہستہ آہستہ ایک نیا رخ دیا اور تبلیغی گشت، تبلیغ کے لئے فراغت وقت اور نقل و حرکت کا وہ نظام کار منظّم کیا جو آج ''تبلیغ'' کہلاتا ہے۔

چنانچہ ۱۳۴۵ھ 1927ء میں باضابطہ تبلیغی جماعت کا آغاز نئی دہلی کی اس بستی ''بنگلہ والی مسجد'' سے ہوا تھا جو سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے **جمیعُ ماجاء به النَّبیُّ صلی اللّٰه علیه وسلم** ''سکھانا یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا ہے۔'' مولانا کے الفاظ میں ''ہماری تحریک کا ایک خاص مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے سارے جذبات پر دین کے جذبے کو غالب کر کے اور اس راستے مقصد کی وحدت پیدا کر کے اور اکرام مسلمین کے اصول کو رواج دے کر پوری قوم کو اس حدیث کا مصداق بنایا جائے **''المسلمو ن کجسدٍ واحدٍ ''**۔

مولانا کے چلائے ہوئے کام اور تحریک کی صداقت وحقانیت اور اس کی اثر اندازی اور کرشمہ سازی کا یہ کھلا ثبوت ہے کہ مختلف مزاج اور طرز فکر حتی کہ خدمت دین کے سلسلے میں اپنا ایک مختلف طریق کار رکھنے والوں نے بھی جب اس کام کو قریب سے دیکھا اور انہیں اس کے نتائج وثمرات کا قریب سے جائزہ لینے کا موقع ملا تو انہوں نے اپنی ذہنی ساخت سے ہٹ کر اور افتادِ طبع سے بالاتر ہو کر کھلے دل سے اس کام کی اہمیت، عظمت اور افادیت کا اعتراف کیا ہے۔

بانی تحریک حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کو تقریباً تہتر سال اور اس تحریک کو شروع ہوئے تقریباً نوے سال کا عرصہ ہو رہا ہے اس عرصہ میں اس کام کو امت کے درمیان غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

بانی تبلیغی تحریک حضرت مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ (مدت امارت:

1927 تا 1944۔ جملہ: 17 رسال) نے ظلمتوں میں ایک دیا جلایا، امیر دوم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدت امارت: 1944 تا 1965 / جملہ: 21 رسال) نے اس کی لو کو بڑھایا، امیر سوم حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ (مدت امارت: 1965 تا 1995۔ جملہ: 30 رسال) کے تیس سالہ اور ان کے بعد مجلس شوریٰ (مدت: 1995 تا حال) کے بائیس سالہ اور جملہ نوے سال کی مدت میں اس نے آفتاب عالم تاب کی طرح عالم کے عالم کو روشن کر دیا۔

ادھر کچھ دنوں سے تبلیغی جماعت مختلف قسم کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کی بنا پر ابتلاء وآزمائش میں مبتلا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر اعتراضات اور شکوک وشبہات لاعلمی پر مبنی ہیں۔

پیش نظر کتاب ''تبلیغی جماعت: اعتراضات کے جوابات'' میں محترم مولانا مفتی رضوان رشید قاسمی مدظلہ العالی نے مقدور بھر محنت شاقہ کے بعد تبلیغی جماعت پر کئے گئے اعتراضات اور اور اس کے متعلق شکوک وشبہات کے جوابات بڑے تحقیقی اور علمی انداز سے دیا ہے، اس کتاب میں اس کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ تبلیغی جماعت پر کئے گئے اعترا ضات اور شکوک وشبہات کے جوابات حوالوں اور دستاویزی ثبوت کے ساتھ عوام وخواص کے سامنے آجائیں، درحقیقت یہ کتاب مولانا موصوف کی ایک زبردست علمی کاوش اور تبلیغی جماعت پر کئے گئے اعتراضات اور اس کے متعلق شکوک وشبہات کے سلسلہ میں ایک منفرد کتاب ہے، بلاشبہ اردو لٹریچر میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں اس جامعیت اور نہایت تحقیق وتفصیل سے ''تبلیغی جماعت'' کے پر کئے گئے اعتراضات اور شکوک وشبہات پر بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں اس کے علاوہ ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں بے شمار معرکۃ

الآرا مباحث موجود ہیں ،اس کتاب میں ''تبلیغی جماعت'' پر اعتراضات کرنے والے اور ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں شکوک وشبہات رکھنے والے احباب کے ذہن کو سامنے رکھا گیا ہے،اور مجادلانہ اسلوب کے بجائے حکیمانہ اور نفسیاتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے،اس سے قوی امید ہے کہ ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں جو غلط اعتراضات اور شکوک شبہات ذہنوں میں ہیں،وہ دور ہوں گے ،درحقیقت موجودہ حالات میں اس کتاب کی اشاعت وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے،اس کتاب میں بعض تلخ حقائق کا تذکرہ اور بعض کڑوی باتیں بھی موجود ہیں جو تبلیغی جماعت کے متعلق پیدا ہونے والے اعتراضات اور شکوک وشبہات کے ازالہ اور اصلاح کیلئے ہیں۔تنقید واعتراض کے طور پر ہرگز نہیں ہیں۔

کتاب کے مطالعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں کتنی عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے۔مؤلف کتاب نے جہاں کہیں بھی کسی رائے ،نظریہ اور مضمون کا اقتباس پیش کیا ہے تو فوراً مآخذ ومراجع کے تحت اس کا حوالہ بیان کردیا ہے ،اور اس طور پر انہوں نے امانت داری اور وفا شعاری کی ایک مثال قائم کی ہے،جس کی ہمیں آج کل سخت ضرورت ہے۔بلاشبہ اس طرح کی ترتیب وانتخاب کا کام کسی مستقل تصنیف سے کم دشوار کام نہیں۔

درحقیقت یہ کتاب اپنی جامعیت کے اعتبار سے منفرد حیثیت کی حامل اور اپنے موضوع پر عصر حاضر کی لائق توصیف وتحسین کتاب ہے۔مولانا نے پوری محنت اور دیدہ ریزی کے ساتھ اس کتاب کو تیار کیا ہے،اب ہمارا کام ہے کہ تبلیغی جماعت پر کئے گئے اعتراضات اور شکوک وشبہات کے جوابات سے اپنے دلوں کو مطمئن کریں۔

مؤلف کتاب مولانا مفتی رضوان رشید قاسمی نے عالم اسلام کی قدیم اور مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے 1996ء میں سند فضیلت حاصل کی اور 1997ء میں مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد سے افتاء کی تکمیل کی، مولانا ''جامعہ رشیدیہ'' بنگلور کے بانی و مہتمم ہیں، مولانا موصوف کی کئی اہم کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں آیات متشابہات، مسائل قرآن، گلستان نعت کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی مقبولیت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مؤلف کتاب نے ایک ایسے بے مایہ انسان (راقم الحروف) سے اس کتاب کے مقدمہ لکھنے کا مطالبہ کیا ہے، جسے اپنی تہی دامنی کا ہر آن احساس ہے، اب اس کی عزت و آبرو تیرے ہاتھ ہے۔ ''مخمل میں ٹاٹ کا پیوند'' سنتا آرہا تھا، مگر کیا معلوم تھا کہ اس گناہ کا ارتکاب خود کرنا ہوگا، بہر حال اس بے جا جرأت کا اعتراف ہے، مگر تیرے فضل و کرم سے ایک لمحہ بھی مایوس نہیں، پروردگار عالم! اپنے خاص فضل و کرم سے علم و عمل کی دولت سے بہرہ ور فرمادے، اور قلب و دماغ کو جلا بخش دے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ .

مؤلف کتاب مولانا مفتی رضوان رشید قاسمی زید مجدہ قابل مبارکباد اور میری طرف سے اور تمام اہل علم کی طرف سے اس اہم کام پر شکریہ کے مستحق ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، اپنی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے اور ان کی تالیفات و تصنیفات اور خدمات کو عند اللہ اور عند الناس شرف قبولیت حاصل ہو۔ (آمین یارب العالمین)

بدیع الزماں ندوی قاسمی

۴ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق 23 دسمبر 2017ء بروز ہفتہ

پیش لفظ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، قیامت تک یہ دین باقی رہے گا، حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں۔۔صحابہ، تابعین، محدثین، علماء، فقہاء اور صوفیاء نے اپنے اپنے زمانہ میں اس دین متین کو امت تک پہنچایا۔

گمراہوں کو راہ حق کی دعوت دینا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، امت کا ایک اہم فریضہ ہے حسب استطاعت امت کے ہر فرد سے مطلوب ہے، ارشاد ربانی ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ (آل عمران)

اس اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تبلیغی جماعت ایک عالمی اصلاحی جماعت ہے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حیرت انگیز طور پر دین سے کوسوں دور مسلمانوں کو اس جماعت نے دینی مزاج عطا کیا ہے۔ان کی زندگیاں بدل دیں، رفتار و گفتار، طور وطریق، وضع قطع، بود و باش، رہن سہن اور طرز زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا ہے۔تقریباً دنیا کے دوسو سے زائد ملکوں میں یہ جماعت بلا امتیاز مکتب فکر تبلیغی و اصلاحی خدمات انجام دے رہی ہے۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس جماعت کو دھوبی کی بھٹی قرار دیا ہے۔فرمایا ''یہ تو دھوبی کی بھٹی ہے اس میں میلے، کچیلے اور غلاظت بھرے گندے ناپاک کپڑے بھی ہیں'' اس لئے خامیوں کی پردہ پوشی کریں، خامیاں کہاں نہیں ہیں۔حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم اور

برگزیدہ ہیں۔ اللہ کے پیغمبروں کے بعد کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ معصوم اور بے گناہ ہے؟

ہم نے بارہا دیکھا اور سنا ہے کہ جو لوگ اپنے والدین کا احترام نہیں کرتے، بیوی بچوں کی خبر گیری نہیں کرتے، غفلت کی زندگی گزارتے ہیں ایسے لوگ جب جماعت میں وقت لگاتے ہیں تو واقعتاً ان کی زندگی میں کچھ نہ کچھ تبدیلی رونما ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی گھڑی ہوئی کہانی نہیں ہے بلکہ روزمرہ ہم اپنی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کررہے ہیں۔

اس رسالہ میں دعوت وتبلیغ کی فضیلت، اہمیت اور اس پر ہونے والے عمومی اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

''معلومات کا انسائیکلو پیڈیا'' کے مصنف مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی، مشہور صحافی مولانا عبدالواحد رحمانی قاسمی، مولانا محمد عارف قاسمی، مولانا حکیم ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی، معروف صحافی مولانا نعمت اللہ حمیدی، مولانا عبدالسلام عادل ندوی نے اس کتاب کے مسودہ پر نظر ڈال کر تصحیح فرمائی اور مفید مشورے دیئے۔ کتابت کے فرائض قاری کاشف نسیم صاحب، اور عزیزی محمد سلمان نے بحسن وخوبی انجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔

اس کتاب میں کوئی خامی یا غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ قبولیت تامہ وعامہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

رضوان رشید قاسمی، مہتمم جامعہ رشیدیہ، بنگلور

۴؍ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق 23؍دسمبر 2017ء بروز ہفتہ

تبلیغی جماعت اور اس کا پس منظر

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تبلیغی جماعت ایک اصلاحی تحریک ہے، اس جماعت کی محنت نے کتنے ہی خدا بے زار، دین بے زار، آخرت سے غافل انسانوں کو شب بیدار، تہجد گزار بندوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

ہندوستان سے نکل کر دنیا کے تقریباً چھ براعظم میں یہ جماعت پہنچ چکی ہے اور خاموشی سے بغیر کسی بحث وتکرار کے ایمان ویقین اور اعمال صالحہ کی دعوت دے رہی ہے اور اس سے انسانوں کی زندگی میں صالح انقلاب آرہا ہے، دنیا کے کسی بھی ملک میں چلے جائیں وہاں کندھوں پر بستر اٹھائے، در در کی خاک چھانتے، گلی کوچوں میں گشت کرتے، اپنے مشن میں مگن یہ جماعت نظر آئے گی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خاں صفدرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ جماعت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے رکھی، اس دور میں اور اس علاقہ میں کہ جس کو نبی کریم ﷺ کے بعثت کے زمانہ سے پہلے کے ساتھ تشبیہ دے دوں تو بے جا نہ ہوگا، پھر مولانا کی انتھک محنتوں کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے کہ وہ لوگ جن کے بارے میں عقل سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ دین کی طرف آئیں گے، وہ راہ ہدایت کی طرف

مائل ہوئے، اور آج کل کے گئے گزرے دور میں ان کی ولایت میں شک کرنا محال ہے، جیسا کہ اس کی نظیریں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ شرابی، زانی، ڈاکو، چور، بدمعاش غرضیکہ معاشرے کے بدترین افراد کہ جن کی سوسائٹی، معاشرہ میں گرے ہوئے طبقہ میں شمار ہوتی ہے ان کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور وہ پھر ایسا انقلاب نہیں کہ اس سے توبہ کر کے وہ کسی مشغلہ میں مشغول ہو گئے بلکہ صحیح انقلاب جس کا نام ہے کہ اتباع سنت کا پورا پورا نمونہ بن گئے۔ اپنی پوری زندگیاں اس راستے میں ان لوگوں نے وقف کر دی ہیں، جس میں ان کا ذاتی مفاد نہیں بلکہ اس میں سراسر معاشرہ کی بھلائی کا ہی سوچتے ہیں اور ان کے دل میں تڑپ ہے کہ کسی طرح معاشرہ درست ہو جائے اور خلافت راشدہ جیسے آثار نمودار ہونے لگ جائیں۔ اور یہ اخلاص ہی کا ثمرہ ہے کیوں کہ اس میں ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں، جہاں کہیں بھی جائیں سروں پر خانہ بدوشوں کی طرح بستر اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں۔ نہ سردی کی پرواہ، نہ گرمی کی، راستے میں جو بھی تکالیف درپیش ہوں ان کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے اپنے کام میں مگن ہیں۔ کسی سے پائی پیسہ تک نہیں مانگنا حتیٰ کہ اگر کسی جگہ کے مقامی لوگ رات گزارنے کی اجازت نہ دیں تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔ (فتاویٰ بینات جلد ۲)

''فیجی'' دنیا کا ایسا واحد ملک ہے جہاں ہر دن دنیا میں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے اور سب سے پہلے اسی ملک میں فجر کی اذان ہوتی ہے اس دور افتادہ، سمندروں سے گھرے، چھوٹے چھوٹے جزیروں والے ملک میں شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ علمی، دعوتی سفر میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے سیاسی، سماجی، تاریخی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں'' ابتداء میں جو مسلمان آئے تھے

وہ نماز، روزے اور دوسرے شعائر اسلام کے فی الجملہ پابند تھے انہوں نے یہاں مسجدیں تعمیر کیں، لیکن چوں کہ نئی نسلوں کی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہ تھا، اور ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کے ساتھ میل جول کثرت سے تھا اس لئے رفتہ رفتہ دین پر عمل کے آثار ماند پڑتے چلے گئے۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کو یہاں دین کی احیاء کا ذریعہ بنایا، پہلی بار زامبیا سے ایک جماعت (غالباً ۱۹۶۷ میں) یہاں آئی اور اس نے لوگوں میں دین کی طرف لوٹنے کا جذبہ پیدا کیا اور لوگ اپنے دینی فرائض سے آگاہ ہوئے۔ مزید مسجدوں کی بنیاد رکھی گئی، مسجدوں میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے مکتب قائم ہوئے، یہاں تک کہ اب بفضلہٖ تعالیٰ ملک کے طول وعرض میں دینی سرگرمیاں اہتمام کے ساتھ جاری ہیں۔ (سفر در سفر ص:۱۹)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ''اردن'' میں تبلیغی کام بھی بڑے پیمانے پر جاری ہے یہاں جس جس شہر بلکہ گاؤں اور قصبہ میں جانا ہوا وہاں اس کے اثرات نمایاں نظر آئے۔ بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں اس مبارک کام سے وابستہ ہیں..... دنیا کے جس ملک میں جاتا ہوں وہاں تبلیغی کام کی وسعت دیکھ کر اور وہاں کے بھائیوں میں اس کام کی لگن اور افادیت کو دیکھ کر ہمیشہ سوچا کرتا ہوں کہ تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے کیا اخلاص عطا فرمایا تھا کہ جو کام انہوں نے تن تنہا شروع کیا تھا آج وہ پورے عالم میں اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ شاید چوبیس گھنٹوں میں کوئی لمحہ، کسی دن ایسا نہیں گزرتا جب پیدل اور سوار تبلیغی قافلے شہروں اور دیہاتوں میں ریگستانوں، برفستانوں اور کفرستانوں میں اللہ کا پیغام نہ پہنچا رہے ہوں..... اردن کی مسجدیں اللہ

کے فضل سے آباد ہیں نمازیوں کی تعداد ہر نماز میں اچھی خاصی ہوتی ہے پردے دار خواتین ہر شہر اور بستی میں کثرت سے نظر آتی ہیں، مردوں کے چہروں پر ڈاڑھی بکثرت نظر آتی ہے، چوری ڈکیتی کی وارداتیں بہت کم ہیں، پورے ملک میں امن وامان ہے، جناب حسن یوسف نے بتایا کہ چند سال پہلے جب یہاں تبلیغ کا کام قابل ذکر انداز میں نہیں تھا اس وقت یہاں دینی حالت ایسی نہیں تھی نہ مسجد میں نمازی اتنے ہوتے تھے، نہ خواتین میں پردہ ہوتا تھا ''عمان'' شہر یورپ کا کوئی شہر دکھائی دیتا تھا جب سے تبلیغی کام آگے بڑھا ہے اس وقت سے یہ خوشگوار تبدیلی بحمداللہ روز افزوں ہے۔ (انبیاء کی سرزمین میں ص:۹۰)

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

یہ ایک حقیقت ہے جس کو بلا کسی توریہ وتملق کے کہا جاتا ہے کہ اس وقت عالم اسلام کی وسیع ترین، قوی ترین اور مفید ترین دعوت، تبلیغی جماعت کی دعوت ہے جس کا مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی ہے، جس کا دائرہ عمل واثر صرف برصغیر نہیں اور صرف ایشیاء بھی نہیں، متعدد براعظم اور ممالک اسلامیہ وغیر اسلامیہ ہیں۔ دعوتوں، تحریکوں انقلابی واصلاحی کوششوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب کسی دعوت وتحریک پر کچھ زمانہ گذر جاتا ہے یا اس کا دائرہ عمل وسیع سے وسیع تر ہو جاتا ہے (اور خاص طور پر جب اس کے ذریعۂ نفوذ واثر اور قیادت کے منافع نظر آنے لگتے ہیں) تو اس دعوت وتحریک میں بہت سی ایسی خامیاں، غلط مقاصد سے تغافل شامل ہو جاتا ہے جو اس دعوت کی افادیت وتاثیر کو کم یا بالکل معدوم کر دیتا ہے، لیکن یہ تبلیغی دعوت ابھی تک (جہاں تک راقم کے علم ومشاہدہ کا تعلق ہے) بڑے پیمانے پر ان آزمائشوں سے محفوظ ہے۔ (منتخب احادیث ص:۵)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں: تبلیغی جماعت کوئی باقاعدہ تنظیم نہیں ہے، نہ اس کا کوئی ممبر یا رکن ہے، نہ صدر یا سیکریٹری جیسا اس کا کوئی عہدیدار ہے، نہ کہیں اس کا دفتر ہے نہ کوئی رجسٹر جس میں جماعت سے تعلق رکھنے والوں کے نام لکھے جاتے ہوں، نہ اس کا کوئی فنڈ ہے، بس یہ ایسی جماعت ہے جیسی ہماری مسجدوں میں روزانہ پانچ وقت کی نماز ہوتی ہے۔

(تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور بریلوی حضرات)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ فرماتے ہیں:

جن علماء نے کام شروع کیا وہ علماء اپنے زمانہ کے تمام اکابر کے نزدیک معتبر تھے، ان کا علم بھی معتبر تھا، ان کا تقویٰ بھی معتبر اور ان کا طریقۂ کار بھی معتبر تھا۔ یہ ساری کی ساری باتیں ٹھیک تھیں، تو پھر ہم کیسے کہہ دیں گے کہ تبلیغ غلط ہے، نہیں! کئی لوگ کہتے ہیں اور اس طرح کہنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے، میں اپنا نقطۂ نظر بتا رہا ہوں، میں تبلیغ کے کام کو بے حد مفید سمجھتا ہوں تبلیغ کے کام کی وجہ سے لوگوں کی زندگی میں جو انقلاب آیا ہے اور عالمی انقلاب، ہندوستان میں صرف نہیں آیا، پاکستان میں صرف نہیں آیا، امریکہ میں نہیں آیا، آپ کے آسٹریلیا میں صرف نہیں آیا، ہر جگہ آیا۔ اتنے بڑے کام کو آنکھیں بند کر کے یہ کہہ دینا کہ غلط ہے، یہ صحیح نہیں، ٹھیک ہے کوتاہیاں ہوتی ہیں، مزید کئی کوتاہیاں ہوتی ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ مدرسہ غلط ہے، اگر کوئی مبلغ آپ کے محلے میں رہتا ہے اور اس کی حرکتیں کچھ ایسی ہیں جو شایان شان نہیں ہیں تو یہ اس کی شخصی غلطی ہے، یہ تبلیغ کی غلطی نہیں ہے، تبلیغ نے اس کو یہ درس نہیں دیا۔ (ماہنامہ الفاروق ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ)

☆☆☆

دعوت وتبلیغ کی محنت کی برکت سے
دینی انقلاب کا ایک قابل رشک واقعہ

تبلیغی جماعت کے کام نے جن زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا، ان کی ایک قابل رشک مثال ہمارے سامنے اس وقت آئی، جب ہم علی الصیفی صاحب کے ماموں زاد بھائی صہیب صاحب سے ہماری ملاقات کرائی گئی، یہ نوجوان ''جماعت'' کے کام میں بہت سرگرم ہیں اور علی صاحب نے بتایا کہ ان کے والد مصطفیٰ احمد العرہ لبنان کے ان مالدار لوگوں میں سے تھے، جو برازیل میں آکر دین ومذہب سے بالکل بے تعلق ہو گئے تھے اور مغربی تہذیب کے تمام برے لوازم ان کی زندگی میں موجود تھے، یہاں تک کے وہ اپنی ان بری عادتوں کی وجہ سے مسلمانوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے تھے، ان کے والد نے ان کی اصلاح کے لئے سختی اور نرمی کا ہر طریقہ آزمایا، مگر ان کے اطوار میں تبدیلی نہیں آئی، یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء کے قریب برطانیہ سے ایک تبلیغی جماعت آئی، اور اس کے امیر نے کسی جگہ بیان کیا تو اس وقت اتفاق سے یہ صاحب بھی وہاں موجود تھے، بیان کرنے والے صاحب کی شکل وصورت دیکھ کر انہوں نے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ کسی مسجد یا مدرسہ کے لئے چندہ کریں گے، اس لئے ان کے دل میں اچھے جذبات پیدا نہیں ہوئے، لیکن جب انہوں نے بیان کرنا شروع کیا تو نہ جانے کس دردمندی کے ساتھ انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے کوئی پیسہ نہیں چاہئے، ہم اپنا پیسہ خرچ کر کے اس لئے یہاں آئے ہیں کہ آپ کو اس دین کے حصول کی دعوت دیں جو حضور ﷺ لے کر تشریف لائے تھے، انہیں اپنے خیال پر ندامت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو مصطفیٰ العرہ صاحب کی زندگی بدلنی

تھی، اس کے بعد انہوں نے پورا بیان سنا اور انہیں کے کہنے پر مصطفیٰ العرہ صاحب ۱۹۷۲ء میں پاکستان گئے اور جب لوٹے تو ایک بالکل مختلف انسان تھے، جن لوگوں نے ان کی پہلی زندگی دیکھی تھی، وہ انہیں نئے روپ میں پہچان نہیں سکتے تھے۔ پاکستان سے واپس آکر انہوں نے پوری زندگی تبلیغی جماعت کے کام کو برازیل میں فروغ دینے کے لئے وقف کردی، اور مرتے دم تک اس خدمت میں مشغول رہے۔ ملک بھر میں جماعت کا کام جس طرح پھیلا، اس میں ان کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ (سفر در سفر)

تبلیغی جماعت اور دین کی عظیم خدمت

تبلیغی جماعت تنہا ایک ایسی جماعت ہے، جس کے کام سے الحمدللہ دل ہمیشہ خوش ہوتا ہے اور اس جماعت نے ایسی بڑی خدمت انجام دی ہے جو کسی اور جماعت نے انجام نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے ذریعہ دین کا کلمہ کہاں سے کہاں پہنچایا۔ ان کے اخلاص اور ان کے سچے جذبے نے اس جماعت کو اب تک باقی رکھا ہوا ہے۔ اور اس جماعت کے پیغام اور دعوت کو اللہ تعالیٰ نے چار دانگ عالم میں پھیلا دیا ہے۔ (تقریر ترمذی جلد:۲)

تبلیغی جماعت میں خیر غالب ہے

کوئی شخص یہ نتیجہ نہ نکالے کہ میں تبلیغی جماعت کے خلاف ہوں، بہر حال میں نے آپ کو کھول کر بتادیا کہ تبلیغی جماعت میں خیر غالب ہے لہٰذا اس جماعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ (تقریر ترمذی جلد:۲)

تبلیغی جماعت کا مختصر تعارف

۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے کہ کراچی ایرپورٹ پر ایک عرب اسلامی ملک کے وزیر اوقاف سے میری ملاقات ہوئی وہ پاکستان کی وزارت اوقاف کی جانب سے منعقدہ سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے اسلام آباد جارہے تھے، وزیر موصوف کے ساتھ دینی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، حسن اتفاق کہ اسلام آباد جانے والی فلائٹ لیٹ ہوگئی تو ہماری ملاقات کی نشست بھی لمبی ہوگئی یوں وزیر موصوف مجھ سے کافی مانوس ہوگئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ کیا آپ مجھے ''تبلیغی جماعت'' جس کا مرکز ہندوستان اور پاکستان میں ہے اور اس کے لائحہ عمل کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرسکتے ہیں؟

اورانہوں نے مجھ سے فرمائش بھی کی کہ میں جماعت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں، اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے اپنے ملک میں ہونے والی ایک اسلامی کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دے دی جو ایک ماہ بعد ہونے والی تھی۔ میں نے ان کی دعوت قبول کرلی اور کہا کہ جب میں کانفرنس میں شرکت کے لئے آؤں گا تو انشاءاللہ آپ کو مطلوبہ معلومات پیش کردوں گا۔

تقریباً ایک صدی قبل متحدہ ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دیکھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی حالت افسوسناک حدتک ابتری کا شکار ہے۔ نیز انہوں نے دیکھا کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں مسلمان صرف اسلام کا نام تو جانتے ہیں مگر کلمۂ اسلام: ''**لاالـــــہ الااللہ محمد رسول اللہ**'' کا صحیح تلفظ تک بھی نہیں آتا۔

لہٰذا مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو دکھ اور صدمہ ہوا اور سوچنے لگے کہ مسلمانوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے کس طرح کام شروع کیا جائے؟

چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے حج کا سفر اختیار کیا، وہاں جا کر مشاعر حج اور حرمین شریفین میں مقدس مقامات پر نہایت عجز وانکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے کہ: اے اللہ! میرے لئے عام مسلمانوں میں دعوت کا راستہ کھول دے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس کے لئے ان کا سینہ کھول دیا گیا۔

چنانچہ آپ حج کے بعد ہندوستان واپس تشریف لائے اور ہندوستان کے دارالحکومت دہلی سے باہر بستی نظام الدین سے دعوت کا کام شروع کر دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ شہر کے بازاروں، گاؤں اور قصبوں میں جاتے اور مسلمانوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے، مساجد اور تعلیم کے حلقوں سے جڑنے کی ترغیب دیتے تا کہ وہ اس طرح ایمان، نماز، اور اسلام کے بنیادی مسائل سیکھیں اور ان بنیادی مسائل اور اسلامی آداب کو خود سیکھنے، عملی طور پر اپنانے اور دوسروں کو سکھانے کے لئے ان سے مطالبہ کرتے تھے کہ اپنے خرچ پر مہینہ میں تین دن، سال میں چالیس دن اور عمر بھر میں چار ماہ کے لئے اللہ کی راہ میں نکلیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کی مخلصانہ محنت میں برکت عطا فرمائی اور ان کے اردگرد پاک سیرت اہل ایمان افراد کی ایسی جماعت جمع ہو گئی جن کا تعلق معاشرے کے ہر طبقے سے تھا، اس میں تاجر، کاشتکار، سرکاری اور غیر سرکاری ملازم، اساتذہ، طلباء اور مزدور وغیرہ سبھی تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے اس جماعت کیلئے کچھ قواعد وضوابط وضع فرمائے، جن میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

۱) اپنے خرچ پر نکلنا۔ لہٰذا جو شخص بھی اللہ کی راہ میں نکلے وہ اپنی جیب سے خرچ کرے، کسی تنظیم کی طرف سے یا چندہ لے کر نہ جائے اس لئے اگر کسی کو فرصت نہیں یا خرچ کی طاقت نہیں وہ اپنے محلّہ کی مسجد میں اور مقامی کام میں جڑتا رہے۔

۲) سیاسی امور میں دخل اندازی سے دور رہے۔

۳) اجتہادی، فروعی اور فقہی مسائل کو نہ چھیڑا جائے اور ہر شخص نے جو بھی فقہی مسلک اختیار کیا ہوا ہے، اسی پر عمل کرے یا اس مسلک پر جو اس ملک میں رائج ہو اور پوری توجہ اور اہتمام سے ایمان، یقین، اخلاص، نماز، علم، ذکر، مسلمانوں کے اکرام اور ان کے حقوق کا خیال رکھے، دعوت اور خروج فی سبیل اللہ میں مصروف رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کی محنت میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ جو دعوت ایک قریہ اور بستی سے شروع ہوئی تھی وہ ترقی کرتے کرتے ایک عالمی اور بین الاقوامی دعوت بن گئی۔ اس جماعت کے بارے میں یہ میری معلومات ہیں۔ **ولا ازکی علی اللہ احد وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم.**

میں سمجھتا ہوں کہ اس جماعت کا کسی ملک میں جانا وہاں کے عوام اور وہاں کی حکومت دونوں کے لئے باعث رحمت ہے کیوں کہ یہ جماعت ایک عام فرد اور شہری کی اصلاح پر محنت کرتی ہے تا کہ وہ ایک اچھا شہری بن جائے جو اپنے خالق کا وفادار اور نہ صرف اپنے وطن اور اہل وطن کا خیر خواہ ہو بلکہ ساری انسانیت کے لئے فکر مند ہو جائے، وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے، کسی کا مال نہ لوٹے، کسی کی عزت پر حملہ نہ کرے، جھوٹ نہ بولے اور نہ کسی کو دھوکا دے بلکہ وہ دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

یہ وہ اوصاف ہیں جو حکومت اور عوام دونوں کے حق میں مفید ہیں۔

حکومتیں عام طور پر اسلامی ہوں یا غیر اسلامی اپنی بگڑی ہوئی عوام سے نالاں ہوتی ہیں اور دہشت گردوں، چوروں، ڈاکوؤں اور منشیات اور مسکرات کے استعمال کرنے والوں کا شکوہ کرتی ہیں اور ان جرائم کو روکنے کے لئے قوانین اور سزائیں وضع کرتی ہیں لیکن ان سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔

لیکن تبلیغی جماعت کی یہ کوشش ہوتی ہے وہ تعلیم و تربیت کے ذریعے مسلمانوں کے نفوس میں ایسا ملکہ اور ایسی اخلاقی قوت پیدا کردے جو انہیں ان جرائم کے ارتکاب سے روکے اور ان جرائم سے دلوں میں نفرت پیدا کردے اور انہیں ایسی صفات اور اعلیٰ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتی ہے جن سے عوام اور حکومت دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الدین النصیحۃ؟ قلنا: لمن یارسول اللہ؟ قال: للہ ولرسولہ ولکتابہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔ (مشکوۃ ص:۴۲۳)

ترجمہ: دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا کس کے لئے یا رسول اللہ؟ فرمایا: اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اور مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

یقینی بات ہے کہ جب فرد کی اصلاح ہوگی تو اس سے پورے معاشرہ کی اصلاح ہوگی ملک میں امن وامان کی فضا پیدا ہوگی روحانی واخلاقی قدریں عام ہوں گی اور لوگ امن وامان کی زندگی بسر کرسکیں گے۔ دیکھا جائے تو عموماً حکومتیں دو باتوں سے گھبراتی ہیں:

۱) ایک یہ کہ باہر سے کوئی اجنبی آئے اور آکر ملک کی سیاست میں دخل اندازی کرے۔

۲) دوسرا یہ کہ کوئی اجنبی باہر سے آ کر عوام الناس میں اختلاف پیدا کرے۔
ان دونوں باتوں میں حکومت کو اس جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ وہ سیاست میں دخل نہیں دیتی اور نہ ہی وہ عوام میں اختلاف پیدا کرتی ہے۔

تبلیغی جماعت کا پاکستان اور ہندوستان میں مرکز ہے جہاں اسے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ سیاست میں حصہ لے لیکن اس نے رضا کارانہ طور پر اپنا یہ حق چھوڑ رکھا ہے لہٰذا جو جماعت اپنے ملک میں اپنا سیاسی حق استعمال نہیں کرتی وہ دوسرے ملک میں کیسے سیاست میں حصہ لے گی، جہاں اسے کوئی حق ہی حاصل نہیں؟ لہٰذا کسی ملک کی حکومت کو اس جماعت سے کوئی سیاسی خطرہ نہیں۔

باقی رہا یہ کہ عوام میں اختلاف پیدا کرنا اور ان کی صفوں میں پھوٹ ڈالنا تو اس اعتبار سے بھی جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ تبلیغی جماعت کا محور ہی دین کی بنیادی باتیں اور ایسے امور ہیں جن پر پوری امت کا اتفاق ہے وہ فروعی اور اجتہادی مسائل کو نہیں چھیڑتی جس سے اختلاف پیدا ہونے کا امکان ہے۔

بطور مثال: ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت ایک مسلمان کو نماز کی دعوت دیتی ہے جو کہ دین کا ایک بنیادی ستون ہے اور جس کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں نیز وہ مسلمان کو اس بات کی بھی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنا تعلق مسجد سے جوڑے اس میں بھی کسی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں۔

اب اگر کوئی مسلمان ان کی بات مان لیتا ہے اور مسجد سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور نمازوں کی پابندی شروع کر دیتا ہے تو الحمد للہ! مقصد حاصل ہو گیا اب تبلیغی جماعت کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ نوجوان اپنی نماز فقہ حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی وغیرہ میں سے کس کے مطابق ادا کرتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے بھی کسی حکومت کو فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں کہ بہت سی اسلامی اور غیر اسلامی حکومتیں جنہوں نے اس جماعت اور اس کی دعوت کی حقیقت کو جان لیا ہے انہوں نے اس کے لئے اپنے ملک کے دروازے کھول دیئے ہیں اور وہ اس کے لئے سہولتیں مہیا کرتی ہیں نیز عوام بھی اپنے ملک میں اس کا استقبال کرتی ہے اور اسے دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔

بعض شبہات کا ازالہ

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ تبلیغی جماعت میں عوام الناس کے ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں علماء، طلبہ، تاجر، ملازم، کسان اور مزدور وغیرہ، اب ان میں سے ہر ایک شخص تو ایسا نہیں ہوتا کہ جس کی کامل اصلاح اور تربیت ہو چکی ہو، اسی لئے بعض اوقات ان میں سے کسی سے کوئی نامناسب حرکت سرزد ہو جاتی ہے تو بعض جذباتی حضرات فوراً اس فرد کی اس غلطی کو جماعت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ انصاف کے خلاف ہے، انصاف یہ ہے کہ یہ غلطی اس فرد کی طرف منسوب کی جائے نہ کہ جماعت کی طرف، کیوں کہ جماعت خود اسے غلط سمجھتی ہے۔

ایک اسلامی ملک کے سفر کے دوران میری ملاقات ایک ایسے ادارے کے ذمہ دار شخص سے ہوئی جو انسداد منشیات کا سربراہ تھا۔ اپنے ادارے کا تعارف کراتے ہوئے اس نے کہا کہ ہمارا کام یہ ہے کہ قانون اور سزاؤں کے ذریعہ نوجوانوں کو منشیات وغیرہ سے روکیں۔

میں نے اس سے کہا کہ یہ بہت اچھی بات ہے ملک میں ایسے قوانین اور سزائیں ہونی چاہئیں جن کے ذریعے لوگوں کو منشیات اور دیگر جرائم سے روکا جا سکے

خصوصاً اسکول اور کالج کے طلباء کو جو مستقبل کا سرمایہ ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور راستہ بھی ہے جس کے ذریعے نوجوانوں کو منشیات و مسکرات کے استعمال اور بے راہ روی سے روکا جا سکتا ہے اور ملک کو ان جرائم سے پیدا ہونے والی مشکلات سے بچایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ اس کی صورت یہ ہے کہ ان نوجوانوں کو دین کی راہ پر ڈال دیا جائے اور ان کے دلوں میں ایمان کی روح پیدا کی جائے، تاکہ وہ نیک اور صالح شہری بن جائیں اور خود بخود بلا کسی قانون و سزا کے خوف سے منشیات اور بے راہ روی کو چھوڑ دیں۔ نہ ان سے کسی کا ناحق قتل ہو، نہ کسی کا مال لوٹیں، نہ کسی کی عزت پر حملہ کریں اور نہ ہی حکومت اور عوام کے لئے مسائل پیدا کریں، بلکہ اپنے فرائض نہایت ذمہ داری اور پوری امانت داری سے ادا کریں۔

مزید میں نے ان سے یہ کہا کہ گذشتہ رات مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کے شہر کے تبلیغی مرکز میں جانے کا اتفاق ہوا، جہاں نوجوانوں کا ایک بڑا مجمع تھا، جن کی اکثریت اسکول اور کالج کے اساتذہ اور طلباء کی تھی، ان کے چہروں پر ایک نور اور وقار ہویدا تھا، جن سے امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ منشیات یا دیگر جرائم کا ارتکاب کریں گے۔

وہ صاحب کہنے لگے کہ یہ بات بالکل صحیح ہے، ہم نے بھی دیکھا ہے کہ جو لوگ اس جماعت کیساتھ جڑ جاتے ہیں، ان پر صلاح و تقویٰ کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور وہ منشیات یا دیگر جرائم سے دور بھاگتے ہیں۔ لیکن ہمیں جماعت سے دو شکوے ہیں:

۱) ایک یہ ہے کہ جب کوئی ملازم پیشہ شخص ان سے متاثر ہو کر کچھ وقت ان کے ساتھ لگاتا ہے، مثلاً: ایک چلّہ۔ تو بعض مرتبہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ شخص چلّہ

لگانے کے بعد اسی جماعت کا ہو کر رہ جاتا ہے، اسے نوکری کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ بیوی بچوں کی فکر۔ ادھر دفتر والے پوچھ رہے ہیں، ادھر گھر والے پریشان۔

۲) اسی طرح یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اسکول یا کالج کا جو طالب علم چھٹی کے دنوں میں جماعت کے ساتھ نکل جائے تو وہ تعطیلات ختم ہونے کے بعد بھی جماعت کے ساتھ چلتا رہتا ہے اور وہ اسکول چھوڑ دیتا ہے، اسے تعلیم کی فکر ہوتی ہے اور نہ والدین کی پرواہ۔

میں نے ان سے کہا بے شک اس طرح کے اکا دکا واقعات ہمارے ہاں بھی پیش آتے ہیں، لیکن یہ انفرادی کوتاہیاں ہیں ان کا جماعت کی پالیسی سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ان کوتاہیوں کو ان افراد کی طرف منسوب کرنا چاہئے نہ کہ جماعت کی طرف۔ اس لئے کہ جماعت والے کسی ملازم پیشہ شخص یا طالب علم کو ہرگز نہیں کہتے کہ تم اپنی ملازمت چھوڑ دو یا اسکول اور کالج کی تعلیم ترک کر دو اور جماعت میں لگ جاؤ، بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ بھائی! رخصت کے ایام ہمارے ساتھ گزارو، پھر اخلاص اور دیانتداری سے اپنا کام کرو۔

پھر میں نے کہا کہ ہماری جامعہ کی مسجد میں ہر ہفتہ جماعت کا اجتماع ہوتا ہے جس میں طلبہ اور محلّہ کے لوگ بیٹھتے ہیں اور جماعت کے کسی بزرگ کا بیان ہوتا ہے ہم نے آج تک کسی کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ وہ طلباء سے کہیں کہ تعلیم چھوڑو اور جماعت میں چلو، بلکہ وہ تو انہیں خوب پڑھنے اور محنت کی ترغیب دیتے ہیں ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ جمعہ کی رات تبلیغ کے مرکز میں آجایا کریں اٹھارہ، بیس گھنٹوں کے لئے جماعت میں نکلیں کیوں کہ اس دن چھٹی ہوتی ہے اور سالانہ چھٹیوں میں ایک چلّہ لگایا کریں۔

اصل بات یہ ہے کہ معاشرے کے ہر طبقہ میں اکا دکا جذباتی افراد ہوتے ہیں جن سے اس طرح کے غلط تصرفات صادر ہو جاتے ہیں، آخر آپ نے بھی تو ایسے ملازمین کا تذکرہ سنا ہوگا، جنہوں نے کسی دوسری وجہ سے جذبات میں آکر ملازمت چھوڑ دی یا ایسے طلباء کا تذکرہ بھی سنا ہوگا جو اسکول یا کالج سے بھاگ گئے۔

لہٰذا ایسے تصرفات کی نسبت ان افراد کی طرف کرنی چاہئے نہ کہ جماعت کی طرف، کیوں کہ جماعت کی یہ پالیسی ہرگز نہیں۔ وہ صاحب میری اس گفتگو سے کافی مطمئن ہوئے اور کہنے لگے کہ واقعی عوام الناس کی اصلاح کا یہی صحیح طریقہ ہے۔

بعض مرتبہ ذہن میں شبہات اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ انسان شرعی احکام اور آداب سے ناواقف ہوتا ہے اسی طرح کا یہ قصہ ہے کہ ایک عرب ملک میں مجھے ایک نوجوان ملا، جب تبلیغی جماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ یہ جماعت بہت اچھا اور مفید کام کر رہی ہے مگر اس میں کچھ بدعات ہیں جن پر مجھے اعتراض ہے میں نے اس نوجوان سے کہا کہ آپ مجھے کسی ایک بدعت کی نشاندہی کر دیجئے، تاکہ میں جماعت کے ذمہ دار حضرات تک آپ کی بات پہنچا سکوں۔ کہنے لگے جب کوئی جماعت دعوت کے لئے نکلتی ہے تو کہتے ہیں یہ ہمارا امیر ہے حالانکہ یہ بدعت ہے میں سمجھ گیا کہ یہ اعتراض یا اشکال اس کی دینی معلومات کی کمی کی وجہ سے ہے اس لئے میں نے اس نوجوان سے پوچھا آپ کہاں کام کرتے ہیں کہنے لگا میں وزارت اوقاف اور مذہبی امور میں کام کرتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کے دفتر میں کتنے ملازمین کام کرتے ہیں؟ کہنے لگا اتنے ملازمین کام کرتے ہیں غالباً بیس سے پچیس تک بتایا میں نے پوچھا کیا ان ملازمین پر کوئی نگراں بھی ہوتا ہے؟ کہنے لگا ہاں ایک مدیر ہوتا ہے جو ان کی نگرانی اور نظم قائم رکھتا ہے۔ میں نے کہا کیا وزارت اوقاف اور مذہبی امور میں یہ بدعت نہیں کہ یہ مدیر ہے اور یہ موظفین ہیں؟

کہنے لگا یہ بدعت نہیں بلکہ ایک نظام ہے اور نظام کا تقاضہ ہے کہ ایک ایسا ذمہ دار شخص ہو جو سب کی نگرانی کرے تا کہ نظام صحیح چل سکے۔ اس پر میں نے کہا برادر عزیز! اگر آپ اپنے شہر اور اپنے دفتر میں ہوتے ہوئے جہاں چند ملازم کام کرتے ہیں اور ہر شخص کا کام بھی متعین ہے اپنی یہ ضرورت سمجھتے ہیں کہ ایک ذمہ دار اور نگراں ہو جو اس نظام کو صحیح چلا سکے، تو آپ خود سوچیں کہ جب ایک جماعت جو دس پندرہ انسانوں پر مشتمل ہو، دعوت کے لئے سفر پر نکلی ہو کیا اس کو نظام کی ضرورت نہیں ہوگی؟ کہ ان میں ایک شخص ایسا ہو جو سب کی نگرانی کرے ان میں نظم قائم کرے اور ان کے حالات پر نظر رکھے جب کہ سفر میں اس کی ضرورت زیادہ ہے، کھانا پینا، نماز پڑھنا، سامان کی حفاظت اور دعوت کی ترتیب وغیرہ امور مستقل منتظم کے متقاضی ہیں آپ اس نگرانی کا نام امیر رکھ دیں یا مدیر، نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ آپ نے صحیح کہا مجھے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی پھر میں نے اس سے کہا کہ امیر بنانا نہ صرف جائز اور مباح ہے بلکہ سنت اور آداب سفر میں سے ہے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم جب جماعت کی شکل میں سفر کریں تو اپنے لئے ایک امیر چن لیا کریں۔

بعض عوام اور غیر علماء سے دوران سفر ایک یہ اعتراض بھی سننے میں آیا کہ جماعت نے چھ نمبر متعین کر کے باقی دین کے شعبوں کو چھوڑ دیا ہے، جب کہ دین زندگی کے سب شعبوں کو شامل ہے۔

یہ اعتراض بھی لاعلمی پر مبنی ہے، بیشک دین زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تقسیم کار بھی ایک فطری اور شرعی قاعدہ ہے، چنانچہ جس طرح کچھ لوگ پڑھنے پڑھانے، کچھ جہاد اور کچھ دیگر شعبوں میں کام کر رہے ہیں،

ٹھیک اسی طرح تبلیغی جماعت کے بزرگوں نے اپنی فراست اور تجربہ سے یہ چھ نمبر متعین کئے کہ ان سے افراد امت کی اصلاح اور ان کی زندگی میں انقلاب آئے گا، جب افراد امت کی اصلاح ہوگی تو پھر وہ زندگی کے جس شعبے میں بھی جائیں گے، وہ دین کے احکام پر چلیں گے۔

میرے سامنے ایک واقعہ اس کی ایک واضح مثال ہے وہ یہ ہے کہ:

ایک بار حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک رکشہ والا آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے رکشہ، ٹیکسی کے کرایہ کے بارے میں سوال کرنے لگا اور بعض ڈرائیور جو میٹر وغیرہ خراب رکھتے ہیں یا سواریوں کے ساتھ دھوکا بازی کرتے ہیں، ان کے بارے میں پوچھنے لگا، حضرتؒ نے اس کے سوالات کے جواب دئے اور فرمایا:

بھائی! آپ اتنے عرصہ سے رکشہ چلا رہے ہیں اور اب آپ کو حلال وحرام کا کیسے خیال آیا؟ کہنے لگا: حضرت جی! مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جانے لگا تو مجھے حلال وحرام کی فکر ہوئی کیوں کہ اللہ کا حکم ہے حلال کماؤ، حلال کھاؤ، حلال کھلاؤ اور حلال خرچ کرو اس لئے میں نے یہ مسائل پوچھے ہیں تاکہ حرام سے بچوں۔

اس کے علاوہ امیر جماعت حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ملفوظات اور خطابات میں جابجا اس کا ذکر ہے کہ جو حضرات علم میں لگے ہوئے ہیں وہ بھی دین کا کام کر رہے ہیں جو جہاد میں لگے ہوئے ہیں وہ بھی دین کا کام کر رہے ہیں میں آپ کو اس کام میں لگنے کا کہہ رہا ہوں۔

(تبلیغی جماعت مولانا عبدالرزاق اسکندر)

ایک اہم دینی تحریک

پچھلے برسوں میں ہماری مذہبی زبان کے جو الفاظ سب سے زیادہ کثرت سے ہے استعمال ہوتے ہیں، ان میں لفظ ''تبلیغ'' بھی ہے استعمال کی کثرت اور مقاصد اختلاف سے اس لفظ کے حقیقی معنی و مفہوم پر بہت سے پردے پڑ گئے ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں کچھ عرض کیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام کا سب سے بڑا امتیاز اور ان کا مشترک وصف یہ ہے کہ وہ خلق کو حق کی طرف دعوت دیتے ہیں تقریباً ہر نبی کے تذکرہ میں آتا ہے: **قال یٰقوم اعبدو اللہ مالکم من الہ غیرہ** ۔ترجمہ: کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس تبلیغ کے طریقے میں بھی وہ سب ممتاز ہیں اور وہ دین کی خاطر گھر سے باہر نکالتے ہیں اور مخلوق خدا کی طرف خود چل کر جاتے ہیں وہ لوگوں کا انتظار نہیں کرتے کہ سارا عالم اپنے نفع نقصان سے بے پرواہ ہوتا ہے بلکہ خود پیش قدمی فرماتے ہیں وہ دین کیلئے ہر طرح کی جدوجہد، ہر طرح کی زحمت برداشت کرتے ہیں، ان کے پیرو، ان کے ساتھ ساتھ اور ان کے بعد اپنے مقصد کی دھن میں مستغرق، دنیا سے بے نیاز مجنوں صفت دیوانہ وار گلی کوچوں میں، میدانوں اور وادیوں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور آبادیوں میں، گاؤں اور قصبات میں، جنگل جنگل اور شہر شہر پھرتے رہتے ہیں۔ میلوں اور بازاروں اور مکانوں پر اللہ کا نام سناتے ہیں۔ بند دروازوں پر دستک دیتے ہیں اور گھر گھر صدا لگاتے ہیں: **وانی دعوتھم جھاراثم انی اعلنت لھم واسررت لھم اسرارا** (حضرت نوح فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو با آواز بلند پکارا اور میں نے ان سے پکار کر کہا اور آہستہ ان کے کان میں بھی کہا)۔

انبیاء کا یہ وصف ہے کہ وہ اللہ سے بھی واصل ہوتے ہیں اور مخلوق میں بھی شامل ہوتے ہیں ان کا عروج اتنا بلند ہوتا ہے کہ جبرائیل امین بھی ان کی رفاقت نہیں کر سکتے اور ان کا نزول بھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر بیں کہنے لگتے ہیں کہ **مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق** (اس پیغمبر کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے) پیغمبرانہ شان یہ ہے کہ معراج میں جا کر خلق خدا کی ہدایت ونفع کے لئے اس تیرہ دان خاکی میں پھر واپس تشریف لائے غرض پیغمبر خلق خدا کی نفع کے لئے جلوت کو خلوت پر، اختلاط کو عزلت پر ترجیح دیتے ہیں، وہ خلق خدا میں احکام خداوندی کی اشاعت اور ان کے راستے میں جدوجہد کے سلسلہ میں قرب الٰہی کی منزلیں طے کروادیتے ہیں ۔وہ فرائض کی ترویج واشاعت اور ان کے زندہ کرنے کی کوشش کے ذریعہ خدا تک پہنچادیتے ہیں وہ ہر ناکارہ سے کام لیتے ہیں، جاہلوں کو دنیا کا معلم اور گمراہوں کو عالم کا رہبر اور رہنما، عامیوں کو دین کا مبلغ اور دنیا کا مصلح بنادیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبروں کے سردار ہیں ،اس لئے پیغمبر جس خصوصیت اور وصف کی وجہ سے عام لوگوں میں ممتاز ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خصوصیت ووصف میں تمام پیغمبروں میں ممتاز ہیں۔

چنانچہ آپ کی تبلیغ اور آپ کا طریقۂ تبلیغ سب سے زیادہ وسیع اور سب سے زیادہ سادہ ہے۔سیرت نبوی کا ہر طالب علم بلکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ آپ نے اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کے لئے کوئی درسگاہ ،کوئی مخصوص ادارہ قائم نہیں کیا، اسلام کی اس حیرت انگیز ترقی اور عالمگیر اشاعت کے لئے لاکھوں مدارس اور ادارے ناکافی ہوتے ہیں، کروڑوں روپئے اور وسیع ترین عمارتیں تنگ ہوتیں ہیں، آپ کا

طریقۂ نبوی تھا کہ جولوگ اسلام قبول کرتے ان کو آپ دوسروں میں کوشش اور دین کے لئے جدوجہد پر مامور فرمادیتے اور اس کی کوشش کے ذریعہ خود ان کی تکمیل وترقی اور دوسروں کی تعلیم واصلاح کا کام لیتے۔ گویا غیر مسلمین اور عام مسلمان اور دینی جدو جہد کے میدان، ان کے مدارس اور تربیت گاہیں تھیں جہاں وعدہ الٰہی: **والذین جاھدوا فینالنھدینھم سبلنا** (جن لوگوں نے ہمارے بارے میں کوششیں کیں ان کو ہم اپنے راستے پر لگادیں گے) کے مطابق ان کو ایمان واستقامت، حکمت ومعرفت اور علم وتفقہ اور دوسری دینی ودنیوی دولتیں نصیب ہوئیں۔

ظاہر ہے کہ اتنی کثیر تعداد کی تعلیم واصلاح اس کے بغیر ممکن نہ تھی اور تکمیل تو اس عملی جدوجہد کے بغیر ممکن ہی نہیں، حکومت اور شہنشاہیاں بھی پوری پوری قوم کی (پھر اس قوم کی جو جہالت کے اس درجہ میں ہو جس میں عرب تھے) اصلاح وتعلیم اور انقلاب حال پر قادر نہیں مگر اس ذریعہ سے آنحضرت ﷺ نے عرب کی شتربان قوم کو دنیا کا معلم اور ہادی بنادیا اور تیئیس سال کی مدت میں لاکھوں کی تعداد میں ایسی جماعت پیدا کردی جو اپنی سیرت واوصاف میں ترقی باطن اور آراستگی ظاہر میں ملائک صفت اور قدسی سیرت تھی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان پر نہ کوئی رقم صرف ہوئی نہ اس کام کے لئے کوئی عملہ رکھا گیا اور نہ اس غرض کے لئے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر ہوئیں لیکن چند سالوں میں یہ حضرات تربیت یافتہ مہذب وآراستہ اور خود کیمیا اور کیمیا گر بن گئے یہ عظیم الشان کام اپنے نتائج کے اعتبار سے معجزہ ہے اور اپنی سادگی اور سہولت میں بھی معجزہ ہے۔

پھر جب زمانہ کا مزاج بدل گیا طبیعتوں میں قبول کرنے کی استعداد اور دلوں میں سچی طلب پیدا ہوگئی، دین کی عزت اور اللہ کی توقیر وعظمت دلوں میں جاگزیں

ہوگئی تو جس طرح موسم بہار میں ہزاروں چمن کھل جاتے ہیں اور برسات کے موسم میں زمین میں اس درجہ کی قوت نمو اور روئیدگی پیدا ہوجاتی ہے کہ اگر کوئی بیج ڈال دیا جائے تو فوراً اگ آئے اسی طرح دین کے اس موسم بہار میں خود بخود ہزاروں درسگاہیں اور ہزاروں تربیت گاہیں پیدا ہوگئیں تعلیم وتعلم اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا اور اس سے فائدہ اٹھانے اور اس کی قدردانی کی توفیق سابق طریقہ کار کی برکت اور تاثیر سے نصیب ہوئی۔

آج بھی دنیا اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ وسیع ہے جیسی آغاز اسلام کے وقت تھی موجودہ تعلیمی واصلاحی ادارے نہایت ضروری ہیں بلکہ ہزاروں چنداداروں کی ضرورت ہے مگر امت کی عمومی تعلیم وتربیت اور انقلاب حال کے لئے کافی نہیں اس کے لئے خود حضرت انبیاء کا طریقہ ہی مفید اور مناسب ہے کہ ساری امت اپنے کو داعی اور مبلغ اور احکام الٰہی کا مخاطب سمجھے:

کنتم خیر امت اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله (تم بہترین امت ہو جو پیدا ہی اس لئے کئے گئے ہو کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور اللہ پر ایمان لاؤ)۔

انبیاء کے طریق تعلیم کو زندہ کیا جائے مخصوص طبقہ اور جماعت کے علاوہ ہر طبقہ اور ہر حیثیت کا آدمی اپنے مشاغل کے ساتھ دین کے لئے کچھ وقت ضرور نکالے جماعتیں بنا بنا کر کچھ وقت کے لئے تعلیم وتعلم کیلئے گھر گھر پھرنے اور گھر سے نکلنے کا آغاز کیا جائے عالم جاہلوں میں، خواندہ نہ خواندوں میں اور ہر شخص اپنے سے زیادہ ناواقف اور پست لوگوں میں اللہ کے احکام کی تبلیغ کی کوشش کرے جو کلمہ جانتے ہیں وہ کلمہ نہ جاننے والوں میں کوشش کریں، نماز پڑھنے والے بے نمازیوں میں تبلیغ کریں۔

اس وقت کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنانے ، دینی اور روحانی فوائد و برکات حاصل کرنے اور اس راہ میں جو خطرات اور فتنے پیش آسکتے ہیں ان سے حفاظت کے لئے مبلغین کو ہدایت ہے کہ محض حکم الٰہی کی تعمیل واطاعت کی نیت رکھیں جن لوگوں میں وہ تبلیغ کے لئے جاتے ہیں ان کی ہدایت کے بجائے اپنی تکمیل واستقامت کو مقصود سمجھیں، ہر مومن کے ساتھ تواضع وانکسار کے ساتھ پیش آئیں اور کلمہ گو کی توقیر واحترام کی عادت ڈالیں اور اس کی تحقیر اور ایذاء کو حرام سمجھیں، اپنے گھر سے نکلنے کے زمانہ میں اپنا وقت ذکر، تلاوت، تعلیم اور کتب دینیہ کے مطالعہ میں مشغول رکھیں اس کام اور تمام فرائض ونوافل میں بالعموم ایمان (اللہ کے وعدوں پر یقین) اور احتساب (ثواب کی نیت) کا دھیان اور تفکر بڑھائیں تاکہ اعمال میں حقیقی روح اور صحیح وزن اور قیمت پیدا ہو، دین کے لئے جدوجہد، جاں نثاری اور جاں بازی کے لئے اپنے کو تیار کرتے رہیں ۔مصالح اور اسباب کی پرستاری کے بجائے اللہ کی پرستاری اختیار کریں اور نتائج سے بے پرواہو کر کام کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔

یہ ذہنی اور عملی نظام جو انبیاء علیہم السلام کے طریق کار سے ہماری دانست اور نظر میں سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے وہ تمام حکمتیں، برکات اور منافع رکھتا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے طریق کی خصوصیات ہیں، یہ اللہ سے قرب حاصل کرنے کی بے خطر اور قریب تر شاہراہ ہے کہ فرائض کے ذریعہ اللہ سے جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ نوافل سے کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتا۔ حدیث قدسی ہے: **وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیه** (جن چیزوں کو میں نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے ان کے ذریعہ سے قرب حاصل کرنا دوسرے اور تمام طریقوں سے مجھے زیادہ محبوب ہے) اور فرائض میں بھی اولین اور اعلیٰ ترین فرائض (ارکان

دین) سے جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ عام فرائض سے نہیں حاصل ہوسکتا چہ جائیکہ وہ کوشش کہ جس سے ارکان اسلام اور فرائض اسلام زندہ ہوں اور ان کا عام رواج پڑے ایک سنت کے زندہ کرنے پر، جس اجروثواب کا وعدہ ہے اس سے فرائض کے زندہ کرنے کے اجروثواب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے پھر دین کے لئے جدوجہد ان اعمال میں سے ہے جن پر اللہ نے اپنی رحمت کا وعدہ کیا ہے۔ **ان الذین امنو اوالذین ھاجروا وجاھدوافی سبیل اللہ اولٰئک یرجون رحمۃاللہ** (بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں کوششیں کیں وہی اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہیں) دین کے لئے صحیح حرکت ہزار پردوں کو اٹھاتی، صحیح علم کے دہانے کھولتی اور فقہ وحکمت کے ابلتے چشمہ جاری کرتی ہے **من عمل بمالم یعلم اورثہ اللہ علم مالم یعلم** (جس نے اپنے علم پر عمل کیا جو وہ جانتا ہے اس کو اللہ وہ علم بخشے گا جو اس کو پہلے سے حاصل نہیں) یہ مسلمان کا مسلمان سے فائدہ اٹھانے کا راستہ ہے یہ اہل دین اور اہل علم سے استفادہ کرنے اور ان سے ربط بڑھانے کا ذریعہ ہے یہ امت کے مختلف طبقوں سے بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے رفع کرنے کا ذریعہ ہے یہ تحریک دین کے جڑ کو شاداب کرتی ہے جس سے اس کے سب برگ وبار سرسبز ہوجائیں گے علوم نتیجہ خیز اور بارآور بننے لگیں گے اصلاحی اور تعلیمی کوششوں کی تاثیر بڑھ جائے گی طلب صادق اور حق کے قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوجائے گی۔

یہ محض نظری اور خیالی نقشہ نہیں ہے بلکہ اس اصول وطریق پر اس زمین میں کام کرنے کا آغاز وتجربہ کیا گیا جس سے زیادہ بنجر اور سنگلاخ زمین کسی اصلاحی کام کے لئے ہندوستان میں شاید ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے۔

میوات میں ۳۰،۳۵ لاکھ مسلمانوں کی آبادی بتلائی جاتی ہے ان کے حالات عرب جاہلیت کے حالات سے بہت ملے ہوئے تھے وہ کلمہ تک سے نا آشنا تھے نماز سے ایسے بے گانہ تھے کہ جسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ایک تماشہ کے طور پر جمع ہوجاتے، ان کے نام ہندوانہ تھے، ان کی رسمیں اور عادات ہندوانہ تھیں، شرک وبت پرستی کا رواج ہوگیا تھا علم سے ان کو کوئی سروکار نہ تھا، اس قوم کی تعلیم واصلاح کے لئے اس اصول ونظام کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا، چنانچہ اس علاقہ میں اس کام کا آغاز کیا گیا اور اس کا نتیجہ ہے کہ آج اس سرزمین میں حیرت انگیز انقلاب نظر آتا ہے صحیح اسلامی زندگی اور دینداری کے نمونہ پیدا ہونے لگے جو اپنی سادگی اور جذبہ سے قرن اول کی یاد تازہ کردیتے ہیں دین کے لئے جدوجہد، ترک وطن اور جفاکشی میں یہ قوم ہندوستان میں سارے مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ اور نظیر بن گئی، علاقہ کی عام فضا اور ہوا ایسی بدلنے لگی اور طبیعتوں میں دین کی ایسی استعداد اور طلب پیدا ہوگئی کہ اس تحریک کے اثر سے ہزاروں مسجدیں، سینکڑوں مدرسے اور مکتب اور صدہا عالم وحافظ پیدا ہوگئے اور یہ تاریک خطہ جو سینکڑوں برس سے اسلام کی روشنی سے محروم تھا، دیکھتے دیکھتے منور ہوگیا۔

وہ قوم جو ہندوستان کی تاریخ میں رہزنی، غارت گری اور بداخلاقی کے لئے ضرب المثل تھی اور جس کے ڈر سے ناصر الدین محمود کے زمانہ میں شہر پناہ دہلی کے دروازے سرشام بند ہوجاتے تھے، پرامن، ایماندار اور امانت شعار بن گئی اور اس کے علاقہ میں جرائم میں محسوس ونمایاں کمی واقع ہوئی اب یہ دعوت ہندوستان کے مختلف صوبوں اور شہروں میں پھیل رہی ہے اور وہ اثرات ونتائج ظاہر ہونے لگے ہیں جو صحیح اور بنیادی دینی جدوجہد اور اس دعوت کے محکم اصول کا طبعی نتیجہ ہے۔

جو حضرات دینی طلب اور عمل کا جذبہ رکھتے ہوں اور خالص اسلامی اصول پر صحیح طریق کار کی تلاش میں ہوں ان کو دعوت عام ہے کہ وہ اس دعوت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس کے لئے وقت نکال کر مبلغین اور کارکنوں کے ساتھ کام کر کے اس کا عملی تجربہ حاصل کریں۔ (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

جماعت تبلیغ: ایک تجزیہ

یہ جماعت ''جماعت دعوت وتبلیغ'' سے معروف ہے یہ جماعت اسم بامسمیٰ ہے اس لئے کہ اس جماعت کے دو بنیادی کام ہیں (۱) دلائل، رواداری اور حسن اخلاق کے ذریعہ (جو انہوں نے صحابہ کی سیرت سے حاصل کیا) جن تک اسلام کی دعوت نہیں پہونچی، ان تک اسلام کی دعوت پہنچانا۔

(۲) دوسرا کام نافرمان اور معصیت شعار مسلمانوں کو نماز وغیرہ کی دعوت دینا، نماز کو اولیت اس لئے کہ وہ دین کا ستون ہے اور وہ بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے، لوگ جب نماز پڑھنے لگیں، تو ان کے دلوں میں خدا کا خوف پیدا ہوگا اور خدا کی یاد سے ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوں گے، اور ان کی خواہشات کی کمر ٹوٹ جائے گی اور معاصی کی جانب میلان کمزور پڑ جائے گا، پھر وہ گناہوں سے بہ آسانی بچ سکیں گے اور اللہ کے تمام اوامر ونواہی میں ان کے لئے حکم خداوندی پر لبیک کہنا آسان ہوگا، پھر جماعت کے لوگ ان مسلمانوں کو کچھ دنوں کے لئے اللہ کی راہ میں لے کر نکلتے ہیں، تاکہ وہ وہاں تلاوت قرآن، صبح شام ذکر کے ماحول میں ایمان صادق، اخلاص کامل اور نور واشراق کے روح پرور مناظر کا نظارہ کریں اور دین کی باتیں سیکھ سکیں۔

اس مومن ومجاہد جماعت کے کچھ اصول ہیں، جوان کے درمیان معروف ہیں اوروہ ان اصولوں پر سفروحضر ہر جگہ کاربند رہتے ہیں، ان اصولوں کوانہوں نے کسی کتاب میں محفوظ نہیں کیا، البتہ آپس میں زبانی طور پر ایک دوسرے کواس کی تاکید وتلقین کرتے رہتے ہیں، جو حدشمار سے باہر ہیں اور یہ سب آداب واصول کتاب وسنت اور خلفائے راشدین، صحابہ کے عمل سے ماخوذ ہیں، میں اس جماعت کے وابستہ لوگوں کوقریب سے جانتا ہوں اوران کے ساتھ نکلا بھی ہوں، میں نے ان میں کوئی بات کتاب وسنت کے خلاف نہیں دیکھی، بلکہ میں نے ان سے بہت سی وہ باتیں سیکھیں جو میں نہیں جانتا تھا اوروہ چیزیں مجھے ان کے علاوہ کسی اور کے یہاں نہ ملیں، یہ لوگ کثرت سے ذکروتلاوت کرتے ہیں، نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں، ان میں سے کوئی شخص نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا، لوگوں کی عزت وآبرو کے پیچھے نہیں پڑتے، گفتگو جب بھی کرتے ہیں تو خیر ہی کی کرتے ہیں، مسلکی اختلافات اور تنازعات سے خودکو بہت دور رکھتے ہیں، ان کے دل اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت سے معمور رہتے ہیں، اختلافات میں نہیں پڑتے، اختلافات میں پڑنا اکثر وبیشتر دوست واحباب کے درمیان بغض وحسد پیدا کرتا ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہوجاتی ہے، ان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، ان کی ہوا اکھڑ جاتی ہے وہ لوگ دین کی نصرت ومدد اور اللہ کی واجب کردہ چیزوں کی ادائیگی سے غافل نہیں ہوتے ہیں اس جماعت کے لوگ اللہ ہی کی توجہ سے غنی ہیں اور اسی کے محتاج ہیں وہ لوگوں سے کچھ مانگتے نہیں اور اپنے دعوت کے کام میں کسی سے بدلہ طلب نہیں کرتے، کسی کے پاس مہمان بن کر نہیں اترتے، مساجد ان کے گھر ہیں، اخراجات میں ان میں کے بعض بعض پر بوجھ نہیں بنتے، بلکہ ہر شخص اپنا مال خرچ کرتا

ہے، ان میں کوئی کسی پر بوجھ نہیں بنتا، ان کا کوئی مستقل امیر نہیں ہوتا، بلکہ جب وہ اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں، تو اپنے میں سے کسی کو امیر بنا لیتے ہیں، وہ ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں، ان میں سے کوئی دوسروں سے ممتاز رہنا پسند نہیں کرتا، چنانچہ آپ دیکھیں گے ان کہ ان میں جو علم وتقویٰ اور عہدہ ومنصب میں سب سے بڑا ہے، کھانا پکا رہا ہے اور اپنے بھائیوں کے لئے کھانا تیار کر رہا ہے اور یہ سب پورے تواضع، حسن اخلاق اور خوش دلی سے کر رہا ہے۔

میں نے دیکھا کہ یہ لوگ علماء سے محبت کرتے ہیں اور ان کی پوری تعظیم کرتے ہیں، ان کے نزدیک علماء کی تعظیم کے آداب میں سے یہ ہے کہ ان کی مجلسوں میں آواز پست رکھی جائے، ان کی باتیں خاموشی اور توجہ سے سنی جائیں اور جان ومال سے ان کی خدمت کی جائے، ان کی لغزشوں سے صرف نظر کیا جائے، ان سے دعاء کی درخواست کی جائے، میں نے ان سے زیادہ علماء کے مطیع و فرمانبردار کسی کو نہیں دیکھا۔

جماعت کے یہ لوگ کبھی سیاست پر گفتگو نہیں کرتے اور اس کے اردگرد چکر نہیں لگاتے، اسی طرح سماجی واجتماعی مسائل پر بھی زبان نہیں کھولتے، مگر بقدر ضرورت، ان کا بنیادی مقصد بقدر نصیب دنیا کے تحفظ کے ساتھ طلب آخرت ہوتا ہے۔ یہ معزز نیک خصلت حضرات دوسروں کو نیکی کا حکم کر کے اپنے اہل وعیال اور قرابت داروں سے چشم پوشی نہیں کرتے، بلکہ اپنے اوقات میں ایک حصہ اپنے اہل وعیال کی اصلاح کے لئے بھی مقرر کرتے ہیں، تاکہ انہیں نیک خصلتوں کی تربیت دیں اور ان میں عمل صالح کی محبت راسخ کریں اور اس انداز سے انہیں تیار کریں کہ وہ دعوت کی ذمہ داری سنبھالنے کے قابل ہو جائیں اور اللہ کی راہ میں نکلنے والے بن

جائیں، چنانچہ ان کا معمول ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے چھوٹے بچوں کو مساجد لے جاتے ہیں اور علمی حلقوں میں بچوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور عرب ملکوں کے بعض حضرات اپنے بچوں کو ہندوستان اور پاکستان بھیجتے ہیں تا کہ وہاں وہ دعوت میں رچ بس جائیں اور دعوت کے ذمہ داروں کے ساتھ رہ کر دعوت کے اصول سیکھیں اور اس کی حلاوت پائیں، یہ بچے ڈھیر ساری احادیث یاد کر کے اور داعی اور معلم بن کر اپنے وطن لوٹتے ہیں۔

شاید آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ آخر وہ چالیس اصول کیا ہیں؟ جن پر دعوت وتبلیغ کا دارومدار ہے، وہ کہاں ہیں؟ اور انہیں کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو کسی باخبر ہی سے معلوم کریں، اگر آپ براہ راست اس جماعت سے وابستہ افراد سے ملاقات کریں گے اور ان کے ساتھ رہنا آپ کو نصیب ہوجائے اور ان میں سیکھنے والوں اور قدیم کارکنوں سے آپ کو قریب ہونے کا موقع ملے تو پھر ان چالیس اصولوں کو جاننے کے لئے کسی طرح کی مشقت اٹھانے کی ضرورت نہ ہوگی ان کے اعمال واقوال اور حرکات وسکنات ہی میں وہ اصول آپ کو نظر آئیں گے، میں ان اصولوں کو ایک مستقل کتاب میں ذکر کروں گا، لیکن اس موقع پر آپ کو ان سے محروم بھی نہ کروں گا۔ ذیل میں ان اصولوں کا خلاصہ درج کر رہا ہوں۔

اس جماعت کے بانیان نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہؓ کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا صحابہ اور سلف صالحین کی عبادت ومعاملات اور عادات واخلاق میں غور وفکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگی درج ذیل اوصاف سے خالی نہیں۔

سچا یقین

جس کے نتیجہ میں اللہ پر توکل اور اللہ کے فضل واحسان پر کامل بھروسہ پیدا ہوتا ہے، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ روزی اور ضروریات کی تکمیل کے لئے جائز اسباب اختیار کئے جائیں۔

نیت کی درستگی

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ نفس کی نگرانی اور اس کا محاسبہ کیا جاتا رہے اور زندگی میں اس کے رخ کو بدل کر اللہ کی طرف پھیرا جائے، جب بھی نفس اللہ کے ذکر، اس کے شکر اور حسن عبادت سے غافل ہو جائے، اسے خدا کی طرف پھیرا جاتا رہے تا کہ اسے مطلوب امن واطمینان حاصل ہو سکے، جس کا ذکر اللہ نے سورۂ انعام کی اس آیت میں کیا ہے: ''**الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون** ۔ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور اس میں ظلم کا شائبہ نہ رکھا، انہیں کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں، یعنی انہیں اللہ کے عذاب سے امن وسلامتی اور نجات حاصل ہوگی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور امن وسلامتی کی نعمت میں انسان کے لئے بھرپور سعادت ہے اور امن ایمان کے تابع ہے، بلکہ ایمان امن کا منبع اور سرچشمہ ہے۔

ہر حال میں نبی ﷺ کی صحیح اقتداء اور پیروی کرنا، علاوہ ان باتوں کے جو نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ اس علم کا حاصل کرنا جو اللہ تک پہنچانے والا ہے اور ایسے علم کا ان لوگوں پر خرچ کرنا جو اس کی طلب صادق رکھتے ہیں اس لئے کہ سوائے عالم اور علم سیکھنے والے کے بقیہ سارے لوگ ہلاکت میں ہیں۔

مساجد میں خشوع وخضوع اور توکل وانکساری کے ساتھ نماادا کرنا اس لئے کہ صحابہؓ نماز باجماعت کا بڑا اہتمام کرتے تھے ان میں سے کوئی بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا الّا یہ کہ کوئی عذر لاحق ہو اور یہ اہتمام خدا کے اس حکم کے پیش نظر تھا **وارکعوا مع الراکعین** سارے مسلمانوں کا اکرام کرنا اور ان کی ضروریات میں سخاوت اور خوش دلی کے ساتھ خرچ کرنا اس طور پر کہ وہ سوال پر کرنے پر مجبور نہ ہوں، اس کے ساتھ دوسرں کے پاس جو کچھ ہے اس سے استغناء اور بے رغبتی برتنا۔

ابن المقفعؒ کے مطابق سخاوت کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ جو کچھ اپنے ہاتھ میں مال ودولت ہے اس میں سخاوت کی جائے اور دوسروں پر خرچ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ دوسروں کے پاس جو کچھ مال ودولت ہے اس سے استغناء برتا جائے، اس پر لالچ کی نگاہ نہ ڈالی جائے، جسے یہ دونوں قسم کی سخاوتیں حاصل ہوئیں وہ سخاوت میں کامل ہوگا۔ اکرام مسلم میں یہ بھی شامل ہے کہ لوگوں کی عزت وآبرو اور ان کے مال کی حفاظت کی جائے اور ان کی پوشیدہ باتوں اور بری عادتوں کے پیچھے انہیں پریشان کرنے کے مقصد سے نہ پڑا جائے۔ حکمت وموعظت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور آپسی معاملات میں صلح صفائی کا اہتمام۔

دعوت کو عام کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں نکلنا، اس میں نکلنے کے لئے اہل تبلیغ چار شرطیں ضروری قرار دیتے ہیں (۱) جان کے ساتھ نکلنا (۲) حلال مال کے ساتھ نکلنا (۳) حلال اور مناسب وقت میں نکلنا (۴) اللہ کا محتاج بن کر نکلنا۔

جان کے ساتھ نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی خود کی خوشی سے نکلے اور اخلاص کے ساتھ نکلے، صرف دوسروں کے لئے مال واسباب فراہم کرنا کافی نہیں کہ وہ نکلے اور خود گھر میں بیٹھا رہے آدمی کے خود نکلنے میں جو برکات وثمرات ہیں انہیں

وہی شخص جانتا ہے جو عملاً نکلتا ہے۔ خواہشات نفسانیہ سے فرار اختیار کرتے ہوئے اللہ کی طرف ہجرت کرنا اور حلال مال کے ساتھ نکلنا عمل کو صحیح اور عنداللہ مقبول بناتا ہے جیسا کہ قرآن وسنت کے نصوص سے واضح ہے۔

حلال یا مناسب وقت سے مراد یہ کہ وہ ایسا وقت نہ ہو جس میں مسلمان کسی ایسے ضروری عمل کا مکلّف ہو کہ جو بغیر مقام پر موجود رہے وجود میں نہ آسکتا ہو، یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو جس کی مزدوری اس نے پہلے سے لے رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا محتاج بن کر نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ نکلنے والا نکلنے کے مقصد کی تکمیل میں خدا ہی پر بھروسہ کرے، اپنے علم یا اپنی طاقت وقوت کے دھوکہ میں نہ آئے اور نہ ہی اپنے مال وجاہ کی طرف اس کی نظر جائے۔

اللہ کی راہ میں نکلنے کے دوران جماعت کے افراد چار چیزوں کو قائم کرتے ہیں: (۱) دعوت الی اللہ (۲) تعلیم وتعلّم (۳) عبادت وذکر (۴) خدمت مسلمین۔

اسی طرح چار باتوں کا التزام کرتے ہیں: (۱) امیر کی اطاعت (۲) اجتماعی عمل (۳) مساجد کے آداب کی رعایت (۴) صبر وتحمل۔

نیز اللہ کی راہ میں چار باتوں سے خصوصیت کے ساتھ اجتناب کرتے ہیں: (۱) اشراف یعنی دوسروں کے پاس موجود مال یا سامان کی آرزو کرنا (۲) اسراف (۳) غیر اللہ سے سوال (۴) دوسروں کی چیز کا بغیر اجازت استعمال۔

اسی طرح چار چیزوں میں کمی کرتے ہیں (۱) کھانا (۲) سونا (۳) ذکر اللہ کے بغیر کلام (۴) قضائے حاجات۔

تبلیغی جماعت اور اس کے اصولوں کا مختصر سا تعارف ہے۔

(تصحیح الخیال: ص: ۸۱-۸۶ ڈاکٹر محمد بکر اسماعیل استاذ جامع ازہر)

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ایک اہم ترین مکتوب

یہاں مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ایک مفصل مکتوب درج کیا جارہا ہے جو حقیقت میں تبلیغ کے مقاصد، اصول، طریقہ کار، متوقع منافع، تبلیغی کام کے نتائج وثمرات اور خروج فی سبیل اللہ کی ضروری ہدایات پر بہت جامع ہے، اتنا تفصیلی مکتوب مولانا کے مکاتیب میں غالباً نہ مل سکے گا۔ یہ مکتوب عمرہ کے لئے حجاز مقدس جانے والی ایک جماعت کے لئے مولانا نے تحریر کیا تھا۔ لیکن یہ مکتوب ان ساری جماعتوں کے لئے جو تبلیغی سفروں پر روانہ ہوتی رہتی ہیں اور ان سارے حضرات کے لئے جو اس راہ میں اپنے اوقات فارغ کرتے رہتے ہیں نہایت مفید اور اس کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ چونکہ یہ مکتوب بہت طویل ہے اس لئے ہم نے موقع موقع پر بغلی سرخیاں لگادی ہیں تاکہ پڑھنے والے کے لئے آسانی بھی ہو اور مفید بھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمین ومکرمین بندہ زادنا اللہ وایاکم جھداوسعیاًفی سبیلہ والھمناوایاکم مراشد امورنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خداوند کریم سے امید ہے کہ آپ حضرات بعافیت ہوں گے آپ حضرات کی دینی مساعی کی اطلاعات باعث مسرت اور باعث تقویت ہوتی ہیں اللہ جل شانہ قبول فرماویں، بارآور فرماویں، ترقیات عطا فرماویں، صحیح نہج پر آپ حضرات کی حفاظت فرماویں اور پوری ترکیب وترتیب کی سمجھ عطا فرماویں۔ آمین!

کامیابی اور ناکامی کا انحصار

اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے انسانوں کی تمام کامیابیوں کا دارومدار انسان کے اندرونی سرمایہ پر رکھا ہے، کامیابی اور ناکامی انسان کے اندر کے حال کا نام ہے باہر کی چیزوں کے نقشے کا نام کامیابی و ناکامی نہیں، عزت و ذلت، آرام و تکلیف، سکون و پریشانی، صحت و بیماری، انسان کے اندر کے حالات کا نام ہے، ان حالات کے بننے یا بگڑنے کا باہر کے نقشوں سے تعلق بھی نہیں، اللہ جل شانہ ملک و مال کے ساتھ انسان کو ذلیل کر کے دکھادیں اور فقر کے نقشے میں عزت دے کر دکھادیں۔ انسان کے اندر کی مایہ اس کا یقین اور اس کے اعمال ہیں۔ انسان کے اندر کا یقین اور اندر سے نکلنے والے عمل اگر ٹھیک ہوں گے تو اللہ جل شانہ اندر کامیابی کی حالت پیدا فرمادیں گے، خواہ چیزوں کا نقشہ کتنا ہی پست ہو۔

ایمان باللہ

اللہ جل شانہ تمام کائنات کے ہر ذرے کے اور ہر فرد کے خالق، مالک ہیں، ہر چیز کو اپنی قدرت سے بنایا ہے، سب کچھ ان کے بنانے سے بنا ہے۔ وہ بنانے والے ہیں خود بنے نہیں اور جو خود بنا ہوا ہے اس سے کچھ بنتا نہیں۔ جو کچھ قدرت سے بنا ہے وہ قدرت کے ماتحت ہے، ہر چیز پر ان کا قبضہ ہے۔ وہ ہی ہر چیز کو استعمال فرماتے ہیں، وہ اپنی قدرت سے ان چیزوں کی شکلوں کو بھی بدل سکتے ہیں اور شکلوں کو قائم رکھ کر صفات کو بدل سکتے ہیں، لکڑی کو ازدہا بنا سکتے ہیں اور ازدھے کو لکڑی بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہر شکل پر خواہ ملک ہو یا مال کی، برق کی ہو یا بھاپ کی، ان ہی کا قبضہ ہے اور وہ ہی تصرف فرماتے ہیں۔ جہاں سے انسان کو تعمیر نظر آتی ہے وہاں سے

تخریب لاکر دکھادیں اور جہاں سے تخریب نظر آتی ہے وہاں سے تعمیر لاکر دکھادیں اور سارے ساز وسامان میں پرورش بگاڑ دیں۔

ایمان بالرسالۃ

ایمان بالرسالۃ اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق پیدا ہو جائے اور اس کی قدرت سے براہ راست استفادہ ہو، اس کے لئے حضرت محمد ﷺ اللہ کی طرف سے طریقے لے کر آئے ہیں، جب ان کے طریقے زندگیوں میں آئیں گے تو اللہ جل شانہ ہر نقشے میں کامیابی دے کر دکھادیں گے۔

ایمان ویقین کا نتیجہ اور اس کی دعوت

ایمان ویقین کا نتیجہ اور اس کی دعوت ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں اپنے یقین اور اپنے جذبے اور اپنے طریقے کو بدلنے کا مطالبہ ہے، صرف یقین کی تبدیلی پر ہی اللہ پاک اس زمین وآسمان سے کئی گنا زیادہ بڑی جنت عطا فرمائیں گے، جن چیزوں میں سے یقین نکل کر اللہ کی ذات میں آئے گا، ان ساری چیزوں کو اللہ پاک مسخر فرمادیں گے۔

اس یقین کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ایک تو اس یقین کی دعوت دینی ہے، اللہ کی بڑائی سمجھانی ہے، ان کی ربوبیت سمجھانی ہے ان کی قدرت سمجھانی ہے، انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے واقعات سنانے ہیں خود تنہایوں میں بیٹھ کر سوچنا ہے، دل میں اسی یقین کو اتارنا ہے جس کی مجمع میں دعوت دی ہے، یہی حق ہے اور پھر رو رو کر دعا مانگنی ہے ہے کہ اے اللہ! اس یقین کی حقیقت سے نواز دے۔

نماز کا اہتمام اور اس کی دعوت

اللہ جل شانہ کی قدرت سے براہ راست فائدے حاصل کرنے کے لئے نماز کا عمل دیا گیا ہے۔ سر سے لے کر پیر تک اللہ کی رضا والے مخصوص طریقے پر پابندیوں کے ساتھ اپنے کو استعمال کرو، آنکھوں کا، کانوں کا، ہاتھوں کا، زبان کا اور پیروں کا استعمال ٹھیک ہو۔ دل میں اللہ کا دھیان ہو، اللہ کا خوف ہو، یقین ہو کہ نماز میں اللہ کے حکم کے مطابق میرا ہر استعمال تکبیر و تسبیح، رکوع و سجدہ، ساری کائنات سے زیادہ انعامات دلانے والا ہے۔ اسی یقین کے ساتھ نماز پڑھ کر ہاتھ پھیلا کر مانگا جائے تو اللہ جل شانہ اپنی قدرت سے ہر ضرورت کو پورا کریں گے۔ ایسی نماز پر اللہ پاک گناہوں کو معاف بھی فرمادیں گے۔ رزق میں برکت بھی دیں گے، طاعت کی توفیق بھی ملے گی، ایسی نماز سیکھنے کے لئے دوسروں کو خشوع و خضوع والی نماز کی ترغیب و دعوت دی جائے اس پر آخرت اور دنیا کے نفع سمجھائے جائیں۔

حضور ﷺ اور حضرات صحابہؓ کی نماز کو سنانا خود اپنی نماز کو اچھا کرنے کی مشق کرنا، اہتمام سے وضو کرنا، دھیان جمانا، قیام میں، قعدہ میں، رکوع میں، سجدے میں بھی دھیان کم از کم تین مرتبہ جمایا جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، نماز کے بارے میں سوچا جائے کہ اللہ کی شان کے مطابق نماز نہ ہوئی، اس پر رونا اور کہنا کہ: اے اللہ! ہماری نماز میں حقیقت پیدا فرما۔

علم اور ذکر

علم سے مراد یہ ہے کہ ہم میں تحقیق کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ میرے اللہ مجھ

سے اس حال میں کیا چاہتے ہیں اور پھر اللہ کے دھیان کے ساتھ اپنے آپ کو اس عمل میں لگا دینا یہ ذکر ہے۔

جو آدمی دین سیکھنے کے لئے سفر کرتا ہے، اس کا یہ سفر عبادت میں لکھا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے چلنے والوں کے پیروں کے نیچے ستّر ہزار فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں، زمین، و آسمان کی ساری مخلوق ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہے شیطان پر ایک عالم ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ دوسروں میں علم کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، فضائل سنائے جائیں، خود تعلیم کے حلقوں میں بیٹھا جائے، علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے، اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے اور رو رو کر مانگا جائے کہ اللہ جل شانہ علم کی حقیقت عطا فرما دیں۔

ہر عمل میں اللہ جل شانہ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے اللہ کا ذکر ہے، جو آدمی اللہ جل شانہ کو یاد کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کو یاد فرماتے ہیں جب تک آدمی کے ہونٹ اللہ کے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں، اللہ جل شانہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں، اللہ پاک اپنی محبت و معرفت عطا فرماتے ہیں، اللہ کا ذکر، شیطان سے حفاظت کا قلعہ ہے۔ خود اللہ جل شانہ کا دھیان پیدا کرنے کے لئے دوسروں کو اللہ کے ذکر پر آمادہ کرنا، ترغیب دینا، خود دھیان جما کر کہ میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں ذکر کرنا اور رو رو کر دعا مانگنا کہ اے اللہ! مجھے ذکر کی حقیقت عطا فرما۔

اکرام مسلم

ہر مسلمان کا بحیثیت رسول ﷺ کا امتی ہونے کے اکرام بھی کرنا ہے، ہر امتی کے آگے بچھ جانا، ہر شخص کے آگے بچھ جانا، ہر شخص کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے

حقوق کا مطالبہ نہ کرنا۔ جو آدمی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ جل شانہ اس کے کام میں لگے رہتے ہیں، جو اپنے حق کو معاف کردے گا اللہ جل شانہ اس کو رفعت و بلندی عطا فرمائیں گے اس کے لئے دوسروں میں ترغیب کے ذریعہ اکرام مسلم کا شوق پیدا کرنا ہے، مسلمان کی قیمت بتانی ہے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے اخلاق، ہمدردی اور ایثار کے واقعات سنانے ہیں، خود اس کی مشق کرنی ہے اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے حضور ﷺ کے اخلاق کی توفیق مانگنی ہے۔

حسن نیت

ہر عمل میں اللہ جل شانہ کی رضا کا جذبہ ہو، کسی عمل سے دنیا کی طلب یا اپنی حیثیت بتانا مقصود نہ ہو، اللہ کی رضا کے جذبہ سے تھوڑا سا عمل بھی بہت انعامات دلوائے گا اور اس کے بغیر بہت بڑے بڑے عمل بھی گرفت کا سبب بنیں گے، اپنی نیت کو درست کرنے کے لئے دوسروں میں دعوت کے ذریعہ تصحیح نیت کا فکر و شوق پیدا کیا جائے۔ اپنے آپ پر عمل سے پہلے اور ہر عمل کے دوران، نیت کو درست کرنے کی مشق کی جائے۔ میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے یہ عمل کر رہا ہوں اور عمل کی تکمیل پر اپنی نیت کو ناقص قرار دے کر توبہ و استغفار کیا جائے اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے اخلاص مانگا جائے۔

اللہ کے راستے کی محنت اور دعا

آج امت میں کسی حد تک انفرادی اعمال کا رواج ہے، گو ان کی حقیقت نکلی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے طفیل پوری امت کو دعوت والی محنت ملی تھی،

اس کے بندوں کا تعلق اللہ جل شانہ سے قائم ہو جائے اس کے لئے انبیاء علیہم السلام والے طرز پر اپنی جان و مال کو جھونک دینا اور جن میں محنت کر رہے ہیں ان سے کسی چیز کا طالب نہ بننا، اس کے لئے ہجرت بھی کرنا اور نصرت بھی کرنا۔ جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے آسمان والا اس پر رحم کرتا ہے، جو دسروں کا تعلق اللہ جل شانہ جوڑنے کے لئے ایمان و عمل صالح کی محنت کریں گے اللہ جل شانہ ان کو سب سے پہلے ایمان و عمل صالح کی حقیقتوں سے نواز کر اپنا تعلق عطا فرمائیں گے، اس راستے میں ایک صبح یا ایک شام کا نکلنا پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے (باعتبار مال کے بھی اور باعتبار چیزوں کے بھی) اس سب سے بہتر ہے، اس میں ہر مال کے خرچ اور اللہ کا ہر ذکر و تسبیح اور ہر نماز کا ثواب سات لاکھ گنا ہو جاتا ہے۔ اس راستے میں محنت کرنے والوں کی دعائیں بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کی طرح قبول ہوتی ہیں، یعنی جس طرح ان کی دعاؤں پر اللہ جل شانہ نے ظواہر کے خلاف اپنی قدرت کو استعمال فرما کر ان کو کامیاب فرمایا اور باطل خاکوں کو توڑ دیا۔

اسی طرح اس محنت کے کرنیوالوں کی دعاؤں پر اللہ جل شانہ ظواہر کے خلاف اپنی قدرت کے مظاہرے فرمائیں گے اور اگر عالمی بنیاد پر محنت کی گئی تو تمام اہل عالم کے قلوب میں ان کی محنت کے اثر سے تبدیلیاں لائیں گے۔ دین کے دوسرے اعمال کی طرح ہمیں یہ محنت کرنی نہیں آتی دوسروں کو اس محنت کیلئے آمادہ کرنا ہے اس کی اہمیت اور قیمت بتانی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے واقعات سنانے ہیں، خود اپنے آپ کو قربانی کی شکلوں اور ہجرت و نصرت والے اعمال میں لگانا ہے۔ صحابہ کرامؓ ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلے، نکاح کے وقت اور رخصتی کے وقت گھر میں ولادت کے موقع پر اور وفات کے موقع پر، سردی میں، بھوک میں، فاقے

میں، صحت میں، بیماری میں، ضعف میں، جوانی میں اور بڑھاپے میں بھی نکلے ہیں اور رو رو کر اللہ جل شانہ سے مانگنا ہے کہ ہمیں اس عالی محنت کیلئے قبول فرمائے۔

مسجدوں میں کرنے کے کام

ان چیزوں سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے ہر شخص سے خواہ کسی شعبہ سے متعلق ہو چار ماہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اپنے مشاغل ساز و سامان اور گھر بار سے نکل کر ان چیزوں کی دعوت دیتے ہوئے اور خود مشق کرتے ہوئے ملک بہ ملک، اقلیم بہ اقلیم، قوم بہ قوم، قریہ بہ قریہ پھریں گے، حضور اقدس ﷺ نے ہر امتی کو مسجد والا بنایا تھا، مسجد کے کچھ مخصوص اعمال دیئے تھے، ان اعمال سے مسلمانوں کا زندگی میں امتیاز تھا، مسجد میں اللہ کی بڑائی کی۔ ایمان کی اور آخرت کی باتیں ہوتی تھیں، اعمال سے زندگی بننے کی باتیں، عملوں کے ٹھیک کرنے کے لئے تعلیمیں ہوتی تھیں۔ ایمان و عمل صالح کی دعوت کے لئے ملکوں اور علاقوں میں جانے کی تشکیلیں بھی مسجد سے ہی ہوتی تھیں۔ اللہ کے ذکر کی مجلسیں مسجدوں میں ہوتی تھیں۔ یہاں تعاون، ایثار اور ہمدردیوں کے اعمال ہوتے تھے۔ ہر شخص، حاکم، محکوم، مالدار، غریب، تاجر، زارع، مزدور مسجد میں آکر زندگی سیکھتا تھا اور باہر جا کر اپنے اپنے شعبے میں مسجد والے تأثر سے چلتا تھا۔ آج ہم دھوکے میں پڑ گئے کہ ہمارے پیسے سے مسجد چلتی ہے، مسجدیں اعمال سے خالی ہو گئیں اور چیزوں سے بھر گئیں۔ حضور ﷺ نے مسجد کو بازار والوں کے تابع نہیں کیا۔ حضور ﷺ کی مسجد میں نہ بجلی تھی، نہ پانی تھا، نہ غسل خانے تھے، خرچ کی کوئی شکل نہ تھی، مسجد میں آکر داعی بنتا تھا، معلم اور متعلم بنتا تھا، ذاکر بنتا تھا، نمازی بنتا تھا، مطیع بنتا تھا، متقی زاہد بنتا تھا، خلیق بنتا تھا باہر جا کر ٹھیک زندگی گزارتا تھا مسجد

بازار والوں کو چلاتی تھی ان چار ماہ میں ہر جگہ جا کر مسجدوں میں ہر امتی کو لانے کی مشق کریں، مسجد والے اعمال کو سیکھتے ہوئے دوسروں کو یہ محنت سیکھنے کے لئے تین چلّوں کے واسطے آمادہ کریں۔

مقامی گشت واجتماع

واپس اپنے مقام پر آ کر اپنی بستی کی مسجد میں ان اعمال کو زندہ کرنا ہے ہفتہ میں دو مرتبہ گشت کے ذریعہ بستی والوں کو جمع کر کے انہیں چیزوں کی طرف متوجہ کرنا اور مشق کے لئے فی گھر ایک نفر، تین چلّوں کے لئے باہر نکلنا ہے۔ ایک گشت اپنی مسجد کے ماحول میں دوسرا گشت دوسری مسجد کے ماحول میں کریں۔ ہر مسجد میں مقامی جماعت بھی بنائیں۔ ہر مسجد کے احباب روزانہ فضائل کی تعلیم کریں۔

ہر مہینہ کی سہ روزہ جماعت

اپنے شہر یا بستی کے قریب دیہات میں کام کی فضا بنے، اس کیلئے ہر مسجد سے تین یوم کیلئے جماعتیں پانچ کوس کے علاقہ میں جائیں، ہر دوست مہینے میں تین یوم پابندی سے لگائے **الحسنة بعشر امثالها** کے مصداق تین دن پر حکماً تیس دن کا ثواب ملے گا، پورے سال ہر مہینہ تین دن لگائے تو سارا سال اللہ کی راہ میں شمار ہوگا اندرون ملک کے تقاضے پورے ہوتے رہیں اور اپنی مشق قائم رہے اور جاری رہے

چلّہ اور تین چلّہ لگانا اور ان کی دعوت دینا

ہر سال اہتمام سے چلّہ لگایا جائے عمر میں کم از کم تین چلّے، سال میں چلّہ، مہینہ میں تین یوم، ہفتہ میں دو گشت، روزانہ تعلیم، تسبیحات، تلاوت یہ کم سے کم

نصاب ہے کہ ہماری زندگی دین والی بنتی رہے۔اگر ہم یوں چاہیں کہ ہم سبب بنیں تو اجتماعی طور پر نصاب سے بھی آگے بڑھنا ہوگا ہمارے وقت اور ہماری آمدنی کا نصف اللہ کی راہ میں لگے اور نصف کاروبار اور گھر کے مسائل میں یا کم ازکم یہ کہ ایک تہائی وقت وآمدنی اللہ کی راہ میں اور دو تہائی اپنے مشاغل میں، یعنی ہر سال چار ماہ کی ترتیب بٹھائی جائے ۔آپ حضرات عمر میں کم ازکم تین چلّوں کی دعوت خوب جم کر دیں، اس میں بالکل نہ گھبرائیں اس کے بغیر زندگیوں کے رخ نہ بدلیں گے جن احباب نے خود ابھی تین چلّے نہ دئے ہوں وہ بھی اس نیت سے خوب جم کر دعوت دیں کہ اللہ جل شانہ اس کے لئے ہمیں قبول فرمالے۔

گشت اور اس کی اہمیت

گشت کا عمل اس کام میں ریڑھ کی ہڈی کی سی اہمیت رکھتا ہے اگر یہ عمل صحیح ہوگا تو قبول ہوگا، دعوت قبول ہوگی، دعاء قبول ہوگی، ہدایت آئے گی اور گشت قبول نہ ہوا تو دعوت قبول نہ ہوگی دعوت قبول نہ ہوئی ،دعاء قبول نہ ہوگی دعاء قبول نہ ہوئی، ہدایت نہیں آئے گی۔

گشت کا موضوع اور دعوت

گشت کا موضوع یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہماری دنیا اور آخرت کے مسائل کا حل حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر زندگی گزارنے میں رکھا ہے ان کے طریقے ہماری زندگیوں میں آجائیں اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے اس محنت پر بستی والوں کو آمادہ کرنے کے لئے گشت کے لئے مسجد میں جمع کرنا ہے نماز کے بعد اعلان

کر کے لوگوں کو روکا جائے اعلان بستی کا کوئی با اثر آدمی یا امام صاحب کریں تو زیادہ مناسب ہوگا وہ ہم کو کہیں تو ہمارے ساتھی کر دیں۔

گشت کے آداب کا بیان

پھر گشت کی اہمیت، ضرورت اور قیمت بتائی جائے، اس کے لئے آمادہ کیا جائے۔ جو تیار ہو ان کو اچھی طرح آداب سمجھائیں، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلنا ہے، نگاہیں نیچی ہوں، ہمارے تمام مسائل کا تعلق اللہ جل شانہ کی ذات سے ہے، ان بازار میں پھیلی ہوئی چیزوں سے کسی مسئلے کا تعلق نہیں، چیزوں پر نگاہ نہ پڑے، دھیان نہ جائے، اگر نگاہ پڑ جائے تو مٹی کے ڈلے معلوم ہوں۔ ہمارا دل اگر ان چیزوں کی طرف پھر گیا تو پھر ہم جن کے پاس جا رہے ہیں ان کا دل ان چیزوں سے اللہ کی طرف کیسے پھرے گا۔ قبر کا داخلہ سامنے ہو، اسی زمین کے نیچے جانا ہے، مل جل کر چلیں، ایک آدمی بات کرے۔ کامیاب ہے وہ بات کرنے والا جو مختصر بات کر کے آدمی کو مسجد میں بھیج دے۔

بھائی! ہم مسلمان ہیں، ہم نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اللہ پالنے والے ہیں۔ نفع ونقصان، عزت وذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم اللہ کے حکم پر حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر زندگی گزاریں گے، اللہ راضی ہو کر ہماری زندگی بنا دیں گے۔ ہم سب کی زندگی اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر آجائے، اس کے لئے بھائی مسجد میں کچھ فکر کی بات ہو رہی ہے۔ نماز پڑھ چکے ہوں تو بھی اٹھا کر مسجد میں بھیج دیں، ضرورت ہو تو آگے نماز کو بھی مسجد میں فوری جانے کا عنوان بنالیں۔ اللہ کا سب سے بڑا حکم نماز ہے، نماز

پڑھیں گے، اللہ روزی میں برکت دے گا، گناہوں کو معاف فرمادیں گے، دعاؤں کو قبول فرمالیں گے، بشارتیں سنائی جائیں، وعیدیں نہیں نماز کا وقت جارہا ہے، مسجد میں چلئے امیر کی اطاعت کرنی ہے، واپسی میں استغفار کرتے ہوئے آنا ہے۔

گشت کا طریقہ

اب آداب کا مذاکرہ کرنے کے بعد دعا مانگ کر چل دیں، گشت میں دس آدمی جائیں، مسجد کے قریب مکانات پر گشت کرلیں، مکانات نہ ہوں تو بازار میں گشت کرلیں، جماعت میں زیادہ ایسے آدمی ہوں جو گشت میں اصولوں کی پابندی کرلیں، مسجد میں دو تین آدمی چھوڑ دیں، نئے آدمی زیادہ تیار ہو جائیں تو ان کو بھی سمجھا کر مسجد میں مشغول کردیں، نئے آدمی تین چار ساتھ ہوں، مسجد میں ایک ساتھی اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہو کر ذکر و دعاء میں مشغول رہے۔ ایک آنے والوں کا استقبال کرے۔

ضرورت ہو تو وضو کروا کر نماز پڑھوادے اور ایک ساتھی آنے والوں کو نماز تک مشغول رکھے۔ اپنی زندگی کا مقصد سمجھائے پونے گھنٹے گشت ہو، نماز سے سات آٹھ منٹ پہلے گشت ختم کردیں، سب تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز میں شریک ہوں۔

اجتماع میں دعوت

جس ساتھی کے بارے میں مشورہ ہو جائے وہ دعوت دے، یہ سمجھائے کہ اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق قائم ہوا تو دنیا اور آخرت میں کیا نفع ہوگا اگر اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے تعلق قائم نہ ہوا تو دنیا و آخرت میں کیا نقصان ہوگا، جیسے اس خط کے شروع میں چھ نمبروں کا ذکر کیا ہے، اس طرز پر ہر نمبر کا مقصد اس کا نفع اور قیمت اور حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جائے، سادہ انداز میں بیان ہو، اس سے انشاء

اللہ مجمع کی سمجھ میں کام آئے گا اور اس کی ضرورت بھی محسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ ہم بھی سیکھ سکتے ہیں، ہمارے ساتھی بھی دعوت میں اہتمام سے جم کر بیٹھیں، متوجہ ہو کر اور محتاج بن کر سنیں، جو بات کہہ رہا ہے ہم اپنے دل میں کہیں کہ ''حق'' ہے اس سے دل میں ایمان کی لہریں اٹھیں گی اور عمل کا جذبہ بنے گا۔ تین چلّوں کی بات جم کر کی رکھی جائے، نقد نام لئے جائیں اس کے بعد چلّوں کے لئے وقت لکھوائے جائیں اور پھر جو جس وقت کے لئے تیار ہو جائے اس کو قبول کر لیا جائے۔

مطالبہ اور تشکیل

مطالبہ اور تشکیل کے وقت محنت ساری دعوت کا مغز بنتی ہے اگر مطالبوں پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی باتیں رہ جائیں گی اور قربانی وجود میں نہ آئے گی تو کام کی جان نکل جائے گی۔

ایک آدمی کھڑے ہو کر نام لکھے، نام لکھنے والا مستقل تقریر شروع نہ کرے ایک دو جملے ترغیبی کہہ سکتا ہے، پھر آپس میں ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کو کہا جائے۔ فکر کے ساتھ اپنے قریب بیٹھنے والوں کو تیار کریں، اعذار کا دل جوئی اور ترغیب کے ساتھ حل بتائیں، نبیوں اور صحابہ کی قربانیوں کے قصوں کی طرف اشارے کریں اور پھر آمادہ کریں، آخر میں مقامی جماعت بنا کر ان کے ہفتے کے دو گشت روزانہ تعلیم، تسبیحات، مہینے کے تین یوم وغیرہ کا نظم طے کرائیں۔

دعوت کا انداز

دعوت میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام ؓ کے ساتھ اللہ جل شانہ نے جو مدد فرمائی ہیں وہ تو بیان کی جائیں اور جو ہمارے ساتھ مدد ہوئیں ان کو بیان نہ کیا

جائے۔ دعوت میں فضائے حاضرہ کی باتیں نہ کی جائیں، امت میں جو ایمانی، عملی، اخلاقی کمزوریاں آچکی ہیں، ان کے تذکرے سے بہتر ہے کہ اصلی خوبیوں کی طرف یعنی جو بات پیدا ہونی چاہئے اس کی طرف متوجہ کریں۔

تعلیم

تعلیم میں دھیان، عظمت، محبت، ادب اور توجہ کے ساتھ بیٹھنے کی مشق کی جائے، سہارا نہ لگایا جائے، باوضو بیٹھنے کی کوشش ہو، طبیعت کے بہانوں کی وجہ سے تعلیم کے دوران نہ اٹھا جائے، باتیں نہ کی جائیں، اگر اس طرح بیٹھیں گے تو فرشتے اس مجلس کو ڈھانک لیں گے، اہل مجلس میں طاعت کا مادہ پیدا ہوگا، عظمت کی مشق سے حدیث پاک کا وہ نور دل میں آئے گا جس پر عمل کی ہدایت ملتی ہے۔ بیٹھتے ہی آداب اور مقصد کی طرف متوجہ کیا جائے، مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر دین کی طلب پیدا ہو جائے، فضائل قرآن مجید پڑھ کر تھوڑی دیر کلام پاک کی ان سورتوں کی تجوید کی مشق ہو جائے جو عموماً نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں التحیات، دعائے قنوت وغیرہ کا مذاکرہ وتصحیح، اجتماعی تعلیم، انفرادی سیکھنے سکھانے میں ان کی تصحیح کریں، اللہ پاک توفیق دیں تو ہر کتاب میں سے تین چار صفحے پڑھے جائیں۔ تعلیم میں اپنی طرف سے تقریر نہ ہو، حدیث شریف پڑھنے کے بعد دو تین جملے ایسے کہہ دیئے جائیں کہ اس عمل کا جذبہ وشوق ابھر آئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی تالیف فرمودہ فضائل قرآن مجید، فضائل نماز، فضائل تبلیغ، فضائل ذکر، فضائل صدقات، حصہ اول ودوم، فضائل رمضان، فضائل حج، (ایام حج ورمضان میں) اور مولانا احتشام الحسن صاحبؒ کی ”مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج“ صرف یہ کتابیں ہیں جن کو

اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے اور تنہائیوں میں بیٹھ کر بھی ان کو پڑھنا ہے۔ کتابوں کے بعد چھ نمبروں کا مذاکرہ ہو، ساتھیوں سے نمبر بیان کروائے جائیں۔

جب تعلیم شروع کی جائے تو اپنے دو ساتھیوں کو تعلیم کے گشت میں بھیج دیا جائے۔ ۱۵۔۲۰ منٹ بعد وہ ساتھی آجائیں تو دوسرے دو ساتھی چلے جائیں، اس طرح بستی والوں کو تعلیم میں شریک کرنے کی کوشش ہوتی رہے۔ باہر نکلنے کے زمانے میں روزانہ صبح اور بعد ظہر دونوں وقت تعلیم دو تین گھنٹے کی جائے اور اپنے مقام پر روزانہ اسی ترتیب سے ایک گھنٹے تعلیم ہو یا ابتدا، جتنی دیر احباب جڑ سکیں۔

مشورہ

کام کے تقاضوں کو سوچنے، ان کی ترتیب قائم کرنے، ان تقاضوں کو پورا کرنے کی شکلیں بنانے میں اور جو احباب اوقات فارغ کریں ان کی مناسب تشکیل میں اور جو مسائل ہوں ان کے لئے احباب کو مشورہ میں جوڑا جائے، اللہ جل شانہ کے دھیان اور فکر کے ساتھ دعائیں مانگ کر مشورہ میں بیٹھیں۔ مشورے میں اپنی رائے پر اصرار اور عمل کرانے کا جذبہ نہ ہو، اس سے اللہ کی مدد یں ہٹ جاتی ہیں۔ جب رائے طلب کی جائے امانت سمجھ کر جو بات اپنے دل میں ہو کہہ دی جائے۔ رائے رکھنے میں نرمی ہو، کسی ساتھی کی رائے سے تقابل کا طرز نہ ہو، میری رائے میں میرے نفس کے شرور شامل ہیں، یہ دل کے اندر خیال ہو، اگر فیصلہ کسی دوسری رائے پر ہو گیا تو اس کی خوشی ہو کہ میرے شرور سے حفاظت ہو گئی اور اگر اپنی رائے پر فیصلہ ہو جائے تو خوف اور زیادہ دعائیں مانگی جائیں ہمارے یہاں فیصلے کی بنیاد کثرت رائے پر نہیں ہے اور ہر معاملہ میں ہر ایک سے رائے لینا بھی ضروری

نہیں ہے دل جوئی سب کی ضروری ہے امیر کو اس بات کا یقین ہو ان احباب کی فکر اور مل کر بیٹھنے کی برکت سے اللہ جل شانہ صحیح بات کھول دیں گے۔ امیر اپنے آپ کو مشورہ کا محتاج سمجھے۔ رائے لینے کے بعد غور وفکر سے جو مناسب سمجھ میں آتا ہو وہ کہہ دے، بات اس طرح رکھے کہ کسی کی رائے کا استخفاف نہ ہو، اگر طبیعتیں مختلف ہوں تو اس بات پر شوق ورغبت کے ساتھ آمادہ کرلے اور ساتھی امیر کی بات پر ایسے شوق سے چلیں کہ ان ہی کی رائے طے پائی ہے اسی میں تربیت ہے، اگر اس کے بعد عملاً ایسی شکل نظر آئے کہ ہماری رائے ہی زیادہ مناسب تھی پھر بھی طعنہ نہ دیا جائے یا اشارہ کنایہ نہ کیا جائے۔ اسی میں خیر کا زیادہ یقین کیا جائے۔ جو امیروں کو طعنہ دے، اس کے لئے سخت وعید آئی ہے

ہفتہ واری اجتماع

جب محلوں کی مساجد میں ہفتوں کے دوگشتوں کے ذریعے فی گھر ایک آدمی تین چلّے کے لئے نکلنے کی کوششیں ہو رہی ہوں گی تو شب جمعہ کا اجتماع صحیح نہج پر ہوگا اور کام کے بڑھنے کی صورتیں بنیں گی، جمعرات کو عصر کے وقت سے محلوں کی مساجد کے احباب اپنی اپنی جماعتوں کی صورت میں بستر اور کھانا ساتھ لے کر اجتماع کی جگہ پہنچیں، مشورے سے ایسے احباب سے عموماً دعوت دلوائی جائے جو محنت کے میدان میں ہوں اور جن کی طبیعت پر کام کے تقاضے غالب ہوں، بہت ہی فکر واہتمام سے تشکیلیں کی جائیں، اگر اوقات وصول نہ ہوں تو رات کو بھی محنت کی جائے۔ رو رو کر مانگا جائے صبح کو جماعتوں کی تشکیل کر کے ہدایات دے کر روانہ کیا جائے۔ تین دن کی محلوں سے تیار ہو کر آئی ہوئی جماعتیں عموماً سات آٹھ میل تک بھیجی جائیں، ہر شب جمعہ سے تین چلّوں اور چلوں کی جماعتوں کے نکلنے کا رخ پڑنا چاہئے، اگر شب

جمعہ میں خدانخواستہ سب تقاضے پورے نہ ہو سکے تو سارے ہفتے اپنے محلوں میں، پھر اس کے لئے کوشش کی جائے اور آئندہ شب جمعہ میں محلوں سے تقاضوں کے لئے لوگوں کو تیار کر کے لایا جائے۔

کام کی نزاکت اور اس علاج

بھائی دوستو! یہ کام بہت نازک ہے، حضور ﷺ نے ایک محنت فرمائی، اس محنت سے سارے انسانوں کی ساری زندگی کے کمانے، کھانے، بیاہ شادی، میل ملاقات اور عبادات، معاملات وغیرہ کے طریقوں میں مکمل تبدیلیاں آئیں تو آپ نے خود اس محنت کے کتنے طریقے بتلائے ہوں گے، ہمیں ابھی یہ کام کرنا نہیں آتا اور نہ ابھی حقیقی کام شروع ہوا ہے۔ کام اس دن شروع ہوگا جب ایمان ویقین، اللہ کی محبت، اللہ کے دھیان، آخرت کی فکر، اللہ کے خوف وخشیت، زہد وتقویٰ سے بھرے ہوئے لوگ حضور ﷺ کے عالی اخلاق سے مزین ہو کر اللہ کی رضا کے جذبے سے مخمور ہو کر اللہ کی راہ میں جان دینے کے شوق سے کھنچے کھنچے پھریں گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ 'اللہ رحم کرے حضرت خالدؓ پر اس کے دل کی تمنا صرف یہ تھی کہ حق اور حق والے چمک جائیں باطل اور باطل والے مٹ جائیں اور تمنا ہی نہ تھی'' ابھی جو ہم کو کام کی برکتیں نظر آرہی ہیں، وہ کام شروع ہونے سے پہلے کی برکتیں ہیں جیسے حضور اقدس ﷺ کی ولادت کے وقت سے ہی برکتوں کا ظہور شروع ہوا تھا لیکن اصل کام اور اصل برکتیں چالیس سال بعد شروع ہوئیں۔

ابھی تو اس کے لئے محنت ہو رہی ہے کہ کام کرنے والے تیار ہو جائیں۔ اللہ جل شانہ کام ان سے لیں گے اور ہدایت پھیلنے کا ذریعہ ان کو بنائیں گے جن کی زندگی

اپنی دعوت کے مطابق بدلے گی، جن کی زندگیوں میں تبدیلی نہ آئے گی، اللہ جل شانہ ان سے اپنے دین کا کام نہ لیں گے، یہ نبیوں والا کام ہے۔

اصول اور صحبت

اس کام میں اگر اپنے آپ کو اصول سیکھنے کا محتاج نہ سمجھا گیا اور اصولوں کے مطابق کام نہ ہوا تو سخت خطرہ ہے حضور اکرم ﷺ نے جب باہر ملکوں میں کام شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے تمام صحابہ کرامؓ کو تین دن تک ترغیب دی اور فرمایا کہ جس طرز پر یہاں کام ہو، بالکل اسی طرز پر باہر جا کر بھی کام کرنا ہے۔ اس کام کی نوعیت یہی ہے مقام، زبان، معاشرت، موسم وغیرہ کے اعتبار سے اس کام کے اصول نہیں بدلتے، اس کی نہج اور اصولوں کو سیکھنے اور ان پر قائم رہنے کے لئے اس فضا میں آنا اور بار بار آتے رہنا انتہائی ضروری ہے، جہاں حضرتؒ (مولانا محمد الیاس) نے جان کھپائی تھی اور ان کے ساتھ اختلاط بھی بہت ضروری ہے، جو اس جدوجہد میں حضرتؒ کے ساتھ تھے اور جب سے اب تک اس فضا میں اور کام میں مسلسل لگے ہوئے ہیں، اس کے بغیر کام کا اپنے نہج اور اصولوں پر قائم رہنا بظاہر ممکن نہیں، اس لئے اپنے کام کرنیوالے احباب کو ایسی فضا میں اہتمام سے نوبت بہ نوبت بھیجتے رہیں۔

نقشوں کے بجائے مجاہدہ

تمام انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں کسی نہ کسی نقشے کے مقابلہ پر آئے اور بتایا کہ کامیابی کا اس نقشے سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ کامیابی کا تعلق براہ راست اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے ہے۔ اگر عمل ٹھیک ہوں گے اللہ جل شانہ چھوٹے نقشے

میں بھی کامیاب کردیں گے اور عمل خراب ہوں گے اللہ جل شانہ بڑے سے بڑے نقشے کو توڑ کرنا کام کرکے دکھائیں گے۔ کامیاب ہونے کے لئے اس نقشے میں عمل ٹھیک کرو، ہر نبی نے اپنے رائج الوقت نقشے کے مقابلے پر محنت کی اور حضرت محمد ﷺ تمام اکثریت، حکومت، مال، زراعت اور صنعت کے نقشوں کے مقابلہ پر تشریف لائے، آپ کی محنت ان نقشوں سے نہیں چلی، آپ کی محنت مجاہدوں اور قربانیوں سے چلی ہے، باطل تعیش کے نقشوں سے پھیلتا ہے تو حق تکلیفیں اٹھانے سے پھیلتا ہے، باطل ملک و مال سے چمکتا ہے تو حق فقر و غربت کی مشقتوں میں چمکتا ہے، جتنے فتنے ملک و مال اور تعیش کی بنیاد پر لائے جارہے ہیں ان کا توڑ حق کے لئے فقر و غربت اور تکالیف برداشت کرنے میں ہے اب اس کام کے ذریعہ امت میں مجاہدہ اور قربانی کی استعداد پیدا کرنی ہے۔ اس کام کیلئے بہت بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس کو نقشوں پر منحصر کردیا جائے، اس سے کام کی جان نکل جائے گی، اس کام کی حفاظت اس میں ہے کہ کام کرنیوالے اس کام کیلئے تمام میسر نقشوں کو بھی قربان کرتے ہوئے مجاہدے والی شکلوں کو قائم رکھیں اور کسی صورت میں مجاہدے والی شکلوں کو ختم نہ ہونے دیں۔ غریبوں میں اپنی محنت کو بڑھایا جائے، پیدل جماعتیں چلائی جائیں، لوگ آئیں گے کہ یہ ہمارا پیسہ دین کے کام میں خرچ کرلیجئے، پھر نقشہ کی قربانی دینی ہوگی، کہہ دیجئے کہ جناب یہاں اس کام میں خرچ کرنے کا صحیح اور پاک طریقہ وجذبہ سکھایا جاتا ہے پھر محل تلاش کرکے خود ہی خرچ کردیجئے گا۔ یہاں تو طریقہ سیکھ لیجئے۔

اس کام کی تعمیم کے لئے رواجی طریقوں، اخبار، اشتہار، پریس وغیرہ اور رواجی الفاظ سے بھی پورے پرہیز کی ضرورت ہے، یہ کام سارا غیر رواجی ہے، رواجی طریقوں سے تقویت پہونچے گی، اس کام کو نہیں۔

اصل کام کی شکلیں، دعوت، گشت، تعلیم، تشکیل وغیرہ ہیں، مشوروں کی ضرورت ہوتو مناسب دوستوں کو الگ کر کے مشورہ کرلیا جائے۔ایسا نہ ہو کہ مشورہ کرنے والوں کا کسی موقع پر عمومی اعمال سے جوڑ نہ رہے۔

کالج کے طلباء میں دعوتی کام

کالجوں کے طلباء میں اس کام کو اٹھایا جائے، ہوسٹلوں میں مقامی کام کے لئے جماعتیں بنائی جائیں۔ایک گشت ہوسٹل والے اپنے ہوسٹل میں کریں۔قریب کے محلوں کی جماعتیں بھی ہوسٹلوں میں جا کر گشت کریں۔ہوسٹل والے احباب اپنی روزانہ کی تعلیم اور مہینے میں تین یوم کی ترتیب بھی اٹھائیں۔

مستورات میں کام کی نوعیت

مستورات میں کام کی نزاکتیں اور بھی زیادہ ہیں، جب کہ بے پردگی کا احتمال ہو، عام اجتماعات میں مستورات کو بالکل نہ لایا جائے، اپنے اپنے محلّہ میں کسی پردہ دار مکان میں قریب قریب کے مکانات سے عورتیں کسی روز جمع ہو کر تعلیم کرلیا کریں، اس کی ابتداء اس طرح کریں کہ مرد جو بات اجتماعات، دعوت، تعلیم وغیرہ سے سن کر جائیں، اپنے گھر والوں کو سنائیں، اس سے انشاء اللہ تھوڑے عرصے میں ذہن بننا شروع ہو جائے گا، پھر محلوں میں تعلیم شروع ہونے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے کہ سارے شہر کی مستورات کا ہفتہ میں ایک ایسی جگہ اجتماع ہو جہاں پردہ کا اہتمام ہو، وہاں تعلیم کے بعد پھر کوئی آدمی پردے کے ساتھ بیان کرے۔

کبھی کبھی ایک یوم یا تین یوم کے لئے قرب وجوار کے لئے جماعتیں بنائی جائیں، مستورات کی جماعت کے ساتھ ان کے خاوند ہوں، ورنہ عورت کے ساتھ

اس کا شرعی محرم ساتھ ہو، پردے کے ساتھ جائیں، پردہ دار مکان میں ٹھہریں، مرد مسجد میں ٹھہر کر کام کریں۔

آخری بات

حضور اقدس ﷺ نے جن مقامات سے محنت اٹھائی تھی، انہی مقامات کے لوگوں کو اس محنت پر اٹھانے اور انہی راستوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ کی ملکوں والی نقل وحرکت کے زندہ ہونے کا ذریعہ یہ عمرے کا سفر بن سکتا ہے، ہر جگہ کے پرانوں سے اختلاط اور اس کام میں یک جہتی پیدا ہونے اور اصولوں کے تفصیل سے سامنے آنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

یہ خط کچھ اصول لکھنے کی کوشش میں طویل ہوگیا، آپ حضرات اس کے ہر جز اور ہر لفظ کو غور سے پڑھنے کی کوشش فرمائیں گے تو انشاء اللہ بہت زیادہ نفع کی توقع ہے آپ حضرات اپنے یہاں کے حالات سے ہر پندرہویں روز مطلع فرمادیا کریں تو ہمیں تقویت ہوتی رہے، تمام احباب کو سلام مسنون۔

فقط والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہ

(سوانح مولانا محمد یوسفؒ)

فی سبیل اللہ کی تشریح اور اس کا مصداق

سوال: ایک حدیث جو فضیلت جہاد حقیقی پر مشتمل ہے یعنی اللہ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا شب قدر میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر ساری رات عبادت کرنے سے افضل ہے یہ حدیث ہمارے موجودہ تبلیغی جماعت پر منطبق ہوگی یا نہیں؟

جواب: هٰذالحديث اخرجه ابن حبان فی صحيحه والبيهقی وغيرهما من طريق مجاهد عن ابی هريره رضی اللہ عنہ انّه كان فی الرباط ففزعوا الی الساحل ثم قيل لا بأس ،فانصرف الناس وابوهريره واقف ،فمر به انسان فقال ما يوقفک يا ابوهريره فقال سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول موقف ساعة فی سبيل الله خير من قيام ليلة القدرْ عندالحجر الاسود وكذا فی الترغيب (۲۲۶/۱)

فی سبیل اللہ کے دو اطلاق ہیں ایک خاص یعنی جہاد اور یہی معنی عند الاطلاق متبادر ہوتے ہیں اس لئے کہ اہل عرف عام طور پر اسی میں استعمال کیا ہے۔

ثانی: ہر وہ کام جو اللہ کے لئے ہو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: وفی سبيل الله كناية عن السعی الی الجهاد وهو المتعارف فی الشرع وقد يراد به السعی الی الحج والرزق الحلال، كذافی حاشية الترمذی (۱۹۶/۱) یہ دونوں استعمال حضرات محدثین کرام وفقہاء عظام سبھی نے کیا ہے۔

امام بخاریؒ، بخاری شریف کتاب الجمعہ میں ترجمہ منعقد فرماتے ہیں **باب المشی الی الجمعه** اور اس میں یہ حدیث ذکر فرماتے ہیں **من اغبرت قد ماه فی سبیل الله حرمه الله علی النار**، بعض شراح حدیث نے اثبات ترجمہ میں دور دراز کی تاویلیں کی ہیں لیکن بندہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ بخاریؒ نے فی سبیل اللہ ہی کے لفظ سے استدلال کیا ہے کما صرح بہ العینی وغیرہ اور اس سے زیادہ قوی یہ ہے کہ خود صحابی نے فی سبیل اللہ کے مفہوم کو جہاد سے اعم سمجھا ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے واضح ہوتا ہے بخاریؒ فرماتے ہیں:

فقال سمعت رسول الله ﷺ من اغبرت قدماه فی سبیل الله حرمه الله علی النار.

حضرت ابوعبس عبدالرحمان بن جبر نے فی سبیل اللہ کو جہاد سے اعم مراد لیا ہے اسی لئے تو **مشی فی سبیل اللہ** کی فضیلت کے مقام میں اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے..... جب فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد کے ماسوی پر ہوسکتا ہے تو پھر اس عموم میں تبلیغی اسفار کو داخل ماننے میں بظاہر کوئی استبعاد نہیں ہے جبکہ دونوں کی غرض اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہے یعنی جہاد باللسان اور تبلیغی اسفار یعنی جہاد باللسان والبیان البتہ جو فضائل خاص طور سے جان فروشی اور سر کٹانے کے بارے میں وارد ہیں اس میں ان اسفار کو داخل ماننا اشکال سے خالی نہیں ہے۔

(کتب فضائل اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے علمی جوابات)

تبلیغ کا ثواب

سوال : کہا جاتا ہے کہ تبلیغ میں نکل کر عمل کرنے سے ایک کو سات لاکھ نیکیاں ملیں گی اور ایک ساعت تبلیغ میں نکلنا ستر سال گھر بیٹھے عبادت کرنے سے بھی افضل ہے اور ان کی دعائیں پیغمبروں کی دعائیں جیسی قبول ہوتی ہیں اور ایک روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ روپیہ اس راہ میں خرچ کرنے کی مقدار ثواب ملتا ہے، آیا یہ مفہوم بعینہ حدیث سے ثابت ہے اور بات کہاں تک صحیح ہے اگر حدیث میں ہے تو کیا وہ حدیث صحیح بھی ہے؟

جواب: خروج فی سبیل اللہ میں ہر نیکی سات لاکھ نیکی کا درجہ رکھتی ہے، یہ حدیث شریف الترغیب والترہیب میں حافظ عبدالعظیم منذری نے بیان کی ہے، اور اس کو معتبر و معتمد قرار دیا ہے، خروج فی سبیل اللہ سے عامۃ یہ سمجھا جاتا ہے اس سے قتال فی سبیل اللہ مراد ہے لیکن یہ لفظ خروج فی سبیل اللہ بہت عام ہے، دین کی ہر جد وجہد کے لئے نکلنا خروج فی سبیل اللہ ہے مثلاً علم دین سیکھنے کے لئے وعظ کہنے کے لئے، اصلاحِ نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں جانے کے لئے، تبلیغ کے واسطے جماعت بنا کر نکلنے کے لئے، کہیں فساد ہو گیا تو مظلوموں کی امداد کے لئے، اہل باطل کے فتنہ سے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر مناظرہ کرنے کے لئے یہ سب خروج فی سبیل اللہ ہے حتی کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں جمعہ کے واسطے جانے کو بھی خروج فی سبیل اللہ تجویز فرمایا ہے۔ اپنے گھر میں دعاء وعبادت کرنے اور خدا کی راہ میں نکل کر دعا اور عبات کرنے میں بھی بڑا فرق ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء

علیہم السلام کی بعثت کا مقصود اسی دین حق کی تبلیغ واشاعت ہے لہٰذا جس کی زندگی اس راہ سے زیادہ قریب ہوگی اس کو اسی قدر انبیاء سے دعاء وعبادت میں زیادہ قرب ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ: جلد۴)

سوال: تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں اللہ کے راستے میں نکلو، اللہ کے راستے میں ایک نماز کا ثواب انچاس کروڑ نمازوں کے برابر ہے لیکن میں نے سنا ہے یہ جہاد فی سبیل اللہ میں ہے؟

جواب: تبلیغی کام بھی جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔

تبلیغی سفر میں ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ تک مل سکتا ہے؟

سوال: تبلیغی جماعت والے اپنے سفر کے وہی فضائل بیان کرتے ہیں جو جہاد کے بارے میں وارد ہیں کیا یہ درست ہے اور آپ کے حوالہ سے ابوداؤد شریف کی روایت کا خلاصہ پیش کرتے ہیں کہ ایک روپیہ خرچ کروگے تو سات لاکھ تک کا ثواب ملے گا۔ ابوداؤد کی وہ روایت بھی نقل فرمادیں؟

جواب: تبلیغی جماعت میں دورہ کرنا بھی جہاد کے اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ لہٰذا وہ فضائل جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے وارد ہوئے ہیں، وہ تبلیغی گشت وسفر کے لئے پیش کئے جاسکتے ہیں کیوں کہ اس دعوت وتبلیغ کے ذریعہ سے بھی اسلام دنیا میں چمکا ہے اس لئے اس راستہ میں نکل کر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

من ارسل نفقة فی سبیل الله و اقام فی بیته فله بکل درهم سبع مائة دراهم ومن غزاً بنفسه فی سبیل الله و انفق فی سبیل الله فله بکل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلاهٰذه الأیة و الله یضاعف لمن یشاء الأیة. (مشکوۃ جلد ۱) (خیر الفتاویٰ جلد اول)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''تبلیغ والے جہاد کی احادیث کو اپنے تبلیغی اسفار کی تائید میں پیش کرتے ہیں، یہ اشکال ہوتا ہے اور تعجب اس پر ہے کہ یہ اشکال عوام کے بجائے اہل علم کی طرف سے زیادہ آیا، اہل علم کی طرف سے اس قسم کے اشکالات کا وارد ہونا زیادہ موجب تعجب ہے، اس لئے جہاد کے اسفار میں قتال اگرچہ عرفاً زیادہ معروف ہے، لیکن لغت اور نصوص جہاد کو قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے، اصل جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کی سعی ہے، جس کا درجۂ مجبوری اور آخری درجہ بھی قتال ہے، قتال اصل مقصود نہیں ہے بلکہ بدرجۂ مجبوری ہے''۔ (جماعت تبلیغ پر اعتراضات اور اس کے جوابات)

جہاد فی سبیل اللہ کی

آیات اور احادیث کو دعوت و تبلیغ پر محمول کرنا

سوال: عام طور پر تبلیغی حضرات جہاد فی سبیل اللہ یا مطلق فی سبیل اللہ کی آیات اور احادیث کو دعوت و تبلیغ پر محمول کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: تبلیغی حضرات کا فی سبیل اللہ یا مطلق فی سبیل اللہ کی آیات اور احادیث کو دعوت و تبلیغ پر محمول کرنا بالکل درست اور صحیح ہے، وجہ یہ ہے کہ محدثین

حضرات نے بھی اس قسم کی روایات کو کارِ خیر پر محمول فرمایا ہے، ہاں جہاد بمعنی قتال کی نفی جائز نہیں بلکہ وہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور دشمنوں کی سرکوبی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ملاحظہ ہو: امام بخاریؒ نے باب قائم فرمایا ہے: باب المشی الی الجمعۃ اور اس کے تحت فی سبیل اللہ والی روایت ذکر فرمائی ہے جو کہ عامۃ کتاب الجہاد میں ذکر کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

قال یزید بن ابی مریم حدثنا عباية من رفاعة قال ادرکنی ابو عبس وانا اذهب الی الجمعة فقال سمعت رسول الله ﷺ یقول من اغبرت قد ماه فی سبیل الله حرمه الله علی النار (رواه البخاری ۱/۱۲۴/۸۹۷)

یعنی سعی الی الجمعۃ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

عن یزید بن ابی مریم قال لحقنی عباية بن رفاعة عن رافع وانا ماش الی الجمعة فقال ابشر فان خطاک هذه فی سبیل الله سمعت ابا عبس یقول قال رسول الله ﷺ من اغبرت قد ماه فی سبیل الله فهما حرام علی النار. هذا حدیث حسن صحیح وابو عبس اسمه عبد الرحمان بن حبیر. (رواه الترمذی ۲/۲۹۲)

وقال الشیخ فی اللمعات: والمراد بسبیل الله السعی الی الجهاد وهو المتعارف فی الشرع وقد یراد به السعی الی الحج والرزق الحلال. (حاشیه الترمذی للمحدث أحمد علی السهارنفوی ۲/۲۹۲)

مرقات میں ہے:

(فی سبیل الله) هو فی الحقیقة کل سبیل یطلب فیه رضاه، فیتناول سبیل طلب العلم و حضور صلوة جماعة وعیادة مریض وشهود جنازة ونحوها لکنه عند الاطلاق یحمل علی سبیل الجهاد

وقیل یحمل علی سبیل الحج لخیر أن رجلا جعل بعیرا فی سبیل الله فأمره ﷺ أن یحمل علیه الحاج. (مرقات ۷/۲۷۱)

ملا علی قاریؒ نے فی سبیل اللہ کو ہر کارِ خیر پر محمول کیا ہے جو اللہ کی رضا مندی کیلئے ہو۔ اور دعوت و تبلیغ تو کارِ خیر کی اصل جڑ اور بنیاد ہے لہٰذا بدرجہ اولیٰ محمول کر سکتے ہیں۔

بدائع الصنائع میں ہے:

فی سبیل الله عبارة عن جمیع القرب فیدخل فیه کل من سعی فی طاعة الله وسبیل الخیرات. (بدائع الصنائع ۳/۲۷۱)

یعنی فی سبیل اللہ میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کی اطاعت اور کارِ خیر میں سعی کرے۔

نیز امام بخاریؒ نے باب قائم فرمایا: "باب مسح الغبار عن الرأس فی سبیل الله" اور اس میں مسجد نبوی کی تعمیر کا واقعہ بیان فرمایا۔ ملاحظہ ہو: عن ابی سعید ؓ: قال کنا ننقل لبن المسجد لبنة لبنة وکان عمار ینقل لبنتین لبنتین فمر به النبی ﷺ ومسح عن رأسه الغبار فقال ویح عمار تقتله الفئة الباغیة.

یعنی مسجد کی تعمیر کارِ خیر اور فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ نیز نصوص میں بکثرت لفظِ جہاد قتال کے علاوہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف میں ہے:

عن ابن زید بن خالدؓ قال قال رسول الله ﷺ من جهز غازیا فی سبیل الله فقد غزا ومن خلف غازیا فی سبیل الله بخیر فقد غزا. (رواه البخاری ۱/۳۹۸)

قال عمرؓ: شدو الرحال فی الحج فانه أحد المجاهدین.

(بخاری ۱/۳۰۵)

المجاهد من جاهد نفسه فی سبیل الله.

(رواه الترمذی ۱/۲۹۱ باب ما جاء فی فضل من مات مرابطا)

عن عبدالله بن عمر وقال: جاء رجل الی النبی ﷺ فاستأذنه فی الجهاد فقال أحی والداک قال: نعم قال: ففیهما فجاهد.

(رواه البخاری ۱/۴۲۱)

عن عائشة رضی الله عنها قالت: قلت یا رسول الله علی النساء جهاد؟ قال: نعم علیهن جهاد لا قتال فیه۔ (رواه ابن ماجه ص ۲۰۸)

ان تمام احادیث میں جہاد فی سبیل اللہ سے قتال مراد نہیں بلکہ کبھی تو حج اور کبھی والدین کی خدمت کو فی جہاد فی سبیل اللہ فرمایا ہے۔

ہجرت کے سفر میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جب غار ثور میں تشریف فرماتے تھے تو حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کھانا پہنچاتی تھی، امام بخاریؒ نے اس واقعہ کو بھی غزوہ میں شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف میں ہے:

باب حمل زاد فی الغزو: عن أسماءؓ قالت: صنعت سفرة رسول الله فی بیت أبی بکر حین أراد أن یهاجر الی المدینة، قالت فلم نجد لسفرته ولسقائه مانربطهمابه فقلت لأبی بکرو الله ماأجد شیئا أربط به الا نطاقی، قال فشقیه باثنین فاربطی بواحد السقاء وبالآخر السفرة ففعلت ذلک فلذا سمیت ذات الناطقین. (رواه البخاری ۱/۴۱۸)

نیز آیت کریمہ (**والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا**) میں بھی جہاد سے قتال مراد نہیں، کیونکہ یہ مکی سورت ہے۔

خلاصہ: ان تمام نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ جہاد فی سبیل اللہ کارِ خیر میں

مستعمل ہے اور ائمہ ومحدثین نے بھی استعمال فرمایا ہے، لہٰذا تبلیغی حضرات فی سبیل اللہ کی نصوص کو دعوت الی اللہ کے لئے استعمال کریں تو کوئی حرج نہیں بالکل صحیح ہے۔ بلکہ دعوت الی اللہ کارِ خیر کی اصل بنیاد ہے ہاں جہاد فی سبیل اللہ کی ایک اعلیٰ قسم دشمن اسلام کی سرکوبی (قتال) بھی ہے جس سے انکار کرنا حماقت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اوّل)

تعلیم وتبلیغ کی ضرورت

سوال: دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا پچیس ہزار کم وبیش انبیاء علیہم السلام آئے، اور سب نے دین حق کی دعوت دی اور گشت کیا، یہ گشت سنت ہے یا نہیں؟ مبلغین حضرات اکثر اپنے گشت کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گشت کرنا تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، اور اس گشت کو کرنے کے بعد جو نماز پڑھی جائیگی اس کی فضیلت سات لاکھ ہو جائیگی، لفظ گشت کرنا سنت ہے، یہ کیسے ثابت کیا جائے؟ حوالہ حدیث سے دیں۔

(۲) اللہ کے راستے میں نکل کر ہر نیک عمل سات لاکھ بن جاتا ہے، نماز، ذکر، قرآن اور ہر نیکی سات لاکھ بن جاتی ہے، نظام الدین مرکز کے اکابرین کہتے ہیں کہ یہ چودہ روایتوں سے منقول ہے، مسند احمد، مشکوۃ شریف، ترغیب وترہیب کا حوالہ دیتے ہیں.

(۳) کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ حضور ﷺ نے کلمہ، نماز کی دعوت ودین حق کی دعوت مسلمانوں کو دی تھی یا کفار کو، اور یہ مسلمانوں کو کلمہ نماز پڑھاتے پھرتے ہیں، کیا مبلغین اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، یہ شک کرتے ہیں اور صرف اپنے

آپ کو ہی مسلمان سمجھتے ہیں، تو اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اللہ کے رسول ﷺ کے کاموں میں تبلیغ بھی ہے اور تعلیم بھی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **یا ایھا الرسول بلغ ماأنزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته.** (الایة)(سورة مائده)

لقد من الله علی المؤمنین اذبعث فیهم رسولاً من أنفسهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة. (الایة)(سوره ال عمران)

آپ ﷺ نے دونوں ہی کام کئے ہیں تبلیغ کے لئے دوسروں کے پاس تشریف لے گئے ہیں، اور تعلیم کے لئے دوسرے لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، تبلیغ کا معنی پہنچانا، اس کے لئے مبلغ کو جانا بھی ہوتا ہے، تعلیم کے معنی ہے علم سیکھنا اس کے لئے سیکھنے والے کو معلم کے پاس آنا ہوتا ہے، یہ دونوں کام امت کے سپرد بھی فرمائے: **بلغوا عنی ولو آیة** اخیر خطبہ میں ارشاد فرمایا: **ألا فلیبلغ الشاهد الغائب** (الحدیث) یعنی جو شخص حاضر ہے جس نے براہ راست مجھ سے دین سیکھا وہ غائب تک پہنچادے، دین کے ہر ہر جزء اور حکم کی تبلیغ صحابہ کرامؓ نے کی ہے، اس لئے کہ دین کا ہر حکم امانت ہے اس کا پہونچانا ضروری ہے، بعض چیزیں ایسی بھی تھیں کہ بعض صحابہ کرامؓ نے بالکل اپنی آخری حیات میں بیان فرمائی ہیں کہ کہیں یہ امانت ہمارے ذمہ باقی نہ رہ جائے، حضور مقبول ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر جس نے ایک دفعہ صدق دل سے کلمہ پڑھ لیا وہ مؤمن کامل ہوگیا اس کا درجہ اتنا بلند ہے کہ بعد والوں کو میسر نہیں، پھر اس کے دل میں ایسی لگن پیدا ہوجاتی تھی کہ وہ سارا دین سیکھنے کے لئے تیار ہوجاتا تھا، اور بے چین رہتا تھا اور خود حاضر ہوکر یا جس طرح سے بھی اس کو ممکن ہو دین سیکھتا تھا، ایک ایک حکم بتانے اور پہونچانے کیلئے

اس کے پاس جانے کی نوبت نہیں آتی تھی، تاہم بعض احکام دوسروں تک پہونچانے کے انتظامات بھی کیئے، کبھی کسی کو متعین کیا کہ گشت کر کے فلاں حکم پہونچادو کبھی لوگوں کو بلا کر جمع کر دیا گیا پھر حکم سنادیا گیا، کبھی حج کے موقع پر آدمی بھیجے گئے کہ فلاں حکم کا اعلان کردو وغیرہ وغیرہ، اس کے علاوہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم سب ہی صحابہ کرامؓ کو دیا گیا، اور فرمایا گیا کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو لا الہ الا اللہ پڑھ کر، اسکا یہ مطلب نہیں کہ (معاذ اللہ) ان حضرات میں ایمان موجود نہیں تھا، یہاں دارالعلوم میں بھی بعض حضرات معلم ہیں، ان کی درسگاہ میں علم سیکھنے کیلئے طلبہ حاضر ہوتے ہیں، اور حضرات مبلغ ہیں کہ وہ مختلف مقامات پر خود سفر کر کے جاتے ہیں اور دین پہونچاتے ہیں، آج یہ بات نہیں کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا اس میں دین سیکھنے کی لگن پیدا ہو جائے یا وہ خود اپنی جگہ ایمان کی تجدید میں لگا رہے، عربی مدارس جگہ جگہ خدا کے فضل سے قائم ہیں تعلیم کا انتظام ہے مگر دین کی لگن نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم آدمی اپنے بچوں کو علم سیکھنے کے لئے بھیجتے ہیں، مسجدیں ویران ہیں مسلمانوں کا محلّہ ہونے کے باوجود کتنی مساجد ایسی ہیں جن میں اذان و جماعت کا اہتمام نہیں کسی مسجد میں تنہا ایک شخص اذان کہتا ہے اور نماز پڑھ لیتا ہے کسی میں دو تین نمازی ہوتے ہیں ضلع کے ضلع ایسے ملیں گے جن میں کوئی عالم نہیں، حافظ نہیں، بہت سے علاقے ایسے ہیں جن میں بسنے والے مسلمانوں کو دین کی بنیادی چیزیں کلمہ وغیرہ بھی معلوم نہیں، صورت شکل، چال چلن، رسم ورواج کسی چیز سے بھی اسلام ظاہر نہیں ہوتا، رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے اور وہاں خبر تک نہیں ہوتی، پانچ وقت کی نماز ہی غائب ہے تو پھر تراویح کا کیا ذکر ہے، ہوٹل کھلے ہوئے ہیں اور خدا کے قانون روزہ کو علی الاعلان توڑا جارہا ہے ان سب حالات کے پیش نظر دین حاصل کرنے کی لگن کا پیدا ہونا

ضروری ہے اس تبلیغ کا حاصل یہی ہے کہ دین سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو جائے کلمہ پڑھنے پڑھانے سے یہ ہرگز تصور نہ کریں کہ مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا، کلمہ پڑھ کر اور پڑھا کر اس کا مطلب سمجھایا جاتا ہے اور جن کو کلمہ یاد نہیں ان کو کلمہ یاد کرایا جاتا ہے جن کو نماز یاد نہیں ان کو نماز یاد کرائی جاتی ہے جن کو مطلب یاد نہیں ان کو مطلب سمجھایا جاتا ہے اس کی بدولت بے شمار آدمی کلمہ سیکھ گئے نمازیں سیکھ گئے نمازیں پڑھنے لگے حج میں کام کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا حج صحیح طریقہ پر ادا ہونے لگا، لوگوں میں دین کا چرچا عام ہونے لگا، جگہ جگہ دینی مکتب و مدرسے قائم ہو گئے، بڑی عمر کے لوگوں میں دین سیکھنے کے لئے سفر کرنے کا رواج ہو گیا، بکثرت لوگ زکوٰۃ دینے لگے، حرام معاملات سے پرہیز کرنے لگے، خدا کے راستے میں جدوجہد کے لئے۔

جو شخص نکلے اس کے واسطے ہر نیکی کا ثواب سات لاکھ والی حدیث حضرت علیؓ ابوالدرداء، ابوہریرہ، ابوامامہ، ابن عمر، جابر، عمران بن حصین، رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

و من ارسل بنفقة فی سبیل الله و اقام فی بیته فله بکل درهم سبع مأة درهم ومن غزا بنفسه فی سبیل الله و انفق فی وجهه ذٰلک فله بکل درهم سبع مأ ة الف درهم ،ثم تلا هٰذه الآیة :والله یضاعف لمن یشاء

اس مضمون کی اور حدیثیں بھی ہیں،، جمع الفوائد ج ۲ ص ۳، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۵ ص ۲۸۲، یہ روایت اصالۃً غزوہ اور جہاد سے متعلق ہیں، مگر جہاد کا مفہوم قتال سے عام ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد: ۴)

تبلیغی چلّے کی حقیقت

سوال: آج کل تبلیغی جماعت والے تبلیغ میں چلہ لگانے پر بہت زور دیتے

ہیں کیا تبلیغ کے لئے دنوں کی یہ تعداد قرآن وسنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: روحانی امراض سے شفاء کے لئے ضروری ہے کہ طبیعت میں تبدیلی پیدا ہو جائے، چوں کہ تبلیغ میں چلہ یعنی چالیس دن لگانے والے میں کافی تبدیلی آجاتی ہے اس لئے تبلیغ والے چلہ لگانے پر زور دیتے ہیں، یہ کوئی واجب، سنت یا فرض نہیں بلکہ صرف روحانی علاج کے لئے چلہ مقرر کیا گیا ہے، جس طرح چالیس دن تک تکبیر اولیٰ سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے تبدیلی رونما ہوتی ہے اسی طرح تبلیغ میں چلہ لگانے سے بھی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

لماقال رسول الله ﷺ من صلى الله اربعين يوماً فى جماعة يدرك التكبيرة الاولىٰ كتب له برأتان برأة من النار وبرأة من النفاق

(مشکوٰۃ جلد ۱)(فتاویٰ حقانیہ جلد اول)

تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا

سوال: اگر کسی شخص کو نماز جنازہ بھی پڑھنا نہ آتی ہو، اور قرآن پاک کی کسی آیت کا مطلب بھی نہیں سمجھتا ہو تو کیا ایسا شخص بھی تبلیغی کام کرسکتا ہے؟

جواب: تبلیغی کام اور جماعت کا مقصود دین سیکھنا اور سکھانا ہے، بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی ایسی ہے جو دین سے بالکل ناواقف تھی، تبلیغی جماعت کے ساتھ ایک دو چلّے کے لئے نکلے، وہاں وضو، غسل، نماز، قرآن پاک، نماز جنازہ بہت کچھ انہوں نے سیکھا، مکان پر رہتے تو اپنے دھندوں میں لگے رہنے کی وجہ سے برسوں بلکہ شاید عمر بھر بھی اس کی نوبت نہ آتی، بعضوں کو بہت سی حدیثیں یاد ہوگئیں کہ اہل علم کی طرح دین کی معلومات کو بہت سلجھا کر تقریر کرلیتے ہیں، تبلیغی جماعت دین سیکھنے کے

لئے مدرسہ کا کام بھی دیتی ہے، جن لوگوں کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ مدرسہ میں داخل ہو کر باقاعدہ پڑھیں، ان کیلئے تبلیغی جماعت میں رہ کر دین سیکھنا بہت آسان ہے۔

چلّہ کے فوائد

سوال: تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کا خیال ہے؟ یہ لوگوں کو باہر نکلنے پر کیوں مجبور کرتی ہے، کیا باہر اور چلہ دینا ضروری چیز ہے، اس جماعت کے بانی کیا اس تحریک کے ذریعہ کوئی نئی قوم تیار کرنا چاہتے تھے؟ اس سے ان کی مراد کیا تھی؟

جواب: دہلی نظام الدین مرکز تبلیغ مسجد بنگلہ سے جو جماعتیں تبلیغ کے لئے جاتی ہیں، ان کے لئے ایک دستور العمل موجود ہے، ایک چھوٹا سا کتابچہ چھپا ہوا جس کا نام ہے 'چھ نمبر' ان چھ باتوں کو سیکھنے، سمجھنے، صحیح کرنے، دل میں جمانے، زندگی میں جاری کرنے کے لئے لوگ نکلتے ہیں، اپنے اپنے خرچ کا ہر شخص خود ذمہ دار ہوتا ہے، کوئی ایک روز کے لئے، کوئی تین روز کے لئے، کوئی دس دن کے لئے، کوئی ایک چلّہ کے لئے، کوئی تین چلّوں کے لئے، کوئی سال بھر کے لئے، بعضوں نے پوری زندگی ہی اس مقصد کے لئے دے دی، اس طریقہ پر نکلنے سے عقائد بھی درست ہوتے ہیں، اخلاق واعمال کی بھی اصلاح ہوتی ہے، جس سے دین پختہ ہوتا ہے، غلط چیزیں چھٹتی ہیں، مثلاً جو شخص ایک چلّہ کے لئے نکلا وہ اس مدت میں نماز باجماعت کا پابند ہو جائے گا، قرآن کریم کا بھی حسب حیثیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل کر لے گا گالی گلوچ، لڑائی، جھگڑا، شراب، غیبت، بہتان، بدخواہی، حسد وغیرہ برائیوں سے محفوظ رہے گا، چلّہ سے واپسی پر بھی امید ہے کہ دیر تک اثرات باقی رہیں گے، پھر کچھ مدت بعد دوبارہ چلّہ کے لئے نکلا تو پہلے چلّہ کی باتوں میں پختگی آئے گی تبلیغی نصاب

سن کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق درست کرنے کا اچھا خاصا جذبہ پیدا ہوگا غرض اس طرح جتنا زیادہ سے زیادہ وقت دے گا اسی قدر زیادہ اصلاح ہوگی دین قائم ہوگا، غلط باتوں سے بچے گا، جو مالدار تاجر وغیرہ زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے وہ اس تبلیغ کی بدولت باقاعدہ پورا پورا حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرنے لگے ہیں، جن پر حج فرض تھا مگر ارادہ نہیں کرتے تھے وہ فضائل حج سن کر حج کے لئے آمادہ ہوگئے، بلکہ عمرہ کرنے کے لئے بھی مستقل سفر کرنے لگے، جگہ جگہ مکاتب ومدارس قائم ہوگئے جن سے قرآن کریم اور دینی تعلیم کو فروغ ہوا ہے۔ اچھی خاصی بڑی عمر والوں کو بھی تعلیمی حلقوں میں نماز سننے اور سنانے کی نوبت آئی اور اپنی غلطی پر اطلاع ہوئی تو وہ اصلاح کی فکر میں لگ گئے، نمازیں درست کرنے لگے جو صرف الفاظ جانتے تھے انہوں نے معانی ومطالب کو بھی سیکھنا شروع کر دیا، جن لوگوں نے کسی مدرسے میں تعلیم نہیں پائی، اس تبلیغ کی بدولت بہت سی احادیث کا مطلب حاصل کر لیا، الغرض اس کے بے شمار منافع ہیں، ریلوں میں، بسوں میں، جہازوں میں جماعتیں جاتی ہیں، ہر بندرگاہ پر حاجیوں میں کام کرتی ہیں، بلکہ مکہ مکرمہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ میں کام کرتی ہیں، بے شمار لوگوں کا حج اس تبلیغی کام کی بدولت صحیح اور شریعت کے مطابق ہونے لگا، مختلف ممالک کے لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں، عرب میں بھی اجتماعات ہوتے ہیں، ترکی، سوڈانی، یمنی، فلسطینی، شام، عراق ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں اور جماعتیں بنا کر نکلتے ہیں، الغرض کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں یہ کام نہ پہنچا ہو اس کی بدولت بہت بڑی مخلوق کی اصلاح ہوئی اور ہو رہی ہے۔

جو جماعت کے مخالف ہیں انہوں نے مستقل گروہ بنا کر بڑے بڑے اجتماعات میں مخالفت اور فتنہ پردازی کے لئے بھیجے اس گروہ نے جب دین حق کی

باتیں سنی اور عملی زندگی کو دیکھا تو وہ گروہ رو پڑا اور بہت ندامت کے ساتھ اپنے غلط ارادوں سے توبہ کی اور جن لوگوں نے اس گروہ کو بھیجا تھا ان پر بہت زیادہ اظہار افسوس کیا کہ ہمیں ان لوگوں نے اندھیرے میں رکھا اور غلط باتیں بتائیں **انّا لله و انّاالیه راجعون .**

اگر یہی چیز وہابیت، دیوبندیت ہے تو اس پر اعتراض ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ ایک بے نفس بزرگ تھے جن کو حضرت رسول کریم ﷺ سے عشق تھا اور آپ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا اور چاہتے تھے کہ ایک مستقل جماعت ہر علاقہ میں ایسی ہونی چاہیے جن کا مقصد زندگی ہی دین اسلام اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ واشاعت ہو، ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا لایا ہوا پورا دین مسلمانوں تک پہونچا دیں اور ان کو سکھا دیں اور یہ کلمہ ونماز اس کی الف ب ت ہے، اس پر کیا اعتراض ہے کیوں کہ صرف نماز کے لئے تو وعظ بھی ہوتے رہتے ہیں، مگر یہاں صرف نماز پر کفایت کرنا نہیں ہے بلکہ پورے دین کو لے کر مستقلاً مقصد بنانا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد:۴)

تبلیغ دین فرض کفایہ ہے

سوال: کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

جواب: خلق خدا کو اوامر کی دعوت دینا اور نواہی سے منع کرنا شرعاً فرض کفایہ ہے جو کہ بعض کے انجام دینے سے کل کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، فرض عین کی رائے رکھنا خطا پر محمول ہے، تاہم اپنے آپ کو رذائل سے پاک کرنا فرض ہے۔

(فتاویٰ حقانیہ)

ہندو تھانیدار اور چلّہ

ایک ہندو تھانیدار نے ایک چور کو پکڑا، جیل میں ڈالا، پٹائی کی، وہ چور میواتی مسلمان تھا، ہندو تھانیدار نے اس سے پوچھا تو نے جماعت (تبلیغ) میں چلہ دیا ہے؟ اس نے کہا 'نہیں دیا' تھانیدار نے خوب پٹائی کی اور اس شرط پر چھوڑا کہ چلہ دے، تھانیدار جانتا تھا کہ اس چلہ (چالیس دن کے لئے تبلیغ کی محنت میں چلت پھرت) کے ذریعہ یہ جرائم ختم ہو جاتے ہیں۔ (ملفوظات ۵۶/۵)

اساتذہ کو تبلیغی جماعت میں بھیجنا

ایک صاحب نے سوال کیا: عربی مدارس کے اساتذہ کو تبلیغ میں جانے کے لئے ماہانہ، تین دن، یا سالانہ، چلہ یا زندگی کے تین چلہ یا ایک سال کی تعطیل تنخواہ کے ساتھ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر ضرورت ہو تو دی جاسکتی ہے تعلیم کا مقصد دین کی اشاعت ہے آخر مدرسہ والے مدرسہ کے پیسے سے رسالہ بھی نکالتے ہیں، مدرسہ کے پیسے سے وعظ کے لئے بھی بھیجتے ہیں جلسوں میں شرکت کے لئے بھی بھیجتے ہیں یہ سب کا سب تعلیم کے مقاصد میں سے ہے اگر وہاں کے لوگ اس سفر کو مناسب سمجھتے ہیں اور اس کی ضرورت بھی ہے تو وہاں کر سکتے ہیں۔ (ملفوظات ۲۰/۶)

دعوت و تبلیغ کے لئے گھر گھر جانا

سوال: کیا دعوت و تبلیغ کے لئے گھر گھر جانے کا احادیث میں ثبوت ہے؟

جواب: احادیث اور سیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ لوگوں کو انفراداً و اجتماعاً دعوت دیتے تھے صرف گھر گھر جا کر نہیں بلکہ آپ کبھی طائف کبھی مکہ مکرمہ کے بازاروں میں تشریف لے جاتے نیز حج کے موسم میں بھی لوگوں کے پاس جاتے تھے اور دعوت و تبلیغ کرتے تھے۔ علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں:

فخرج الی الطائف هو وزید بن حارثة یدعو الی الله تعالیٰ وأقام به أیاما فلم یجیبوه و آذوه وأخرجوه وقاموا له سماطین فرجموه بالحجارة حتی ادموا کعبیه فانصرف عنهم رسول الله ﷺ راجعا الی مکه.

(زادالمعاد ۱/۹۸)(فتاویٰ زکریا جلداوّل)

ایک حدیث کی رو سے تبلیغ کو ترک کرنے کا حکم

سوال: جب تم دیکھو کہ حرص کی اطاعت کی جارہی ہے، خواہش نفس کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جارہی ہے، اور ہر شخص اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو اپنی فکر کرو اور عوام کی فکر چھوڑ دو۔ کیا وہ وقت اس وقت موجود ہے؟ اگر موجود ہے تو عوام کی فکر میں کون سے امور شامل ہیں؟ کیا تبلیغ کردی جائے؟

جواب: حدیث مذکور میں جس زمانے کا ذکر ہے، بظاہر ابھی وہ دور نہیں آیا، ابھی تبلیغ دین کا فریضہ ساقط نہیں ہوا، بحالات موجودہ تبلیغ فائدے سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی جلداوّل)

تبلیغ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد ادا کرنا لازم ہے

سوال: تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس

کا کام کیسا ہے؟ نیز تبلیغ دین کی شرائط کیا ہیں؟ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

جواب: تبلیغی جماعت کا کام مفید ہے، البتہ تبلیغ دین کی شرائط کسی عالم دین سے معلوم کرلی جائیں، ان کے مطابق عمل کیا جائے، اور حقوق العباد کی ادائیگی کا پورا اہتمام کیا جائے۔

تبلیغی جماعت میں تقریر کی حیثیت

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں بات کرنے کیلئے صرف تبلیغی جماعت والوں ہی کو حق ہے یا اور کسی کو بھی؟ مثلاً کوئی عالم حافظ یا اور کسی بھی مسلک کا جیسے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ان لوگوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں تبلیغی مرکز کے اندر وقتاً فوقتاً بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض تبلیغی جماعت والے یہ کہتے ہیں کہ یہاں مرکز میں اور کوئی بیان نہیں کرسکتا تبلیغی جماعت کے علاوہ، اگر کوئی قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرنا چاہتا ہے تو اسے روکنا کیسا ہے؟ روکنے والے کو گناہ ہوگا یا ثواب؟

جواب: تبلیغی جماعت میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہر مسلک کے آدمی آتے ہیں کتاب بھی سناتے ہیں، گشت بھی کرتے ہیں، یہ تبلیغ کسی ایک مسلک کے لئے مخصوص نہیں ہے جس کو بھی دین سیکھنا اور پھیلانا مقصود ہو وہ اس جماعت میں کام کرتا ہے۔ جس مقصد کے لئے کوئی اجتماع کیا جائے اس میں اس مقصد کی بات کی جاتی ہے، دوسرا مقصد اگرچہ درست اور شرعی مقصد ہو اس کو وہاں بیان کرنا مناسب نہیں، مثلاً ایک جگہ بخاری شریف کا درس ہو اور اس کے لئے طلباء اور اساتذہ جمع ہوئے ہوں اور احادیث کا بیان ہو رہا ہو تو کوئی شخص وہاں آکر قرآن شریف کی تفسیر بیان کرنا شروع کردے یا تبلیغی تقریر کرنے لگے تو اس کو روکا جائے گا، کہ یہاں اس

وقت یہ مجمع بخاری شریف کے درس کے لئے یہاں جمع ہوا ہے آپ تفسیر یا تبلیغ دوسرے وقت کریں، اسی طرح اگر تبلیغ کے لئے مجمع ہے تو وہاں تبلیغ ہی کی بات کہی جائے گی، کوئی اگر تفسیر یا بخاری کا درس دینے لگے تو اس سے کہا جائے گا کہ اس وقت یہ مجمع تبلیغ کی بات کے لئے جمع ہوا ہے، آپ اپنا کام دوسرے وقت کریں، اور یہ بات نہایت نرمی اور شفقت سے کی جائے جس سے کہ سمجھ میں آجائے اور کوئی فتنہ بھی نہ ہو، اور یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے، سب جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت میں عام تقریر تجربہ کار علماء ہی کو کرنی چاہئے جو ایسے نہ ہوں ان کو چھ نمبر یا کوئی اور تبلیغی نصاب کی کتاب پڑھ کر سنانی چاہئے وہ عام تقریر نہ کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۴)

چلّہ لگانے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص اپنی اصلاح و تحصیل علم کیلئے تبلیغ میں سالانہ چلّہ لگاتا ہے تو کیا تحصیل علم و اصلاح کے لئے مزدوری چھوڑ کر چلے کیلئے نکلنا بہتر ہے یا نہیں؟

الجواب: چوبیس گھنٹے زندگی کو شریعت اسلامیہ کے مطابق گذارنے کے لئے ضروری احکامات کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے، اس کے علاوہ دیگر علوم کی تحصیل نفلی عبادات سے افضل ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ضروری علوم کے علاوہ مزید علم کی تحصیل اور اصلاح نفس کے لئے سالانہ چلّہ لگانا چاہے اور اس سے اہل و عیال کا نان و نفقہ متاثر نہ ہوتا ہو تو اس کے لئے تبلیغ میں سالانہ چلّے پر جانا بہتر ہے۔

لماقال العلامه ابن البزاز الكردیؒ طلب العلم و الفقه اذا صحت النية افضل اعمال البر و كذا الاشتغال بزيادة العلم اذا صحت النية لانّه اعم نفقاً لكن بشرط ان لا يد خل النقصان فی فرائضه. (الفتاویٰ البزازیه علیٰ هامش الهنديه ج ٦) (فتاویٰ حقانیہ جلد اول)

پیسے دے کر تبلیغ میں بھیجنا اور اس کے گھر والوں کو بھی خرچہ دینا

سوال: جس کی معاشی حالت کمزور ہو اور محنت مزدوری کر کے اپنا گذر بسر کرتا ہو، اس کو تبلیغی جماعت میں بھیج کر اس کے گھر والوں کو خرچ کیلئے پیسے دئے جاتے ہیں تو کیا صاحب استطاعت اور کاروباری شخص کا اس طرح کسی کی مدد کرنا صحیح ہے؟

جواب: جائز ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے جس طرح علماء تنخواہ لے کر پڑھاتے ہیں، اسی طرح کسی کو تنخواہ دے کر تبلیغ میں بھیجنا یا اس کی کچھ مدد کرنا جائز ہے بلکہ یہ ثواب کا کام ہے پس اس طرح پیسہ لینا دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ فلاحیہ جلد اوّل)

تبلیغی جماعت پر اعتراض کرنیوالوں کو کیا جواب دیں

سوال: موجودہ دور میں تبلیغی جماعت کام کرتی ہے، ہر کسی کو نماز کی طرف بلانا تعلیم وغیرہ کرنا۔ مگر لوگ اکثر مخالفت اس طرح کرتے ہیں کہ یہ جاہل ہیں اپنی طرف سے باتیں بنائے ہیں فقط وہی بیان کرتے ہیں؟

جواب: جو لوگ اعتراض کرتے ہیں ان سے کہا جائے کہ بھائی تین چلّے، ایک چلّہ، دس دن، تین دن جماعت میں نکل کر دیکھو پھر اپنی رائے کا اظہار کرو، جب تک وقت نہ لگاؤ اس کام کی حقیقت سمجھ میں نہیں آئے گی اور کسی چیز کی حقیقت سمجھے بغیر اس کے بارے میں رائے دینا غلط ہوتا ہے۔

''تبلیغی جماعت'' اور بعض شکایات

آپ نے تبلیغی جماعت اور اس کے تبلیغی کام سے متعلق جو چند شکایتیں اور بعض اشکالات لکھے ہیں اور بعض اصلاح طلب امور کی طرف توجہ دلائی ہے اس کے بارے میں پہلی بات تو مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ آپ نے جماعت کا خاص رکن اور ذمہ دار سمجھ کر اس سلسلہ میں مجھے مخاطب فرمایا ہے میں ذرہ برابر انکسار کے بغیر عرض کرتا ہوں ''واقعہ میں میری یہ حیثیت بالکل نہیں ہے۔ میں اگرچہ اصولی طور پر اس کام کو بڑا مبارک اور مقبول کام سمجھتا ہوں اور میرے دل میں اس کی بڑی عظمت ہے لیکن اپنے خاص حالات اور اپنے بعض مشاغل کی وجہ سے جن کو میں نے اپنا رکھا ہے میں اس کام میں بہت کم عملی حصہ لے سکتا ہوں، اور چوں کہ یہ کام سراسر عملی ہے اس میں کسی کا کوئی منصب اور کوئی عہدہ نہیں ہے اس لئے میں اس کے تیسرے درجہ کے کارکنوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں ہوں اس لئے اس کام کے سلسلہ میں اگر آپ کو یا کسی کو کوئی مخلصانہ مشورہ دینا ہو یا کسی اصلاحی بات کی طرف توجہ دلانی ہو اس کام کے اصل مرکز ''بستی نظام الدین اولیاء دہلی'' کو لکھنا چاہئے بلکہ زیادہ صحیح اور مفید طریقہ یہ ہے کہ اس کام کے اصل رواح رواں حضرت مولانا یوسف صاحب دامت فیوضہم کی خدمت میں حاضر ہو کر بالمصافحہ ان سے عرض کیا جائے''۔

تاہم چوں کہ اس کام سے اور اس کی خاص کارکنوں اور ان کے حالات وخیالات سے بفضلہٖ تعالیٰ واقفیت رکھتا ہوں اس لئے گرامی نامہ کے مندرجہ جات کے بارے میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ آپ کے خط سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کام کی حقیقت سے آپ شاید بالکل واقف نہیں ہیں بلکہ اس کے مشہور عنوان

''تبلیغ'' کے لفظ سے آپ کے ذہن میں جو تصور قائم ہوا ہے، بس اسی کو بنیاد بنا کر آپ نے رائے قائم کی ہے اور مشورے دیئے ہیں اس لئے ان میں زیادہ تر ایسے ہیں جو اصل کام سے بالکل غیر متعلق ہیں۔ ''یہ داخلی تبلیغ'' اور ''خارجی تبلیغ'' کی لمبی بحث جو آپ نے لکھی ہے اسی نادانگی کا نتیجہ ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ اس کام کے لئے ''تبلیغ'' کا عنوان اور اس کے کرنے والوں کے لئے ''تبلیغی جماعت'' وعظ ونصیحت کا کام کرنے والوں کی کوئی ٹیم یا پارٹی ہے اس لئے وہ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس جماعت کے ہر آدمی کو دین کا اتنا علم ضروری ہونا چاہئے جتنا کہ وعظ ونصیحت کے لئے ضروری ہے اسی طرح عملی حیثیت سے بھی اس میں کوئی نمایاں کمی نہ ہونی چاہئے۔ پھر جب وہ پھرنے والی تبلیغی جماعتوں میں ایسے لوگوں کو بھی دیکھتے ہیں جن کو صحیح وضو کرنا بھی نہیں آتا اور جن کی وضع اور صورت بھی شریعت کے مطابق نہیں ہوتی تو ان کے دلوں میں سخت اعتراض پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح جب وہ دیکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے سب سے زیادہ اصرار کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر اس کام کے لئے باہر نکلیں اور لمبے لمبے سفر کریں تو بھی لوگوں کو حیرت ہوتی ہے۔ اور ان کے دلوں میں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب وعظ ونصیحت ہی کرنا ہے اور قرب وجوار میں اور خود اپنے علاقوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں میں یہ کام کرنے کی ضرورت ہے تو یہ لمبے لمبے سفر کیوں کئے جاتے ہیں اور اللہ کے بندوں کا پیسہ ریل کے کرایوں میں کیوں فضول صرف کرایا جاتا ہے؟

بہر حال اس طرح کے سارے اعتراضات صرف اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا کام وعظ ونصیحت سمجھا جاتا ہے حالاں کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہاں تبلیغ سے مراد ایک خاص نظام عمل ہے یعنی ایک خاص قسم کے دینی اور دعوتی

ماحول میں خاص اصولوں کے ساتھ کچھ خاص اعمال واشغال کی پابندی کرتے ہوئے خاص پروگرام کے مطابق زندگی گزارنا جس سے ایمانی کیفیت میں ترقی ہو، دین سے تعلق اور واقفیت بڑھے اعمال واخلاق کی کچھ اصلاح ہو اور دین کے لئے جانی ومالی قربانی کی عادت پڑے، الغرض یہاں تبلیغ سے مراد یہی خاص ''عملی پروگرام'' ہے اور اس لئے ہر مسلمان کو خواہ اس کے علم وعمل میں کتنی ہی کمی ہو اس کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی جاتی بلکہ اس امید پر ان کو لے جایا جاتا ہے کہ انشاء اللہ جماعتی ماحول اور اس کی فضا سے یہ متاثر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جو دراصل ہادی اور مقلب القلوب ہے ہم سب پر اپنا فضل فرمائے گا۔ اس لئے جماعتوں میں ہر طرح کے ہر قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

البتہ جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے یہ غلطی جماعتوں میں ہوتی ہے کہ عام مجمعوں میں بعض اوقات ایسے لوگوں کو بات کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جاتا ہے جو اس کے اہل نہیں ہوتے بلکہ اس کام سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہوتے اور پھر وہ بات کرنے میں اپنے علم کے حد کی بھی پابندی نہیں کرتے لیکن اس کو جیسے آپ غلط سمجھتے ہیں اسی طرح کام کے ذمہ دار حضرات بھی اس کو غلط اور اس کی اصلاح ضروری سمجھتے ہیں جماعتوں کو سفر شروع کرتے وقت جو ہدایتیں دی جاتی ہیں ان میں اس بارہ میں بھی ہدایت کی جاتی ہے کہ بات کس کو اور کس طرح کرنی چاہئے، ان ہدایتوں کی پوری پابندی ہو تو ایسی غلطیاں نہ ہوں۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ ایسی غلطیاں بکثرت ہوتی ہیں، یہ بات کام کے ذمہ داروں کے لئے بلاشبہ بہت فکر اور توجہ کے لائق ہے خود میری رائے یہ کہ ایسے ہم امور کے بارے میں زبانی ہدایات کے علاوہ اگر کوئی تحریری یادداشت بھی دے دی بھی جایا کرے تو پھر انشاء اللہ ایسی غلطیوں کا

بہت کچھ سد باب ہوسکتا ہے۔

تبلیغ کی وجہ سے مدارس کو ترقی ملی ہے

آپ نے تحریر فرمایا کہ ''تبلیغی جماعت والے دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں اور جو لوگ تبلیغی جماعت میں کام کرنے لگتے ہیں ان کا تعلق مدرسوں سے کم ہوجاتا ہے''۔ یہ بات بڑی سنگین ہے ایسی باتوں کو زبان پر یا قلم پر لانے سے پہلے جتنی تحقیق کر لینی ضروری ہے میرا خیال ہے کہ اس کے بغیر آپ نے یہ بات لکھ دی ہے اگر آپ تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے کسی خاص شخص یا چند متعین افراد کے متعلق ایسی بات کہیں تو زیادہ مستبعد نہیں، میں ابھی عرض کر چکا ہوں کے اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں ان تمام مزاجوں اور خیالوں کے لوگ ہوسکتے ہیں جو مسلمانوں کے موجودہ معاشرہ میں پائے جاتے ہیں لیکن تبلیغی کام کرنے والوں کے متعلق عموم کے ساتھ یہ بات کہنا کہ وہ دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں بڑی زیادتی کی بات ہے۔ آپ نے اتنا تو سوچا ہوتا کہ اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں کتنے ہیں جو خود مدرسے چلا رہے ہیں یا مدرسوں میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جو اس کام کے روح رواں ہیں اور سب سے بڑے ذمہ دار ہیں ایک مدرسہ (کاشف العلوم) وہ بھی چلا رہے ہیں جس میں خود بھی پابندی سے درس دیتے ہیں اور یہی حال ان کے خاص الخاص رفقاء کار مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب وغیرہ کا ہے۔ مجھے بھی آپ اس کام سے خاص تعلق رکھنے والوں میں سمجھتے ہیں اور مدارس کی دنیا سے میرا تعلق آپ کو معلوم ہے۔ یعنی یہ کہ میں دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اور عاملہ کا رکن ہوں، دار العلوم ندوۃ

العلماء سے بھی میرا تعلق ہے بلکہ اب تو کچھ عرصہ سے میں نے تدریس کی کچھ ذمہ داری بھی لے لی ہے۔ اور بھی ایسے بیسیوں حضرات کو آپ جانتے ہوں گے جو اس کام سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور کسی مدرسہ کی ذمہ داری بھی ان پر ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ تبلیغی کام کرنے والے دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں کس قدر غلط اور کتنی بے تکی کی بات ہے۔

مدارس کی مخالفت کی اصل وجہ اور علاج

میرے نزدیک حقیقت اس بارے میں یہ ہے کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جن کا ذہن کسی وجہ سے مدارس اور اہل مدارس کے خلاف بن چکا ہے اپنے اسی ذہن کے ساتھ اس کام میں لگ جاتے ہیں، اور ان کی زبانوں سے وقتاً فوقتاً ایسی باتیں نکلتی ہیں اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی جو دین سے بالکل بے تعلق تھا غفلت اور فراموشی کی زندگی گزار رہا تھا اس کام میں لگنے کے بعد بس اسی کام کو اصل دینی کام اور دینی خدمت سمجھتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ بہت سے علماء اور اہل مدارس جن پر دین کی خدمت کا سب سے زیادہ حق ہے یہ کام نہیں کر رہے ہیں تو اپنی علمی اور دینی تربیت نہ پانے کی وجہ سے ان پر اعتراض اور تنقید کرنے لگتے ہیں، لیکن میں اپنے معمولات اور تجربوں کی بناء پر پورے وثوق کہہ سکتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا تعلق کام سے جس قدر بڑھتا ہے اور اصل کارکنوں اور ذمہ داروں سے جتنا اختلاط ہوتا ہے ان کی اس غلطی کی اصلاح ہوتی رہتی ہے، البتہ دوسری علمی و عملی غلطیوں کی طرح اس غلطی کی اصلاح کے لئے یہاں تردید و بحث کا طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اپنے طریقے پر ذہن بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے جو اللہ کے فضل سے اکثر کامیاب ہوتی ہے، میں ایسے متعدد

حضرات کو جانتا ہوں جو پہلے مدارس اور اہل مدارس سے سخت بیزار اور بڑے بے باک معترض تھے۔ لیکن اس کام سے اور پھر کام کے مرکز نظام الدین سے تعلق بڑھنے کے بعد ان کا ذہن بدلا اور وہ مدارس کے قدر شناس اور خادم بن گئے۔

ہم نے خود حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ کو دیکھا ہے کہ وہ اس کا پورا اہتمام کرتے تھے کہ ان سے اور ان کے کام سے تعلق رکھنے والے لوگ علماء کرام سے اور مدارس سے گہرا عقیدت مندانہ تعلق رکھیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ بھی اس کا پورا اہتمام اور اس کی پوری کوشش کرتے ہیں، آپ کو تو معلوم نہ ہوگا لیکن میں بتاتا ہوں کہ ہر مہینہ مولانا موصوف کی خدمت میں مختلف علاقوں اور طبقوں کے نئے نئے سینکڑوں افراد اور بیسیوں اور پچاسوں جماعتیں آتی ہیں ان کا یہ مستقل معمول ہے کہ اپنے پاس آنے والے ہر اہم فرد اور ہر اہم جماعت کو وہ دیوبند اور (کے مدارس میں) حتی الوسع ضرور بھیجتے ہیں تاکہ وہاں کے اکابر کی زیارت کریں اور وہاں کے علمی مراکز دارلعلوم دیوبند اور مظاہر علوم کو بھی دیکھیں اس طرح ہر مہینے اس تبلیغی راستے سے مختلف اقطاع کے سینکڑوں افراد ہمارے ان علمی مرکزوں سے واقف ہوتے ہیں۔ اور ان کی عظمت اور ہمارے اکابر کی عقیدت اپنے قلوب میں لے کر اپنے علاقوں کو لوٹ جاتے ہیں، ان علمی مرکزوں اور ان کے مسلک حق کی یہ ایک ایسی ٹھوس اور خاموش خدمت انجام دی جارہی ہے۔ جو ہم اپنی مساعی سے غالباً کسی طرح انجام نہیں دے سکتے تھے خود مولانا محمد یوسف صاحب دیوبند و سہارنپور وغیرہ کے اکابر سے جیسا نیاز مندانہ تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کا جو رویہ ہے اس کے معلوم ہونے بعد ان سے محبت و عقیدت رکھنے والے کسی شخص کی رائے مدارس اور اہل مدارس کے خلاف کس طرح ہوسکتی ہے۔

مدارس کی مالی ترقی میں معاونت

اس کے علاوہ اس کام سے مدرسوں کے لئے جو مجموعی فضا بن رہی ہے اس کا احساس تو میرے نزدیک ہر ایک کو ہونا چاہیے معلوم نہیں آپ جیسے حضرات اس کو کیوں نہیں محسوس کرتے میں تو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ اس تبلیغی کام سے ہمارے مدارس کو بالکل اس طرح کی مدد مل رہی ہے جس طرح کی مدد بارش کے پانی اور موافق ہواؤں سے کھیتوں اور باغوں کو ملتی ہے۔

میں ایسے سینکڑوں افراد واشخاص بلکہ بہت سے ایسے علاقوں اور طبقوں کو بتا سکتا ہوں جن کا ہمارے دینی مدارس سے کوئی ربط وتعلق نہ تھا نہ وہ ہمارے اکابر سے آشنا اور واقف تھے، تبلیغی جماعتوں کی ہی آمدورفت نے ان میں دینی احساس پیدا کیا اور ان ہی کے ذریعہ وہ ہمارے مدارس اور ہمارے اکابر کی دینی خدمات سے واقف ہوئے، پھر وہاں سے طلبہ بھی دینی مدارس میں آنے لگے اور دینی مدارس کی خدمت ہونے لگی اس سلسلہ میں خصوصیت سے یہ بات بھی قابل ذکر سمجھتا ہوں کہ جہاں تک میرا اندازہ ہے ہندوستان کے ہمارے دینی مدارس کو سب سے زیادہ امداد کلکتہ اور ممبئی کے اہل خیر سے ملتی ہے۔

میں رجماً بالغیب نہیں بلکہ اپنی قابل وثوق معلومات کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ ان دونوں شہروں سے جس قدر امداد ہمارے دینی مدارس کو تبلیغی جماعت کے کام اور اثر سے پہلے ملتی تھی، اب اس سے کئی گنا زیادہ ملتی ہے اور بہت سے اہل مدارس بھی جانتے ہیں کہ دینی مدارس کی اس خدمت اور فکرمندی میں زیادہ حصہ ان ہی اہل خیر کا ہے، جن کا تبلیغی کام سے خالص تعلق ہے۔

مدارس کی خدمات

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی ہم اور آپ جیسوں کے سوچنے کی ہے کہ اب جب کہ مدارس عربیہ کی آبادی صرف ان غریب گھرانوں کے طلبہ سے ہے ، جو اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم کا خرچ برداشت نہیں کرسکتے (حتی کہ ہم لوگ بھی جنہوں نے جو کچھ پایا ہے ان غریب پرور مدرسوں سے پایا ہے، اپنے بچوں کو عزت کی روٹی حاصل کرنے کے لئے کالجوں میں بھیجنے لگے ہیں) تو ایسے وقت میں اس تبلیغی کام کے طفیل بہت سے وہ لوگ جن کا ارادہ اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے یوروپ اور امریکہ بھیجنے کا تھا اور ان کو اس کے پورے وسائل بھی حاصل تھے وہ اپنے ان ہی بچوں کو اسکولوں اور کالجوں سے نکال نکال کر ہمارے ''دارالعلوموں'' میں بھیج رہے ہیں ۔ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ تبلیغی کام اور اس کے کرنے والوں کی جو شکایات آپ نے دینی مدارس سے متعلق کی ہے وہ کس قدر بے جا ہے ۔میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اس کام کے کرنے والے فرشتے ہیں یا اس کام میں غلطیاں نہیں ہورہی ہیں ، بلاشبہ اس کام میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں اور اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں بہت ہی گھٹیا قسم کے افراد بھی ہیں ، اس کام کی ساخت ہی ایسی ہے بقول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ؒ کے ''یہ تو دھوبی کی بھٹی ہے اس میں میلے کچیلے اور غلیظ بھرے گندے ناپاک کپڑے بھی ہیں''۔

لیکن جس قسم کی شکایتیں اور جس انداز میں آپ نے کی ہیں میں ان کو صحیح نہیں سمجھتا مجھے جن غلطیوں کا احساس ہوتا ہے میں کام کرنے والوں کو اپنی بساط کے مطابق ان کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں ، ہاں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ باہر کا آدمی

ازراہ اخلاص ان کو غلط اور قابل اصلاح سمجھے، اور جو کام میں گھسا ہوا ہے اور اس کام کی منطق سے واقف ہے وہ اسے ناگریز سمجھے گا ایسی چیزوں میں اپنی رائے کے اظہار کے بعد کام کے ذمہ دار کے علم اور ان کی دیانت پر اعتماد کرنا چاہئے....

محمد منظور نعمانی

(الفرقان رتاریخ ۱۷ شعبان ۱۴۰۷ھ)

دعوت وتبلیغ کے بارے میں
چند سوالات اور ان کے جوابات

(۱) قرآن اور حدیث میں کہاں سے ثابت ہے کہ جماعت میں جانا ضروری ہے؟

(۲) عورتوں کے لئے کہاں سے ثابت ہے کہ جماعت میں جانا ضروری ہے؟

(۳) ایک چلّہ اور چار مہینہ جانا کہاں سے ثابت ہے؟

(۴) ہم غیر مسلمان کو دعوت کیوں نہیں دیتے؟

(۵) اجتماع اور جوڑ کیوں رکھا جاتا ہے اور کہاں سے ثابت ہے؟

(۶) نماز کے لئے کسی کو دعوت دینا کہاں سے ثابت ہے؟

(۷) اگر کوئی تبلیغی جماعت کو بدعت کہتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: (۱) احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغ کے لئے جانا

کثرت سے ثابت ہے۔ طائف میں پتھر کھانا اور مکہ معظّمہ کے بازاروں میں تبلیغ ہی کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ بھی کثرت سے تبلیغ دین کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

(۲) عورتیں پردہ اور محرم کے ساتھ تبلیغ کے لئے جاسکتی ہیں، ظاہر ہے کہ مرد عورتوں میں اتنی زیادہ مؤثر تبلیغ نہیں کرسکتے جتنی عورتیں کرسکتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات مبلّغہ تھیں۔

(۳) ایک چلّہ اور چار مہینہ کے لئے جانا ضروری نہیں آپ ایک سال کے لئے بھی جاسکتے ہیں البتہ چلّہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ برکت رکھی ہے کہ اس میں کچا پکا کامل ہوجاتا ہے، حضرت موسیٰؑ کی چالیس دن کی عبادت اور اس کے بعد تورات کا ملنا خود قرآن میں مذکور ہے۔

(۴) مسلمانوں میں قبول کرنے کی امید زیادہ ہے اس لئے مسلمانوں میں تبلیغ ہورہی ہے نیز مسلمان پہلے اپنے آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بنائیں اس کے بعد کافروں میں تبلیغ مؤثر ہوگی نیز جو حضرات کافروں میں تبلیغ کرنا چاہتے ہیں وہ ساتھیوں کو لے کر کافروں میں خوشی سے تبلیغ کرے مگر مسلمانوں میں تبلیغ جیسے اہم کام سے کسی کو نہ روکے۔

(۵) احادیث میں اجتماعی شکل میں صحابہ کرام کا جانا تعلیم وتبلیغ کیلئے موجود ہے۔

(۶) صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

(۷) تبلیغی جماعت کو بدعت کہنا گناہ کی بات ہے ایسے شخص کو توبہ کرنا چاہئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اوّل)

''فضائل اعمال'' کی تعلیم کے بجائے ہفتے میں ایک، دو دن قرآن مجید کی تفسیر کرنا

سوال: قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے احادیث مبارکہ کی ضرورت پڑتی ہے، یہ بات تو بالکل بجا اور صحیح ہے لیکن مجھے اشکال اس بات پر ہے کہ جو لوگ تبلیغی جماعت سے منسلک ہیں انہیں کبھی بھی تفسیر قرآن کے درس میں حاضری کی تشکیل کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا ہے وہ حضرات صرف اور صرف ''فضائل اعمال'' کی ترغیب دیتے ہیں اور اس کی تشکیل کرتے ہیں تو اب میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان حضرات کی قرآن مجید کی تفسیر سے آخر اتنی دوری اور ''تبلیغی نصاب'' نامی کتاب سے اتنی نزدیکی کیوں ہے؟ کیا معاذ اللہ! فضائل اعمال کا درجہ قرآن کریم سے بڑھا ہوا ہے؟

جواب: قرآن مجید کی تفسیر کرنا علمائے کرام کا منصب ہے کوئی عالم دین اگر تفسیر کرتے ہیں تو تبلیغی جماعت کے احباب انہیں ہرگز منع نہیں کرتے بلکہ بہت سے تبلیغی جماعت کے مراکز میں قرآن کریم کی تفسیر اور حدیث پاک کے درس کا معمول ہے۔ ہاں اگر یہ حضرات علماء کو تفسیر سے منع کریں گے تو گنہگار رہوں گے۔

تبلیغی جماعت میں جانے سے ایمان کیسے بنتا ہے؟

سوال: تبلیغی جماعت میں جانے سے دین سمجھ میں آتا ہے، نماز کے فرائض واجبات یاد ہوتے ہیں قرآن مجید کی سورتیں دعائے قنوت اور التحیات وغیرہ یاد ہو جاتی ہیں، کتابی تعلیم سننے کی صورت میں اس کا مذکورہ وعدو وعید کی باتوں سے بھی فائدہ ہوتا ہے لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تبلیغی حضرات یہ کہتے ہیں کہ ''جماعت میں جانے سے ایمان بنتا ہے'' تو سوال یہ ہے کہ تبلیغ میں جانے سے ایمان کس طرح بنتا ہے؟ ایمان کا کونسا شعبہ ایسا ہے جو تبلیغ سے سمجھ میں آتا ہے؟

جواب: ''اسلامی تعلیمات'' انسان کو آمادہ کرتی ہیں کہ وہ ان پر عمل کرے، اپنی زندگی اسلامی سانچے میں ڈھالے، قرآن مجید کی تلاوت کرے اللہ کا ذکر کرے اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کر کے دونوں عالم میں سرخ روئی حاصل کرے ان اعمال کی برکت سے اس کا ایمان وعقیدہ مضبوط ہوگا، یہ سارے کام تبلیغی جماعت سے حاصل ہو سکتے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ''جماعت میں جانے سے ایمان بنتا ہے''۔

ایمان بننے کا ایک مطلب ہے کلمۂ توحید ''لاالـہ الااللـہ'' کے مقتضا پر مکمل عمل کرنا، کہ مسلمان اس کلمے کو پڑھتے ہیں، تاہم اذان سن کر مسجد جاتے وقت دوکاندار یا کسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس سے میری دوکان یا کھیت کا نقصان ہوگا لیکن اس خیال کو وہ جھٹک دیتا ہے اور مسجد میں اللہ کی عبادت کے لئے حاضر ہوتا ہے، گویا کلمے کے تقاضے پر عامل ہے اور جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دینے کا جذبہ رکھتا ہے، یہ ''جذبہ قربانی'' آدمی میں تبلیغی جماعت سے پیدا ہوتا ہے، جو اسے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

جماعت کی برکت سے آدمی کی ذات میں مجاہدے کی صفات پیدا ہوں گی اور مجاہدے ہی سے یقین پیدا ہوتا ہے، تیرہ سال مکی زندگی میں اسی ایمان اور یقین کو بنانے کی کوشش کی گئی تھی مدنی زندگی میں احکام نازل ہوئے تھے۔

تبلیغی جماعت میں ایمان بننے سے یہی یقین کا مضبوط ہونا مراد ہے، جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کے ذریعہ قربانی دینے پر آمادہ کرتا ہے۔

(فتاویٰ فلاحیہ جلد اول)

قرض خواہوں کا قرض ادا کئے بغیر تبلیغ میں جانا

سوال: پیسے قرض لے کر تبلیغی جماعت میں جانا اس حال میں کہ جن کا قرض باقی ہے ان کو بھی ادا نہ کرنا یہ کیسا ہے؟

جواب: قرض کی ادائیگی سب سے پہلے ضروری ہے، اس کے بعد تبلیغ میں جائے۔ (فتاویٰ فلاحیہ جلد اوّل)

تین چلّوں اور گشت کا شرعی حکم

سوال: تبلیغ میں تین دن یا چلّے دینا اور گشت وغیرہ کی پابندی کرنا فرض ہے؟ اور اگر کوئی شخص ان کی پابندی نہ کرے، تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟

جواب: اپنی طاقت اور قوت کے مطابق دین کی خدمت کرنا ہر مسلمان کا فریضہ اور ذمہ داری ہے ایک جماعت اس کام کو کرے گی تو اس سے فرض کفایہ ادا ہو جائے گا لیکن آپ اخروی ثواب اور اپنی روحانی ترقی سے محروم رہیں گے اس لئے عملی طور پر حصہ لے کر رضائے الٰہی حاصل کرنے کی ہر مسلمان محنت اور کوشش

کرے۔اس لئے ایک یا تین چلّے فرض عین نہیں ہے البتہ جماعت کے ساتھ جڑ کر کام کرنا زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔(فتاویٰ فلاحیہ جلداوّل)

پیسے دے کر تبلیغ میں بھیجنا اور اسکے گھر والوں کو بھی خرچہ دینا

سوال: جس کی معاشی حالت کمزور ہو اور محنت مزدوری کر کے اپنا گذر بسر کرتا ہو، اس کو تبلیغی جماعت میں بھیج کر اس کے گھر والوں کو خرچ کیلئے پیسے دئے جاتے ہیں تو کیا صاحب استطاعت اور کاروباری شخص کا اس طرح کسی کی مدد کرنا صحیح ہے؟

جواب: جائز ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے جس طرح علماء تنخواہ لے کر پڑھاتے ہیں، اسی طرح کسی کو تنخواہ دے کر تبلیغ میں بھیجنا یا اس کی کچھ مدد کرنا جائز ہے بلکہ یہ ثواب کا کام ہے پس اس طرح پیسہ لینا دینا جائز ہے۔(فتاویٰ فلاحیہ جلداوّل)

''تبلیغی نصاب'' نامی کتاب کی تعلیم کو بدعت کہنا جائز نہیں

سوال: تبلیغی حضرات عصر اور عشاء کی نماز کے بعد بلاناغہ ''تبلیغی نصاب'' نامی کتاب کی تعلیم کرتے ہیں وہ اس کی تعلیم کو اپنے لئے لازم اور ضروری سمجھتے ہیں لیکن امت کے لئے قیامت تک رہنمائی کرنے والی کتاب ہدایت ''قرآن مجید'' کو سمجھنے کے لئے یہ حضرات کوئی پروگرام نہیں بناتے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس طرح کا پروگرام بنانا ہی نہیں چاہتے ہیں تو اس کتاب کو اتنی اہمیت دینا اور قرآن مجید کو چھوڑ دینا جائز ہے؟ ہدایت کے لئے اگر کوئی کتاب بہتر ہوسکتی ہے تو وہ قرآن مجید ہے، تو پھر ہمارے یہ تبلیغی بھائی ہدایت کے لئے اپنے روزانہ کے پروگرام میں تبلیغی نصاب کے بجائے قرآن مجید کی تفسیر کیوں نہیں کرتے ہیں؟ آخر ہدایت کے حصول

کے لئے تبلیغی نصاب جیسی کتاب کا صحابہ کرامؓ تابعین تبع تابعین یا ائمہ اربعہ میں سے کسی نے عصر اور عشاء کی نماز کے بعد پڑھنے کا حکم دیا ہے؟

مذہب اسلام میں کسی جائز یا مستحب امر کو مبالغے کی حد تک پہنچا دینا بدعت ہے جیسا کہ جمعہ کے روز خطبے سے پہلے سورۂ کہف کو بہ آواز بلند ایک آدمی کا پڑھنا اور دوسرے لوگوں کا سننا، جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے اس کو ہمارے علماء نے مکروہ قرار دیا ہے تو کیا تبلیغی نصاب نامی کتاب جس کو ہمارے تبلیغی بھائی روزانہ عصر اور عشاء کی نماز کے بعد اپنے پروگراموں میں لازماً پڑھتے ہیں بدعت نہیں ہے؟

جواب: یہ حقیقت ہر شبہ سے بالاتر ہے کہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے بہتر کوئی دوسری کتاب انسانوں کی ہدایت کیلئے نہ تو اس وقت موجود ہے اور نہ ہی آئندہ وجود میں آنے والی ہے، اس کو سمجھنے کیلئے احادیث مبارکہ کا سہارا لینا پڑتا ہے، کیوں کہ یہ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر وتشریح ہے۔

خواص بالخصوص علمائے ربانیین نے عام انسانوں کی ہدایت کے لئے محض اللہ رب العزت کی توفیق سے قرآنی ہدایات اور نبوی ارشادات کی روشنی میں جماعتیں بنائیں، ان جماعتوں کے لئے بھی اصول مقرر کئے، تاکہ ان کی روشنی میں کام کر کے جماعت کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہو سکے، مثلاً اہل تصوف نے اپنے مریدین کے وظائف کے لئے ایک سہل اور آسان کتاب تصنیف فرمائی، تاکہ ان وظائف کو پڑھ کر لوگ راہ سلوک طے کر سکیں، پیر طریقت اپنے مریدین کو اس کتاب کے پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو پڑھ کر اپنی زندگی میں سدھار پیدا کرو، تجربہ شاہد ہے کہ لوگوں کو اس کتاب کے پڑھنے سے اور اس پر عمل کرنے سے بڑا فائدہ ہوا۔

اسی طرح تبلیغی جماعت کے احباب نے بھی کام کرنے والوں کی آسانی کی

خاطر آسان زبان میں چند کتابوں کا انتخاب کیا، یہ لوگ اس کی روشنی میں اپنی استطاعت کے مطابق گاؤں اور اپنے محلے کے لوگوں کے مشورے سے ایک وقت متعین کر کے آٹھ، دس منٹ ان کتابوں کو پڑھتے ہیں انہیں میں ایک کتاب ''فضائل اعمال'' بھی ہے، اس کتاب میں فضائل قرآن، فضائل درود شریف، فضائل صدقات، فضائل ذکر، فضائل نماز، اور فضائل روزہ وغیرہ اہم مضامین موجود ہیں اس کتاب کو پہلے ''تبلیغی نصاب'' کا نام دیا گیا تھا لیکن ابھی اس کا نام بدل کر ''فضائل اعمال'' رکھا ہے تبلیغی احباب نہ تو اس کتاب کو اس طور پر پڑھنا لازم سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی تعلیم میں عدم شرکت پر طعن و تشنیع اور لڑائی جھگڑا کرتے ہیں تبلیغی احباب اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ آپس میں مل بیٹھ کر اس کاز کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں یہ لوگ دوسری کتابوں کے پڑھنے سے نہ روکتے ہیں اور نہ اس کو برا سمجھتے ہیں۔

اس کتاب کی تعلیم کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں مذکورہ بالا عناوین پر اہم مضامین موجود ہیں جن کے پڑھنے سے حق بات سمجھنے اور حق بات کہنے کی طاقت نصیب ہوتی ہے، لوگوں کو ہدایت کی دعوت دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے قرآن مجید کی تلاوت کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اس کی برکت سے تفسیر کی کتابوں کے دیکھنے کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ اس جماعت کے ذریعہ لاکھوں گم گشتہ راہ اور گمراہ انسانوں کو ہدایت ملی ہے، اس لئے اس کتاب کو روزانہ پانچ دس منٹ پڑھنا بدعت نہیں ہے البتہ جو لوگ اس کتاب کو پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس کی تعلیم میں نہ بیٹھنے والوں پر طعن و تشنیع اور تنقید کرتے ہیں ان کو برا بھلا کہتے ہیں، ان کا یہ عمل

بدعت بن کرنا جائز ہوگا۔

جس طرح جمعہ کے روز سورۂ کہف بہ آواز بلند پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے اور نہ سننے والوں کو برا بھلا کہنا اور ان کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا ناجائز اور حرام ہے اسی طرح اگر تبلیغی جماعت کے احباب بھی فضائل اعمال کی تعلیم میں عدم شرکت پر لعنت وملامت اور لڑائی جھگڑا کریں گے تو ان کے لئے بھی ناجائز اور حرام ہوگا لیکن یہ لوگ ایسا کرتے نہیں ہیں، اس لئے یہ بدعت نہیں ہے، البتہ اگر ان کی تعلیم اور کتاب کے پڑھنے سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو تو تعلیم کے لئے مسجد کے کسی کونے میں دائیں یا بائیں جانب کوئی جگہ متعین کرلیں اور وہیں بیٹھ کر تعلیم کریں، تاکہ نمازیوں کی نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہو، کیوں کہ مسجد کے بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں نماز پڑھی جائے، ذکر واذکار اور مراقبہ کیا جائے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے، دینی امور کے لئے مشورے کئے جائیں اور لوگوں کی ہدایت کے لئے کسی دینی کتاب کی تعلیم کی جائے، لیکن ہر شخص اور ہر جماعت والا اس طرح کام کرے کہ دوسروں کو کوئی تکلیف نہ ہو اور ان کے کام میں کسی قسم کا کوئی خلل واقع نہ ہو اسی وجہ سے حضرات علماء نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کی اس طرح بلند آواز سے تلاوت کرنا کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل واقع ہو مکروہ ہے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ نماز کے بعد اس قدر بلند آواز سے دعاء کرنا کہ دوسرے نمازی کی نماز میں خلل واقع ہو مکروہ ہے۔

اگر دینی کتاب کی تعلیم مسجد کے درمیانی حصہ میں منبر کے پاس کرنے سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو تو یہ بھی مکروہ ہے، اگر تبلیغی احباب ایسا کرتے ہوں تو

آپ ان کو سمجھائیں کہ وہ کسی ایک کونے میں تعلیم کریں لیکن اصل کتاب کی تعلیم ہی کو بدعت قرار دینا جائز نہیں ہے۔

فتنہ وفساد کے اس زمانہ میں ''جماعت تبلیغ ''بسا غنیمت ہے اس لئے ہر مسلمان کے لئے اپنی طاقت وبساط کے مطابق اس کا ساتھ دینا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے اور دین کے خلاف اگر کوئی کام ہوتا ہو تو اس کی اصلاح کرنا اور اس خرابی کو دور کرنا حضرات علماء کی ذمہ داری ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو دین صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ (فتاوی افلاحیہ جلد اوّل)

چند سوالات اور ان کے جوابات

مروجہ تبلیغ اور مستورات کا تبلیغی محنت کے لئے نکلنا؟

اصطلاح میں تبلیغ کس چیز کا نام ہے؟

غیر تبلیغ کو بایں طور تبلیغ کہنا کہ اصل اذہان سے نسیاً منسیا ہو جائے درست ہے یا نہیں؟

باعتبار لغت کے تبلیغ جو کہ امر مطلب ہے اس کو چند اعمال واشغال میں مقید ومنحصر کرنے کا کیا حکم ہے؟

مروجہ تبلیغ کا داعیہ اور محرک کیا ہے؟ یہ داعیہ اور محرک خیر القرون میں موجود تھا یا نہیں؟

مروجہ تبلیغ از روئے شرع وفقہ فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب یا مباح؟

مباح اور مستحب پر التزام اور اصرار کا کیا حکم ہے؟

مباح اور مستحب میں اگر امر غیر شرعی منضم ہو جائے تو اصلاح کا حکم ہے یا ترک کا؟

مباح اور مستحب کو ثابت کرنے کیلئے فرض وواجب پر قیاس کرنا درست ہے یا نہیں؟

خواتین کے حق میں تبلیغ مامور بہ اور مطلوب فی الدین ہے یا نہیں؟

سفر وحضر دونوں کا حکم یکساں ہے یا جدا جدا؟

جواب: تبلیغ کے معنی ''دین کی بات دوسروں تک پہنچانے'' کے ہیں یہ لفظ قرآنی آیت **یا یّھاالرسول بلّغ ماانزل الیک من رّبک** سے ماخوذ ہے۔

اب دین کی باتیں مسلمانوں تک پہنچائیں یا غیر مسلموں تک سب پر تبلیغ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ پھر تبلیغ کی بھی بہت سی صورتیں ہیں جن میں بعض انفرادی ہیں اور بعض اجتماعی، وہ سب عمومی معنیٰ کے اعتبار سے تبلیغ کے مفہوم میں شامل ہیں خواہ ان کا تعلق مکاتب و مدارس سے ہو یا وعظ وخطابت سے ہو یا تصنیف سے ہو یا اس کا اس اصلاحی ودعوتی تحریک سے ہو جس کو عرف میں ''تبلیغی جماعت'' کہا جاتا ہے یہ سب اشاعت دین کی صورتیں ہیں کسی ایک صورت میں حصر نہیں ہے۔

دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر مطلقاً اس امت کا امتیاز ہے اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے زمانہ کے حالات اور تقاضوں کو مدنظر رکھ کر جو بھی ترتیب بنائی جائے گی وہ عمومی حکم میں داخل ہوگی اس کے لئے باقاعدہ انہیں تفصیلات کے ساتھ خیر القرون سے ثبوت ضروری نہیں ہے اس کی مثال یہ ہے کہ نفس تعلیم دین ضروری ہے لیکن آج کل جس انداز میں مدارس قائم کر کے نصاب کی تعیین کی گئی ہے اور آٹھ سالہ درس نظامی مقرر کیا گیا ہے وہ ان قیودات کے ساتھ خیر القرون سے ثابت نہیں، لیکن تجربہ سے مفید ثابت ہوا ہے اور اس کے ذریعہ سے سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں نے علم دین میں مہارت حاصل کی ہے، بعینہ یہی حال جماعت دعوت وتبلیغ کے مقرر کردہ نظام کا بھی ہے کہ امت میں دینی بیداری، دین کے لئے ایثار وقربانی اور آخرت کی فکر پیدا کرنے کی غرض سے متعین ایام کے لئے نقل وحرکت وغیرہ کا نظام بنایا گیا ہے جو یقیناً مذکورہ تفصیلات کے ساتھ فرض یا واجب نہیں، لیکن تجربہ سے اس کا

فائدہ مند ہونا ظاہر و باہر ہے جس سے کوئی منصف مزاج شخص انکار نہیں کرسکتا۔

اور رہ گئی عورتوں کے مقررہ حدود و شرائط کی رعایت کے ساتھ تبلیغی سفر میں جانے کی بات تو یہ بھی دراصل موجودہ زمانہ میں تعلیم دین کی ایک صورت ہے۔

یہ بات کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں ہے کہ موجودہ دور میں بددینی، فحاشی اور فکری کج روی کا ایک طوفان ہے، جس نے پورے مسلم معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے لڑکیوں کو اسکول اور کالج میں تعلیم دلانے کے رجحان نے ان کو دین سے دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

نیز گاؤں دیہات میں رہنے والی ان پڑھ خواتین کا دینی حال نا قابل بیان ہے ان خواتین کو دین کی باتیں سکھانے کے لئے نہ تو گھروں میں دینی ماحول میسر ہے اور نہ ہی ہر جگہ محفوظ دائرے میں دینی تعلیم کا نظام موجود ہے اور جو خواتین بڑی عمر کی ہو چکی ہیں ان کے لئے لڑکیوں کے تعلیمی اداروں میں جا کر ضروری دین حاصل کرنے کی صورت بھی نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ امت کی ان قابل رحم بے دین خواتین کی رہنمائی کی شکل کیا ہو؟ کیا اس کے لئے محض مدرسوں کے جلسے کافی ہیں؟ کیا اجنبی علماء کے بیانات سے ان خواتین کی اصلاح ممکن ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو آپ ہی بتائیں کہ آبادی کے اس بڑے حصہ کی دینی ضرورت کی تکمیل کے لئے آپ نے کیا لائحہ عمل بنایا ہے؟ تبلیغی جماعت کے اکابر نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے پردہ کے اہتمام اور بہت سی شرائط و حدود کے ساتھ محرم یا شوہر کی معیت میں مستورات کی جماعت کا نظام بنایا ہے اور بلاشبہ اس نظام سے جڑنے والی خواتین کے ذریعہ دور دراز کی خواتین تک دینی رہنمائی کی باتیں پہنچ رہی ہیں، اور اس کے مفید ثمرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں

کیوں کہ خواتین جس طرح بے تکلف طور پر مخاطب خواتین کو سمجھا سکتی ہیں دیگر مردوں کے لئے یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔

بریں بنا ملت کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے خواتین کے تبلیغی سفر کا نظام بنانے کو شریعت کے بالکل خلاف نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ دور نبوت سے آج تک مختلف دینی دنیوی ضرورتوں کے لئے محارم یا شوہروں کے ساتھ عورتوں کا دور دراز کے اسفار کرنا مسلسل جاری ہے نفلی حج وعمرہ کے لئے گروپ بنا کر مردوں اور عورتوں کے اسفار ہوتے ہیں اور بڑے بڑے دیندار علماء بھی مع اہل خانہ اس طرح کے گروپ میں شامل ہو کر حج وعمرہ کرتے ہیں اور اس پر آج تک کسی طرف سے نکیر نہیں سنی گئی، تو پھر ان پڑھ خواتین تک دین کی ضروری باتیں پہنچانے اور ان کو ایمان پر ثابت قدم رکھنے کے لئے پردہ کی پابندی کے ساتھ جو تبلیغی اسفار ہو رہے ہیں ان پر شدت سے نکیر کرنے کا کیا جواز ہے؟ مسئلہ کا حل یہ نہیں ہے کہ ہوتے ہوئے کام پر اعتراض کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی جائے، بلکہ حل یہ ہے کہ اگر آپ کو یہ طریقہ پسند نہیں ہے تو اس کے متبادل کوئی ایسا قابل عمل طریقہ پیش کیا جائے جس سے امت کی خواتین کی مطلوبہ ضرورت پوری ہو سکے امید ہے کہ جذبات کے بجائے سنجیدگی سے اس موضوع پر غور فرمائیں گے اور غور کرتے وقت مرکز نظام الدین کی طرف سے مستورات کی جو جماعت سے متعلق تفصیلی ہدایات جاری کی جاتی ہیں ان کو ضرور پیش نظر رکھیں۔

نوکری چھوڑ کر تبلیغ میں جانا

سوال: مالی حیثیت سے کمزور ہونے کی بناء پر گھر والے تنگی میں مبتلاء ہوں اور اس حال میں اپنے ذریعہ معاش کو نوکری وغیرہ ترک کر کے تبلیغی جماعت

میں جانا کیسا ہے؟

جواب: خود تبلیغی جماعت کے اکابرین نوکری چھوڑنے کو منع کرتے ہیں چھٹی لے کر جانا چاہیئے، جو نوکری چھوڑ کر جاتا ہے، اس کا طریقہ غلط ہے فسادات کا زمانہ ہے لوگوں کے ایمان اتنے مضبوط نہیں ہیں، اگر چلّہ سے واپس آنے کے بعد حالات سخت ہوئے اور ان حالات کا مقابلہ نہیں کرسکا تو پریشانی میں مبتلاء ہوگا اور تھوڑا جو کچھ اس کو تبلیغ سے لگاؤ ہے وہ بھی چھوڑ دے گا اور مبلغین اور اہل تبلیغ کو بدنام کرے گا لہٰذا نوکری چھوڑ کر جانے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ فلاحیہ جلد اوّل)

''فضائل اعمال'' کی طرح کسی اور کتاب کی تعلیم کا صحابہ کرامؓ سے ثبوت

سوال: فضائل اعمال جیسی کسی کتاب کا امت کے دینی فائدے کے لئے صحابہ کرام، تابعین یا تبع تابعین وغیرہ سے پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں کتب احادیث لکھی گئیں۔ اور ان کے زمانے میں خیر اور بھلائیاں غالب رہی ہیں۔ لوگوں کے قلوب بلاواسطہ یا ایک دو واسطے سے نور نبوت سے منور تھے۔ شر و فساد کے مادے مغلوب تھے اور ہر چہار سو خیر و بھلائی کا غلبہ تھا، اسلامی حکومتیں قائم تھیں، لوگوں کے دل علوم نبویؐ سے سرشار تھے، حتیٰ کہ ایک ایک محدث کی مجلس میں ایک ہی وقت میں ہزاروں طالبان علوم نبوت موجود ہوتے تھے، جہاں کہیں انہیں کسی محدث کی موجودگی کا علم ہوتا، دور دراز کے اسفار، اور ہزاروں قسم کی مشقت

برداشت کر کے، مال وزر کی پرواہ کئے بغیر پہنچ جاتے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرتے تھے، بہت سی کتابوں میں ان کے حالات، حصول علم کی جدوجہد اور محنت ومشقت کا مبارک ذکر موجود ہے۔

آج کل فتنہ وفساد کا دور دورہ ہے، خیر وبھلائی سے لوگ کوسوں دور ہیں، ٹیلی ویژن، ریڈیو، فلم بینی، اخبار بینی اور گانے بجانے میں منہمک ہوکر اپنے قیمتی اوقات کا خون کررہے ہیں ان کے پاس دینی مسائل اور شرعی احکام سیکھنے سکھانے کی فرصت نہیں ہے، ان حالات میں اگر روزانہ تھوڑے سے وقت میں کسی دینی کتاب کی آٹھ دس منٹ تعلیم کردی جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ عموماً تعلیم کرنے والے اور ان دینی کتابوں کے پڑھنے والے مسجد کے ائمہ ہوتے ہیں جو کچھ کتاب میں لکھا ہوتا ہے پڑھ کر سنادیتے ہیں، اگر کوئی ذی استعداد عالم اس بات کے لئے آمادہ ہوجائے کہ وہ روزانہ مختصر وقت میں قرآن کریم کی تفسیر بیان کردیں گے یا حدیث پاک کا درس دیں گے یا پھر زبانی کچھ مسائل بتادیں گے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور تبلیغی جماعت کا کوئی فرد اس کو غلط نہیں کہتا ہے۔ (فتاویٰ فلاحیہ جلد اوّل)

جماعت میں نکلنے کا مقصد اصلاح نفس ہے

جماعت میں جانے کا مقصد اصلاح نفس، اخلاص نیت اور شغل بذکر اللہ پیدا کرنا ہے اور اپنے اندر کے کبر وغرور، نفس کی خوش فہمی کو ختم کرنا ہے، ماشاء اللہ بہت سے لوگوں کو دیکھنے میں آیا ہے کہ جماعت میں جاکر عاجزی وانکساری بھی آگئی نماز کے بھی پابند ہوگئے، لین دین اور معاملات بھی درست کرلئے، بہت سے شرابیوں نے شراب چھوڑ دی اور خرافات میں مبتلاء ہونے والوں نے خرافات کو ترک کردیا، بڑوں کا

احترام اور علمائے کرام کا اعزاز، نیز دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کے عادی بھی بن گئے اور یہی جماعت میں جانے کا مقصد ہے، لیکن ہر اچھوں کے درمیان برے لوگ ہوتے ہیں جو درحقیقت جماعتی نہیں ہوتے، ایسے لوگوں کے جماعت میں جانے سے ان کے حق میں کوئی فائدہ نہیں، نیز ایسے لوگ تبلیغی جماعت کو بدنام کرتے ہیں، جو مرکز نظام الدین کی ہدایات کی برملا مخالفت کرتے ہیں، مرکز کے ذمہ داروں کو ایسے لوگوں سے متعلق اطلاع کرنی چاہئے، تاکہ ان کی صحیح طور پہ اصلاح کردیں اور ان کے غلط رویہ پر روک لگائیں۔ (فتاویٰ قاسمیہ جلد۴/۳۵۴)

تبلیغ والوں کا مسجد میں سونا

تبلیغی جماعت والے چونکہ عموماً مسافر ہوتے ہیں نیز ان کے اکثر اوقات تسبیح ونوافل، ذکر واذکار وغیرہ میں گزرتے ہیں، ان میں اکثر وہ لوگ ہوتے ہیں جو نئے نئے نمازی ہوتے ہیں، ان کو نماز کا عادی بنانے اور فجر کی نماز پڑھانے کے لئے یہی بہتر شکل ہے کہ وہ مسجد میں قیام کریں، نیز تبلیغی جماعت والوں کو مسجد میں قیام کے لئے اعتکاف کی نیت کی بھی ہدایت کی جاتی ہے۔ اور اعتکاف کی نیت سے مسجد میں قیام کرتے ہیں اور معتکف کو مسجد میں قیام کرنا، کھانا، پینا، سونا سب درست ہے۔ لہٰذا تبلیغی جماعت والوں کا مسجد میں سونا، قیام کرنا اور کھانا سب درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۲۲۴، ۶/۱۵۶، ۱/۲۴۸، رحیمیہ قدیم ۶/۱۲۱، جدید زکریا ۹/۱۲۰، فتاویٰ قاسمیہ ۴/۳۶۰)

دعوت ایمان افضل ہے یا دعوت اصلاح

سوال: دعوت وتبلیغ: یعنی مسلمانوں کا مسلمانوں کو اعمال کی دعوت دینا؟

دعوت ایمان الی الکفار: مسلمانوں کا غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا بحسن وخوبی، تو ان دونوں میں سے کون سی مقدم ہے؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ دوسری دعوت یعنی غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کی دعوت مسلمانوں کی اصلاح کی فکر سے مقدم ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہی دعوت ایمان الی الکفار اصل ہے اور دعوت تبلیغ پر مقدم ہے اسی دعوت کو ہمیشہ کیا گیا ہے۔ اور رہی دعوت وتبلیغ، یہ تو ساٹھ سال کے عرصہ سے کام ہو رہا ہے کہ مولانا الیاسؒ نے اس دعوت کے کام کو شروع کیا، تو کیا اس دعوت ایمان الی الکفار کو ہمارے اسلاف نے ہمیشہ کیا ہے؟

جواب: امت کی دو قسمیں ہیں

(۱) امت دعوت: یہ ان انسانوں کو کہا جاتا ہے جن تک اسلام نہیں پہنچا ہے، ان کو ایمان اور اسلام کی دعوت دینا دعوت ایمان کہا جاتا ہے۔

(۲) امت اجابت: یہ ان انسانوں کو کہا جاتا ہے جنہوں نے ایمان واسلام قبول کر لیا ہے مگر اسلامی ماحول، معاشرہ اور اعمال کے بگڑ جانے کی وجہ سے ان کو دعوت دینا دعوت اصلاح کہا جاتا ہے اب اصل بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کے شروع زمانہ میں امت دعوت کو ایمان کی دعوت دینا فرض یا واجب رہا ہے، یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا، یہاں تک کہ پوری دنیا کے انسانوں کے درمیان اسلام کی شہرت ہوگئی اسلام کی شہرت اور ظہور اسلام کے بعد دعوت ایمان کی فرضیت ختم ہوگئی ہے، لیکن دعوت اصلاح کی فرضیت فرض کفایہ کے طور پر قیامت تک باقی رہے گی، اس کو آسانی کے ساتھ اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ پہلے مسلمانوں کا معاشرہ، رہن سہن، اخلاق، رواداری اس طرح واضح ہوجائے کہ غیر مسلم مسلمانوں کے اخلاق،

معاشرہ اور تہذیب کو دیکھ کر خود بخود ان کے دلوں میں اسلام کی رغبت پیدا ہو جائے۔

جیسا کہ خیر القرون میں مسلمانوں کی تہذیب اور اخلاق دیکھ کر یومیہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جایا کرتے تھے، لیکن اگر خود مسلمانوں کا معاشرہ ان کی تہذیب، ان کے اخلاق، رہن سہن، میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہو اور پڑوس کے غیر مسلم مسلمانوں کے بگڑے ہوئے معاشرے اور تہذیب روز دیکھتے رہیں تو ان کے دلوں میں اسلام کے بارے میں رغبت پیدا ہونا مشکل ہے اسلئے پہلے مسلمانوں کو بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کی دعوت دینا ضروری ہے، اس کے بعد موقع محل کو دیکھ کر غیر مسلموں کو ایمان کی دعوت دینا صرف مستحب ہے اور اس کے بھی بہت سارے شرائط ہیں کہ ایمان کی دعوت پیش کرنے میں فتنہ یا مقابلہ آرائی کا اندیشہ نہ ہو۔ اس کو اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر دعوت ایمان فرض ہوتی تو فرض کفایہ ہوتی اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ کے علماء پر ایمان کی دعوت دینا فرض ہے، تو سوال یہ ہے کہ ہمارے اکابر میں سے حضرت نانوتویؒ نے کتنوں کو دعوت پیش کی، حضرت گنگوہیؒ نے کتنوں کو ایمان کی دعوت پیش کی، حضرت تھانویؒ نے کتنوں کو ایمان کی دعوت پیش کی، حضرت مدنیؒ نے کتنوں کو ایمان کی دعوت پیش کی؟ اور ان کے ہاتھ پر کتنے لوگ ایمان لائے؟ اور آج کے زمانہ کے بڑے بڑے محدثین اور مفتیان کرام نے کتنوں کو ایمان کی دعوت پیش کی؟ اور ان کے ہاتھوں پر کتنے غیر مسلم ایمان لائے؟ اس کا ثبوت مشکل سے ملے گا، اس لئے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے دربار میں ان حضرات سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم نے غیر مسلموں کو ایمان کی دعوت کیوں پیش نہیں کی؟ ہاں البتہ اگر اس بات میں کوتاہی کی گئی کہ پڑوس کے مسلمان بے نمازی ہیں، خرافات اور بدکاری میں مبتلاء ہیں، پھر ان کو اصلاح کی دعوت نہیں

دی گئی، تو ممکن ہے کہ اللہ کے یہاں سوال وجواب ہو، اب رہی یہ بات کہ حضرت مولانا الیاسؒ نے تبلیغی دعوت کا جو سلسلہ جاری فرمایا ہے، اس طرح منظّم انداز سے دعوت اصلاح کا سلسلہ پہلے نہیں تھا، لیکن خیر القرون کے زمانہ سے آج تک کسی نہ کسی نوعیت سے دعوت اصلاح کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ اس لئے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ دعوت وتبلیغ کا سلسلہ صرف ساٹھ ستر سال کے عرصہ سے شروع ہوا ہے ہاں البتہ ایک نظام کے منظّم طریقہ سے جماعت اور امیر کے ایک ضابطہ کے تحت دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری نہیں رہا ہے اور حضرت مولانا الیاسؒ نے اس کو ایک منظّم شکل دے دی ہے، جو نہایت عمدہ شکل ہے، جو دنیا کے اندر نہایت مفید اور مقبول ثابت ہوئی اور یہ حضرت مولانا الیاسؒ کی انتہائی درجہ کی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ منظّم سلسلہ انہیں سے شروع فرمایا ہے، لیکن اسی منظّم طریقہ سے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے کا سلسلہ صدیوں پہلے سے لے کر آج تک اسلاف میں جاری رہا ہو یہ ہمارے علم میں نہیں ہے، ہاں البتہ خیر القرون کے زمانہ میں ظہور اسلام تک جاری تھا اس کے بعد میں ہمارے علم میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ جلد۴/۳۲۱)

تبلیغی جماعت بھی اعلائے کلمۃ اللہ کا مصداق

سوال: اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قتال کے علاوہ کسی دینی محنت اور کام (مثلاً: مدارس کی تعلیمات وتصنیفات اور تبلیغی جماعت وغیرہ) پر ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا اطلاق درست ہے یا نہیں؟ اگر صرف جہاد سے متعلق آیات واحادیث قتال وغیرہ کے ساتھ خاص ہیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سے غزوات ایسے ہوئے جن میں قتال ہوا ہی نہیں، مگر جہاد کی آیات واحادیث ان کی

اس محنت اور سفر کا مصداق ہیں، پھر کوئی فرق و تفصیل ہے یا نہیں؟ مفتی سعید احمد پالن پوری مدظلہ العالی نے شرح ترمذی ''تحفۃ الالمعی'' ۴ر میں جو اس بارے میں تفصیل لکھی ہے، وہ کہاں تک اقرب الی النصوص ہے؟ دلائل کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

جواب: جہاد کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور جو جنگ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نہ ہو وہ جہاد فی سبیل اللہ کے دائرے میں داخل نہیں ہے، جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اس کی وضاحت موجود ہے:

عن ابی موسیٰ ؓ قال: جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: الرجل یقاتل للمغنم، والرجل یقتل لیری مکانه، فمن فی سبیل الله؟ قال: من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا، فهو فی سبیل الله. (بخاری) **عن ابن جابر ؓ قدم علی رسول الله ﷺ قوم غزاة، فقال قدمتم خیر المقدم من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر، قیل: وما الجهاد الاکبر؟ قال: مجاهدة العبد هواه** (روح المعانی)

لہٰذا اس کے اندر مدارس کی تدریس و تعلیم اور علماء کی تصنیفات اور تبلیغی جماعت کی دعوت وغیرہ سب عمومیت کے ساتھ کسی نہ کسی طریقہ سے جہاد فی سبیل اللہ کے عموم میں شامل ہیں، کیوں کہ ان میں بھی اعلائے کلمۃ اللہ کا معنیٰ موجود ہے۔

سائل نے حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کی شرح ترمذی ''تحفۃ الالمعی'' کا حوالہ دیا تھا، حضرت نے جو شدت کے ساتھ تبلیغی جماعت وغیرہ پر جہاد کے اطلاق کی تردید فرمائی ہے وہ ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتی، بلکہ اس کے مقابلہ میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کی صراحت زیادہ قابل قبول ہے، حضرت نے تبلیغی جماعت پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات میں ایک کتابچہ لکھا ہے، اس

میں اس مسئلہ کو خوب وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات ص: ۲-۴۔ (فتاویٰ قاسمیہ جلد ۴/۳۲۳، ۳۲۴)

تبلیغی جماعت کے طریقۂ کار کو بدعت کہنے کا حکم

تبلیغی جماعت اور تبلیغی مکتب فکر عامۃ المسلمین، بے نمازیوں اور بے کار پھرنے والوں، چوری ڈکیتی جیسی برائیوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو اصلاحی لائن میں لانے کے لئے اور ان کو نمازی بنانے کے لئے نہایت بہترین سبب اور عمدہ ترین ذریعہ ہے، اس لئے اس کے طریقہ کو بدعت وغیرہ کہہ کر اس کام پر رکاوٹیں پیدا کرنا ایک عمدہ ترین دینی خدمت کی مخالفت ہے۔ اور یہ جو سوال کیا گیا ننانوے فیصد غیر عالم ہوتے ہیں یہ بات اپنی جگہ درست ہے، یہ سب وہ غیر علماء ہیں جن کی زندگی کا لمبا حصہ بغیر نماز اور خرافات میں گزر چکا ہے، آج وہ اس جماعت میں شامل ہونے کے بعد دوسروں کی بھی نماز و اصلاح کی دعوت دے رہے ہیں اور جہاں تک ضعیف و موضوع روایات بیان کرنے کی بات ہے، تو موضوع روایات کا بیان کرنا درست نہیں۔ اور یہ لوگ عام طور پر فضائل اعمال کی روایات بیان کرتے ہیں۔ اور فضائل اعمال میں جو روایات ہیں وہ ضعیف تو ضرور ہوتی ہیں، لیکن موضوع نہیں ہوتی ہیں، نیز غیر علماء کے لئے دعوت و تبلیغ جائز ہے۔

ہاں البتہ خطیبانہ اور واعظانہ انداز سے قرآن و حدیث کے نصوص سے تقریر کرنا قابل تردد ہے۔ اور تبلیغی جماعت میں بیان کرنے والے دعوت و تبلیغ ہی کے موضوع پر دعوت پیش کرتے ہیں اور ان کے لئے چھ نمبر کی حدود متعین ہیں اور اسی

حدود میں رہ کر بیان کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے، ہاں البتہ اس کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض لوگ حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں، ان کی اصلاح کی کوشش کی جانی چاہئے۔ اور غلطیاں ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ ہوتی ہیں اور جب اس جماعت میں عوام اور ان پڑھوں کی کثرت ہوتی ہے، تو ظاہر بات ہے کہ غلطیاں اور بے اصولی بھی کثرت سے ہوگی، ان غلطیوں اور بے اصولیوں کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے، نہ یہ کہ اس کے کام میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں۔ بعض نوجوان غلط حرکت کرتے ہیں اور غیر قانونی جرائم میں بھی ملوث پائے جاتے ہیں، تو یہ محض سنی سنائی الزام کی باتیں ہیں، ایسی ہی باتیں ہر مکتب فکر کے بارے میں اڑائی جاتی ہیں۔

(فتاویٰ قاسمیہ جلد۴/۳۳۶-۳۳۵)

تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب

تبلیغی جماعت میں نکلنے والے خود اپنے اندر دین کی لگن پیدا کرنے، نماز اور دیگر عبادات کو سیکھنے اور انہیں چیزوں کی دعوت دینے کے لئے لوگوں سے ملاقات اور گشت کرتے ہیں اور مشورہ، ملاقات وغیرہ، یہ تمام امور نماز کے بعد ہی انجام دئے جاتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی نماز کے بعد ہوں، لیکن اتنی بات تو طے ہے کہ مشورہ اور ملاقات اور گشت وغیرہ بہر حال نماز کے بعد ہی ہوتے ہیں جیسا کہ خود سوال نامہ میں موجود ہے، اس لئے تعجب ہے کہ جو شخص تبلیغی جماعت سے جڑا ہوا ہو اور جس کا مشن ہی خود دین و شریعت اور نماز کی پابندی اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دینا ہو وہ کیسے نماز چھوڑ سکتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسا شخص تبلیغی جماعت سے کما حقہ وابستہ نہیں ہے، ورنہ وہ نماز نہیں ہے، نیز تبلیغی جماعت میں نکلنا نہ تو فرض ہے اور نہ ہی سنت ہے، البتہ

دین کو سیکھنا اور سکھانا ہر مسلمان پر فرض ہے، اسی مقصد کے لئے تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں اور جس کو جتنا وقت ملتا ہے اسی کے اعتبار سے نکلتا ہے، کوئی چالیس دن کے لئے نکلتا ہے، کوئی چار مہینہ کے لئے نکلتا ہے اور تجربہ اس کا شاہد ہے کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ حتی کہ کلمہ تک سے واقف نہیں تھے، جماعت میں نکل کر سچے پکے مسلمان نماز روزہ کے پابند اور متبع شریعت بن گئے، اسی طریقہ سے لوگوں سے ملاقاتیں اور مشورہ بھی تبلیغی جماعت کا اصول ہے فرض یا واجب نہیں بلکہ سنت ہے، اس لئے کہ خود حضور ﷺ وحی کے نازل ہونے کے باوجود صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور مشورہ کے ذریعے جو کام ہوتا ہے، اس میں بھلائی اور بہتری ہوتی ہے، یہ سنت رسول کا ایک جزو ہے، اس پر اعتراض بے جا ہے۔ اور ہمارے دیگر اکابر مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے اعتبار سے جو تبلیغی اور علمی کام کیا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا اور لاکھوں افراد اس سے مستفید ہو کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں دین کی خدمت کر رہے ہیں، نیز حضرت تھانویؒ اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر تصنیف و تالیف، بیعت و ارشاد، معروف کی ترغیب اور منکر پر نکیر فرمایا کرتے تھے، وہ بھی تبلیغ دین کی ایک شکل ہے اس لئے ان میں سے کسی بھی شکل کے بارے میں کہنا درست نہیں کے فلاں شکل سنت سے ثابت ہے اور فلاں شکل سنت سے ثابت نہیں، بلکہ سبھی تبلیغ دین ہیں، نوعیت الگ ہے۔ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تبلیغی جماعت کی شکل میں جو نظام بنایا ہے، جس کے ذریعہ لاکھوں مسلمان راہ راست اور شریعت کے پیروکار بنے، وہ بھی تبلیغ دین کی ایک شکل ہے، چنانچہ یہی طریقہ آج عوام میں دین کی خدمت کا ذریعہ بنا، غرض یہ کہ ہمارے

سبھی اکابر نے دین کی تبلیغ کی ہے، چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو، حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ تو باقاعدہ اجتماع میں شریک ہوا کرتے تھے اور تقریریں کرتے تھے، چنانچہ جب آس پاس کے گاؤں، دیہات کے لوگ مرتد ہوئے جارہے تھے، تو آپ نے اسی تبلیغ کے راستہ سے جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے قائم فرمایا تھا، لوگوں کو ارتداد سے روکا اور دین وشریعت کا راستہ دکھایا اور احقر خود بھی متعدد بار حضرت قاری صدیق احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی معیت میں آس پاس کے دیہات میں نصف یوم سے دوسرے دن صبح تک کے لئے جماعت میں جاچکا ہے، اس لئے یہ کہنا کہ مذکورہ اکابر نے نماز کے بعد بیٹھ کر باہم مشورہ نہیں کیا، ملاقاتیں نہیں کیں، اس لئے یہ تبلیغ دین نہیں ہے، درست نہیں، تبلیغ دین کی مختلف شکلیں ہیں اور سبھی اکابر نے اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے دین کی تبلیغ واشاعت میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ دین کی تبلیغ ہے۔

(فتاویٰ قاسمیہ جلد۴/۳۴۶-۳۴۹)

بعد نماز فجر دعا سے قبل تبلیغی نصاب پڑھنا

فجر کی نماز کے بعد دعا سے قبل تبلیغی نصاب پڑھنے کا اہتمام بہت اچھا ہے، اس سے عام مسلمانوں کو دینی اور اصلاحی فائدہ پہنچتا ہے اور جن لوگوں کو سخت ضرورت ہو وہ دعا میں شرکت کئے بغیر جاسکتے ہیں، تسبیح پوری ہونے تک مسبوق بقیہ نماز پوری کرسکتے ہیں، نیز اگر کسی مقتدی کو یوں ہی جانے کا ارادہ ہے، کوئی سخت ضرورت بھی نہیں ہے، تو تبلیغی نصاب سن کر جانا بہتر ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ ۴/۴۰۰)

تبلیغی جماعت میں جانیوالے ان پڑھ مرد وعورت کا وعظ

جو جاہل اور بے پڑھے مرد جماعت میں جاتے ہیں اور وہاں جا کر تھوڑی بہت دین کی باتیں یاد کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے وعظ وخطابت اور بیان ووعظ جائز نہیں ہے، اگر وہ بیان کرتا ہے تو متکبر اور ریا کاروں میں شامل ہو جائے گا، چاہے مرد ہو یا عورت۔

اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ: تین ہی قسم کے لوگ وعظ وخطابت کر سکتے ہیں: (۱) حاکم (۲) عالم (۳) متکبر اور غالی اور ضدی ریا کار۔ جو بے پڑھا آدمی جماعت میں جا کر تھوڑی بہت بات یاد کر لیتا ہے نہ وہ حاکم ہے نہ ہی عالم ہے، لہٰذا اب وہ کون سی قسم میں داخل ہوسکتا ہے؟ علاوہ اس کے کہ وہ متکبر، ضدی اور ریا کار ہو، اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا، اس لئے امت کے رہنما علماء نے باقاعدہ اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، ہاں البتہ تبلیغی جماعت والوں کیلئے صرف دعوت وتشکیل کے چھ نمبروں کے حدود میں رہ کر بات کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی چھ نمبروں کو اپنی یاد اور اپنی دینی اصلاحی غرض سے سنانے کی اجازت ہے، اس سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، ایسے لوگوں کے لئے صرف اتنا جائز ہے کہ دینی کتابوں کو جیسے کتابوں میں لکھا ہوا ہے ویسے ہی سنا دیں، اس سے زیادہ اجازت نہیں ہے۔

(مستفاد: معارف القرآن سورۃ آل عمران: ۱۰۴، اشرفی دیوبند ۲/۳۸؛ اصول تبلیغ، ص ۳۵، ۵۶ فتاویٰ قاسمیہ جلد ۴/۴۱۱)

تبلیغی جماعت میں جانا کیسا ہے؟

جماعت میں جانا فرض یا واجب تو نہیں ہے لیکن ہر مسلمان پر اپنی عبادت کا

صحیح کرنا لازم ہے اور ہر ایک اصلاح کا محتاج ہے نیز علم دین کا بقدر ضرورت سیکھنا لازم ہے، جس کے ذریعہ سے اللہ کی عبادت صحیح طور پر کی جا سکے، جماعت میں جانے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ کم پڑھے لکھے مسلمان آسانی کے ساتھ اپنی عبادت صحیح کرنے کا طریقہ سیکھ لیں اور ساتھ ساتھ اس کی مشق کریں اور اس میں صرف دین کی باتیں سیکھنے سکھانے کا مشغلہ رہتا ہے۔ اور جماعت میں جا کر کم وبیش وقت لگا کر عبادات کو درست کرنا اور کچھ دین کی باتیں سیکھنا بہت آسان ہے اس لئے جس کو بھی موقع ملے جماعت میں جا کر عبادات کو درست کر لینا اور دین کی باتیں سیکھ لینا چاہیے۔ اور یہ حکم قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ **من خرج فی طلب العلم فهو فی سبيل الله حتى يرجع** (ترمذی، باب فضل العلم، النسخۃ الھندیہ ۹۳/۲) **من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا الى الجنه** (ترمذی، ۹۳/۲)

ہدایت کے تین راستے ہیں

ہدایت کے تین راستے ہیں: دنیا میں تمام مسلمان اپنی اصلاح کے محتاج ہیں اور اصلاح کے اصولی طور پر دو راستے ہیں: راہ ہدایت اور راہ ولایت۔

راہ نبوت: راہ نبوت کا مطلب یہ ہے کہ یہ علوم ظاہری اور علوم نبوت کا راستہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نوع انسانی کو راہ نبوت کا حامل بنائیں یعنی علوم ظاہرہ اور علوم نبوت کے دائرہ میں رہ کر امور شریعت کا عامل بنائیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو اولاً ایمان لانے کا مکلّف بنایا پھر ایمان کے دائرہ میں رہ کر امور شریعہ پر عمل کرنے کا حکم فرمایا اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ

والسلام کو اللہ نے انہیں علوم ظاہرہ اور علوم شریعت کو دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اور ان کی امت کو انہیں علوم ظاہرہ کا مکلّف بنایا۔

راہ ولایت: راہ ولایت کا مطلب یہ ہے کہ علوم تکوینیہ اور علوم باطنہ کا حامل ہو جائے اور ایسا علم اور ایسا عمل جس کی حقیقت کو ہر انسان نہیں سمجھ سکتا، بظاہر غلط معلوم ہوگا لیکن در پردہ اس کی کوئی حقیقت ہے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ علوم عطا فرمائے تھے۔

چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر شروع کر دیا تو مسلسل ایسے واقعات حضرت موسیٰؑ کے سامنے آنے لگے جو بظاہر غلط ہیں، لیکن حقیقت میں پسِ پردہ وہ صحیح بھی تھے جیسے حضرت خضرؑ کا کشتی کی لکڑی کا توڑ دینا، بظاہر غلط تھا مگر پس پردہ اس کی کوئی حقیقت تھی، اسی طرح بچہ کو قتل کر دینا بظاہر غلط تھا لیکن پس پردہ اس کی کوئی حقیقت تھی، اور اس غدار قوم کی دیوار کو سیدھا کر دینا، بظاہر غلط تھا مگر پس پردہ اس کی کوئی حقیقت تھی۔

تو راہ نبوت راہ موسیٰ ہے اور راہ ولایت راہ خضرؑ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو راہ موسیٰ اور راہ نبوت کا مکلّف بنایا ہے، راہ خضرؑ اور راہ ولایت کا مکلّف نہیں بنایا۔ اس لئے راہ نبوت، راہ ولایت سے زیادہ افضل اور زیادہ ارفع اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ اب ہمارے سامنے اس زمانہ میں ہدایت کے تین راستے ہیں:

۱) مدارس اسلامیہ کا راستہ: اس میں صرف علوم نبوت کی تعلیم دے کر راہ نبوت کا عامل بنایا جاتا ہے۔

۲) خانقاہوں کا راستہ: اس میں راہ نبوت کے ساتھ راہ ولایت بھی سکھائی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی راہ ولایت تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لئے

راہ نبوت پر عمل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے، اس لئے خانقاہوں میں قیل وقال کی اجازت نہیں ہوتی چاہے اپنی جگہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو شیخ جو کہے گا آنکھ بن کر کے اسی پر عمل کرنا ہوگا ورنہ شیخ سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا بشرطیکہ شیخ صاحب شریعت اور صاحب نسبت ہو۔ آج کل کے زمانے میں جو جاہل پیر بیٹھے ہوئے ہیں نہ وہ راہ ولایت میں ہیں اور نہ راہ نبوت میں بلکہ لوگوں کو فسق وفجور میں مبتلاء کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ایسے لوگوں سے حفاظت فرمائے۔ تبلیغی جماعت کا راستہ: اس راستے میں علوم شریعت کے ایک جزء پر عمل کی مشق کرائی جاتی ہے، اور علوم شریعت میں دو چیزیں الگ الگ ہیں:

۱) مسائل واحکام

۲) فضائل واخلاق

اس میں صرف فضائل سکھائے جاتے ہیں مسائل واحکام نہیں، اس لئے کہ فضائل کے ذریعے سے ان پڑھ اور کم علم لوگوں کے اندر دین کی ترغیب جلد پیدا ہو جاتی ہے مسائل واحکام چونکہ مشکل ہیں اس لئے اس راستے کے اندر مسائل نہیں سکھائے جاتے ہیں اور نہ ہی مسائل سکھانے والے ہوتے ہیں، بلکہ صرف فضائل سکھائے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں دین پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور اسلام کے فرائض پر عمل کرنا نہایت آسان ہو جاتا ہے، بہت جلد بے نمازی، نمازی بن جاتا ہے شرابی شراب ترک کر دیتا ہے، جواری جوا ترک کر دیتا ہے، چور چوری ترک کر دیتا ہے بے داڑھی، داڑھی رکھ لیتا ہے، حرام پر جری حرام ترک کر دیتا ہے۔

اگر چہ عالم دین اور شیخ کامل کا درجہ اس سے حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہاں تک پہنچنا ممکن ہے لیکن اس راستے میں لگنے کے بعد ایک مسلمان کے لئے دین پر

چلنا آسان ہوجاتا ہے۔ان تینوں راستوں میں سب سے افضل اور بنیادی راستہ مدارس اسلامیہ کا ہے اسی سے علوم نبوت کی شعائیں پھیلتی ہیں، قال اللہ وقال الرسول کے حاملین اور جناب رسول اللہ ﷺ کے تابعین پیدا ہوتے ہیں اور العلماء ورثۃ الانبیاء، علماء انبیاء کے وارثین اور تابعین ہیں۔ان کا درجہ اس دنیا میں اور کوئی نہیں پاسکتا۔لیکن ہر مسلمان کا باقاعدہ مدارس میں داخلہ لے کر علوم شریعت کا حامل بننا رسول اللہ ﷺ کا نائب بننا آسان نہیں ہے۔اس لئے کہ اس کام کے لئے تسلسل کے ساتھ دس بارہ سال، پندرہ سال مدارس میں لگانا لازم ہوجاتا ہے۔اس کے بعد دوسرے نمبر کا درجہ خانقاہوں کا ہے اس میں صاحب نسبت اور صاحب شریعت اور عامل بالسنۃ شیخ کامل لوگوں کو شریعت کا عامل بناتا ہے اور اس میں علماء اور عوام دونوں قسم کے لوگ آکر شیخ کامل سے استفادہ کرسکتے ہیں۔مگر اس میں رہ کر بھی منزل مقصود تک پہنچنے میں کافی وقت لگانا پڑتا ہے۔نیز سیکڑوں ہزاروں مسلمانوں کا ایک شیخ کے پاس جاکر مدتوں قیام کرنا اور پھر پوری طرح استفادہ کرنا مشکل ترین مسئلہ ہے بلکہ اس میں بہت مخصوص اور گنے چنے افراد استفادہ کرسکتے ہیں، اور کرتے رہتے ہیں۔ زمانے سے یہی مشاہدہ ہے۔اس کے بعد تیسرے نمبر میں تبلیغی جماعت کا راستہ ہے۔یہ راستہ نمبر تین پر ہے لیکن نہایت سہل اور آسان راستہ ہے، اس میں آدمی تین دن کے لئے جاکر دین کی چند باتیں سیکھ کر آتا ہے۔دس دن کے لئے جاکر کچھ سیکھ کے آتا ہے، اور چالیس دن کے لئے جاکر کچھ سیکھ کر اس پر عمل کی مشق کر کے آسکتا ہے، کوئی چار مہینہ کے لئے جاکر، کوئی سال بھر کے لئے جاکر کچھ سیکھ کر عمل کرنے کی مشق کر کے آسکتا ہے۔یہ ایسا آسان راستہ ہے کہ آدمی جب چاہے اپنی اصلاح کے لئے نکل سکتا ہے اس لئے عامۃ المسلمین کی عمومی اصلاح اور عمومی ہدایت کے لئے

نہایت سہل راستہ ہے اور اگر کوئی چاہے موقع بموقع اس میں شریک ہو کر بہت آسانی کے ساتھ اپنی زندگی کی اصلاح کر سکتا ہے۔

تبلیغی جدوجہد میں اکابر کی علماء کی شرکت

جب حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے نہایت تڑپ اور دلسوز انداز سے تبلیغی دعوت کا سلسلہ شروع فرمایا تو بڑے بڑے علمائے دین، بزرگان دین اور مفتیان کرام نے ان کے ساتھ شریک ہو کر تبلیغی اجتماعات میں عامۃ المسلمین کے سامنے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کے اس کام کا تعارف کرایا خلوت میں، جلوت میں، ہر طرح سے اس کام کے خیر و برکات سے امت کو روشناس کرایا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے دیوبند سے سفر کر کے حضرت مولانا الیاسؒ کے ساتھ میوات کے علاقے میں اجتماعات میں شرکت فرمائی۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ مفتیٔ اعظم ہند دہلی سے بار بار حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ دہلی اور اطراف دہلی اور میوات کے علاقوں میں اجتماعات میں شرکت فرماتے رہے۔ (حضرت مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت)

اسی طرح حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا منظور نعمانیؒ حضرت مولانا عبدالحق مدنیؒ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور حضرت مولانا قطب میاں فرنگی محلیؒ ان حضرات نے لکھنو کے اجتماعات میں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ شرکت فرمائی۔

اسی طرح دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم حضرت مولانا حافظ عمران صاحبؒ

اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ اور حضرت مولانا جان صاحب مجددیؒ، اور حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحبؒ، اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ، مولانا محمد شفیع صاحبؒ مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی، مولانا عبد اللطیف صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ استاذ دارالعلوم دیوبند، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی نوراللہ مرقدہم نے اپنے اپنے علاقوں سے سفر کر کے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ دہلی کے اجتماعات میں شرکت فرما کر تقریریں بھی کیں، عامۃ المسلمین کو اس کام کی اہمیت سے روشناس فرمایا۔ (مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ص:۱۴۶، ۱۷۷)

☆☆☆

تبلیغی کام کو جہاد کیسے کہا جا سکتا ہے؟

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اپنے قلم سے لکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ اشکال کرتے ہیں کہ تبلیغ والے جہاد کی احادیث کو اپنے تبلیغی اسفار کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور تعجب اس پر ہے کہ یہ اشکال عوام کے بجائے اہل علم کی طرف سے زیادہ آیا۔ اہل علم کی طرف سے اس اشکال کا وارد ہونا زیادہ موجب تعجب ہے اس لئے کہ جہاد کے اسفار میں قتال اگرچہ عرفاً زیادہ معروف ہے لیکن لغت اور نصوص جہاد کو قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے اصل جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کی سعی ہے۔ جس کا درجۂ مجبوری اور آخری درجہ قتال بھی ہے، قتال اصل مقصود نہیں بدرجۂ مجبوری ہے۔ تفسیر مظہری میں: **کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم** کی تفسیر میں لکھا ہے جہاد کی فضیلت تمام

نیکیوں میں اس وجہ سے ہے کہ وہ اشاعت اسلام اور ہدایت خلق کا سبب ہے پس جو شخص ان کی کوشش سے ہدایت پائے گا اس کی حسنات بھی ان مجاہدین کی حسنات میں داخل ہوں گی اور اس سے زائد افضل علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کی تعلیم ہے اس لئے کہ اس میں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے فقط اس زمانہ میں تبلیغ سے جتنی ہدایت پھیلی اور پھیل رہی ہے اس سے تو کسی مخالف کو انکار نہیں ہوسکتا ہزاروں آدمی بلکہ لاکھوں بے نمازی پکے نمازی بن گئے سیکڑوں غیر مسلم ان لوگوں کے ہاتھوں اور ان کی مساعی سے مسلمان بن گئے جہاد کی لغوی اور شرعی تحقیق یہ ناکارہ اپنی کتاب اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک اور لامع الدراری علیٰ جامع البخاری کے حاشیہ پر تفصیل سے لکھ چکا ہے جہاد کے لغوی معنی مشقت اٹھانے کے ہیں اور شرعاً مشقت کا اٹھانا کفار کے قتال میں بھی اور اس کا اطلاق مجاہدۂ نفس پر بھی آتا ہے اور شیطان سے مجاہدہ پر بھی آتا ہے اور فاسقوں کے ساتھ مجاہدہ پر بھی اور کفار سے جہاد پر بھی ہوتا ہے، زبان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی ہوتا ہے قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے اس قسم کی آیات اور روایات وارد ہوئی ہیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **المجاهد من جاهد نفسه** اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت شعب الایمان للبیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے ابن عربی نے ترمذی شریف کے شرح میں لکھا ہے کہ صوفیاء کا مذہب یہ ہے کہ جہاد اکبر نفس کا جہاد ہے اور قرآن پاک کی آیت **والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا** میں اس کی طرف اشارہ ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ اصل مجاہد وہ نہیں جو دور کے دشمن سے جہاد کرے اصل مجاہد وہ ہے جو اس دشمن سے جہاد کرے جو ہر وقت ساتھ ہے۔

نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضور اقدسؐ نے

ارشاد فرمایا **رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر** یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں جہاد اکبر کا مصداق جہاد بالسیف اور جہاد مع الکفار نہیں، علامہ باجیؒ لکھتے ہے کہ 'سبیل اللہ' کا لفظ تمام نیکیوں کو شامل ہے۔ حدیث **رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر** مختلف طرق سے نقل کی گئی ہے۔ اہل علم حوالہ دیکھنا چاہیں تو لامع الدراری کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے **التشرف بمعرفة احادیث التصوف** میں تفسیر روح المعانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کی آیت **جاهدو ا فی سبیل الله حق جهاده** میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک جماعت غزوہ سے واپس آئی تو حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ تم بہت اچھا آنا آئے کہ جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے۔ ان روایات میں جو کچھ ضعف ہے وہ اول تو فضائل میں معتبر ہوتا اور تعدد طرق سے مندفع ہو جاتا ہے۔

علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ لامع کے حاشیہ میں ہے کہ فرائض نماز، روزہ وغیرہ چونکہ مقاصد لعینہ ہیں وہ جہاد سے افضل ہیں اس لئے کہ جہاد کی اصل غرض ایمان اور اعمال حسنہ ہی پر عمل کرانا ہے لامع کے حاشیہ میں ابن عابدینؒ سے نقل کیا ہے کہ اس میں ذرا بھی تردد نہیں کہ ادائے فرائض پر مواظبت اپنے اوقات میں، جہاد سے افضل ہے اس لئے کہ وہ فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے اور جہاد صرف ایمان اور نماز ہی کے قائم کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہ حسن لغیرہ ہے اور نماز کا حسن لعینہ، اس لئے یہ افضل ہے اور ظاہر ہے کہ جو کچھ کوشش بھی نماز وغیرہ کے قائم کرنے کے لئے کی جائے گی وہ افضل الجہاد ہی کے حکم میں شمار کی جائے

گی۔امام بخاریؒ نے جمعہ کی نماز کے لئے پاؤں چلنے پر باب المشی الی الجمعہ میں حضرت ابوعبسؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے **من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرم اللہ علی النار** جوشخص کہ اس کے دونوں پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس پر حرام کر دیتے ہیں۔

اگر امام بخاریؒ اس حدیث پاک سے جمعہ کی نماز کیلئے پاؤں چلنے کی فضیلت پر استدلال کر سکتے ہیں تو پھر اگر مبلغین اللہ کے راستہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خدمت کے لئے پاؤں چلنے پر اس حدیث سے استدلال کریں تو ان پر کیا الزام ہے۔

آگے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ اہل علم پر بڑا تعجب ہے کہ وہ فی سبیل اللہ کے لفظ کو جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں جب کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث کثیرہ اس کے عموم پر دلالت کرتی ہیں۔

(تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات ص:۲۔۴ انوار ہدایت)

موجودہ تبلیغ سابق طرز پر نہیں

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک احمقانہ، جاہلانہ اعتراض یہ بھی کانوں میں پڑا کہ تبلیغ اپنی افادیت، ہدایت اور صلاح کے درمیان یقیناً ایسی ہی تھی جیسا کہ لوگ بتاتے ہیں، لیکن اب موجودہ تبلیغ چوں کہ حضرت دہلویؒ کے طرز پر نہیں رہی اس لئے اب یہ ضلالت وگمراہی ہے؟ میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا دارالعلوم دیوبند اسی طرز پر باقی ہے جو حضرت نانوتویؒ اور حضرت مولانا یعقوبؒ کے دور میں تھا؟ کیا مظاہر علوم سہارنپور اب اسی طریقہ اور اصول پر ہے جو حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا مظہر صاحبؒ

کے دور میں تھا؟ کیا موجودہ جمیعۃ علماء ہند وہی جمیعۃ ہے جو حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کے دور میں تھی؟ کیا موجودہ خانقاہیں وہی ہیں جو حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے زمانہ میں تھیں؟ اور اگر وہ نہیں تو کیا یہ ساری گمراہی وضلالت بن گئے ہیں؟

حضور اقدس ﷺ کا مشہور ارشاد ہے کہ میرا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ، اس لئے خیر القرون سے جتنا بھی بعد ہوتا جائے گا ظاہر ہے کہ وہ صلاح وفلاح، خیر وبرکت ہرگز نہیں رہ سکتی جو سید الکونین ﷺ کے دور میں تھی تو کیا اب اسلام کو ضلالت وگمراہی کہا جائے گا؟ مشکوٰۃ شریف میں بخاری شریف کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت زبیر بن عدیؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج ظالم کے مظالم کی شکایت کی تو انہوں نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ کوئی زمانہ تم پر ایسا نہیں آئے گا کہ اس کے بعد والا اس سے زیادہ برا نہ ہو، میں نے حضور اقدس ﷺ سے یہی سنا ہے حضرت امام زہریؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کی خدمت میں دمشق میں حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کی کوئی چیز ایسی نہیں رہی جو تم نے بدل نہ دی ہو ایک نماز رہ گئی تھی اسے بھی ضائع کر دیا (یہ دو حدیثوں کا مشترک مضمون ہے) بخاری میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر مامور بہ کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دو تو ہلاک ہو جاؤ، لیکن عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اگر وہ لوگ مامور بہ کے دسویں حصہ پر بھی عمل کر لیں گے تو نجات پالیں گے۔

(مشکوٰۃ ص:۴۳۱)

مشکوٰۃ میں بروایت ترمذی حضرت انسؓ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس دن نبی

کریم ﷺ کی مدینہ پاک تشریف آوری ہوئی مدینہ پاک کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا ہر چیز بے نور ہوگئی، اور حضور ﷺ کے دفن کے بعد ہم ہاتھ مٹی سے جھاڑنے بھی نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر پایا، اس لئے اکابر کے دور کی برکات اور ان کے انوار بعد میں ڈھونڈنا یا بعد والوں کو ان کے معیار پر جانچنا نادانی کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ میں تو پچاس سال سے دیکھ رہا ہوں کہ اکابر میں سے جو بھی گیا اپنی جگہ بالکل خالی چھوڑ گیا وہ برکات، انوار، خیرات جو ان اکابر کے دور میں تھیں بعد میں نہ مل سکیں، مفتی محمود صاحب نے اس نوع کے ایک اعتراض پر اپنے ایک نجی خط میں جو ''چشمہ آفتاب'' میں چھپ بھی گیا ہے بڑی شدت سے نکیر کی ہے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے احیاء اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور پختگی کا ذریعہ ہے اور دائرہ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت کی وجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، چوں کہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے، ہر قسم کے آدمی اس میں آتے ہیں اور کام کرتے ہیں اور ہر ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے، اس لئے بے علم اور باعلم، ذہین اور غبی، نئے اور پرانے، تجربہ کار اور بے تجربہ، متقی اور غیر متقی، ذاکر اور غافل، نستعلیق اور شکستہ، شہری اور دیہاتی، شستہ زبان اور اکھڑ، سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جانچنا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں، بلکہ اصولاً غلط ہے کسی سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے گا۔ (تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات ص:۱۱۶۔۱۱۸ انوار ہدایت)

انصاف کی بات

دینی مدارس اور خانقاہ اور تبلیغ یہ تینوں راستے ہدایت کے لئے بہترین ذرائع اور وسیلے ہیں ان میں سے ہر ایک میں دین کے حاملین اور قائدین ہی ذمہ دار ہوتے ہیں اور دین حاصل کرنے کے لئے یہ تینوں بہترین راستے ہیں اور ان تینوں میں اچھے اور نیک لوگ ہوتے ہیں لیکن ہر اچھوں کے ساتھ برے بھی ہوتے ہیں اور اچھائی کے ساتھ خامیاں بھی ہوتی ہیں ،اور تبلیغی جماعت میں علماء سے زیادہ عوام ہوتے ہیں، اور پڑھے لکھوں سے زیادہ انپڑھ ہوتے ہیں اس لئے اس میں اچھوں کے ساتھ برے بھی ہوتے ہیں ،اور ان سے نیکیوں کے ساتھ برائیاں اور اصولوں کے ساتھ بے اصولیاں بھی کثرت سے ہوں گی تو کیا کسی کی بے اصولی اور غلطی کی بناء پر پورے مکتب فکر کو غلط کہا جاسکتا ہے اور پوری جماعت پر غلطی کا الزام ،انصاف کی بات نہ ہوگی ،جیسا کہ خانقاہوں میں اچھے لوگ ہوتے ہیں ،تو کیا اچھے لوگوں کے ساتھ خانقاہوں میں برے لوگ بھی نہیں ہوتے ایک دو آدمی برے بھی ضرور ہوتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے پوری خانقاہ کے اوپر برائیوں کا الزام آسکتا ہے؟ اسی طرح مدارس کے اندر کیا سو فیصد تمام لوگ اچھے ہی ہوتے ہیں ؟ اگر سو طلباء ہیں ان میں ایک دو ضرور برے بھی ہوتے ہیں ،تو کیا ایک دو برے ہونے کی وجہ سے اور ایک دو سے غلطیاں ہونے کی وجہ سے سب کے اوپر غلطی کا الزام لگایا جاسکتا ہے، ایسا ہرگز نہیں ، یہ نہایت بے انصافی کی بات ہے بلکہ برائیوں پر خیر اور خوبیاں غالب ہیں اور جب سب میں خوبیاں غالب ہیں تو ہمیں خوبیاں دیکھنا چاہیے ، جو کچھ برائی اور غلطی ہوتی ہے اس پر اڑے نہیں رہنا چاہیے ، بلکہ جس سے غلطی ہو جائے اس کی اصلاح

کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ پاک ہم سب کو صحیح راہ پر قائم رکھے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ (انوار ہدایت ص:۳۹۳،۳۹۴)

والدین کی اجازت کے بغیر تبلیغ یا کسی اور سفر پر جانے کا حکم

اگر والدین تنگ دست ہوں اور بیٹے کے سفر پر جانے کی صورت میں ان کے خرچ کا انتظام نہ ہو، یا ضعیف اور بیمار ہوں اور ان کی خدمت اور خبر گیری کیلئے اور کوئی موجود نہ ہو، تب تو ان کی اجازت اور مرضی کے خلاف کسی بھی سفر میں جانا جائز نہیں، خواہ وہ سفر تبلیغ کا ہو، یا تحصیل علم کا، یا حج وعمرہ کا، لیکن اگر ان کے خرچ کا بھی انتظام ہے اور خبر گیری کرنے والے بھی موجود ہیں تو ایسی صورت میں فقہاءؒ نے ایسے سفر کی اجازت دی ہے جس میں ہلاکت کا گمان غالب نہ ہو، اس حال میں اگر والدین کی اجازت کے بغیر بھی کوئی شخص تبلیغ کے سفر پر چلا جائے تو انشاء اللہ گناہ نہ ہوگا۔

قال محمد فی السیر الکبیر :اذا اراد الرجل ان یسافر الی الجهاد لتجارة او حج او عمرة و کره ذالک ابواه فان کان یخاف الضیعة علیهما بان کانا معسرین و نفقتهما علیه ،وماله لایفی باالزاد والراحلة ونفقتهما فانه لا یخرج بغیر اذنهما.....وان کان لا یخاف الضیعة علیهما بان کانا موسرین لم تکن نفقتهما علیه .ان کان سفرا لا یخاف علی الوالد الهلاک فیه کان له ان یخرج بغیر اذنهما....

وکذاالجواب فیما اذا خرج للفقه. (عالمگیریه ص:۳۶۵)

البتہ اگر یہ سفر ایسا خطرناک ہو کہ اس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو، مثلاً جہاد (بشرطیکہ نفیر عام نہ ہو) یا شدید گرمی یا سردی میں پیدل صحراؤں، پہاڑوں کا سفر ہو تو اس میں والدین کی اجازت ضروری ہے، علامہ سرخسیؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں اور والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور جس طرح انہیں روتا چھوڑ کر آئے ہو اب جا کر انہیں ہنساؤ۔

اور جو صحابہ کرامؓ والدین کو چھوڑ کر جہاد کیلئے جاتے تھے وہ یا تو نفیر عام کی بناء پر یا آنحضرت ﷺ کے خصوصی حکم سے یا والدین کی اجازت اور رضامندی سے جاتے تھے اور عام سفروں میں جانا ہوتا تو ان کی خبر گیری کا انتظام کر کے جاتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ نہ علی الاطلاق یہ کہا جاسکتا ہے کہ تبلیغی سفر کسی بھی حال میں والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں، اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر حال میں جائز ہے، بلکہ اس کی تفصیل وہی ہے جو اوپر گذری۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی حقوق الوالدین میں یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ (فتاویٰ عثمانی جلد اول)

تبلیغ دین فرض کفایہ ہے

سوال: کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

جواب: خلق خدا کو اوامر کی دعوت دینا اور نواہی سے منع کرنا شرعاً فرض کفایہ ہے جو کہ بعض کے انجام دینے سے کل کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، فرض عین کی رائے رکھنا

خطا پر محمول ہے، تاہم اپنے آپ کو رذائل سے پاک کرنا فرض ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ)

گھر بتائے بغیر تبلیغ میں جانا کیسا ہے؟

سوال: بعض لوگ اپنا شہر یا ملک چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کو یہ بتائے بغیر کے وہ کہاں جارہا ہے ہیں اور کتنے دن کے لئے جارہے ہیں، چپ چاپ نکل جاتے ہیں۔ اور کسی مقام پر پہنچ کر اپنے گھر والوں کو بذریعہ خط وغیرہ بھی کوئی اطلاع نہیں دیتے۔ بلکہ اس اجنبی شہر یا ملک کے مسلمانوں کا کلمہ درست کرانے اور نماز کی تلقین کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اکثر ان کے اہل خانہ کو اس عمل سے پریشانی ہوتی ہے اور خرچ وغیرہ نہ ملنے کی وجہ سے شکایت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ اس طرح ۵۔۵ یا ۶۔۶ مہینہ بلکہ ایک ایک سال باہر گذارتے ہیں۔ اس کو وہ ''چلّہ'' دینا کہتے ہیں۔ نیز وہ خود بھی سمجھتے ہیں اور لوگوں کو بھی سمجھاتے ہیں کہ جو جتنا لمبا چلّہ دیتا ہے وہ اتنا ہی کامل مسلمان ہوتا ہے۔

یہ عمل کہاں تک درست ہے؟ اور کتاب وسنت کے مطابق ہے؟ کیا صحابہ کرامؓ نے بھی ایسے چلّے دیئے ہیں عربی میں چلّہ کو کیا کہتے ہیں؟ کیوں کہ اردو میں تو چلہ صرف چالیس دن کا ہوتا ہے وہ بھی پیر، فقیر اور روحانی عامل کسی وظیفہ وغیرہ پڑھنے کی مدت کے لئے استعمال کرتے ہیں؟

جواب: ایسا بے وقوف تو شاید ہی دنیا میں کوئی ہو جو سال چھ مہینہ کے لئے ملک سے باہر چلا جائے نہ گھر والوں کو بتائے نہ وہاں جا کر اطلاع کرے نہ ان کے نان ونفقہ کا سوچے۔ ایسی فرضی صورتوں پر تو احکام جاری نہیں کئے جاتے۔ جہاں تک

دین سیکھنے کا عمل ہے۔ یہ مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے۔ صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین بھی ہماری طرح گھروں میں بیٹھے رہتے تو شاید ہم بھی مسلمان نہ ہوتے نہ آپ کو سوال کی ضرورت ہوتی نہ کسی کو جواب دینے کی۔ جوان بیبیوں کو چھوڑ کر جو لوگ چند ٹکے کمانے کے لئے سعودیہ، دبئی، امریکہ چلے جاتے ہیں اور کئی کئی سال تک نہیں لوٹتے ان کے بارے میں آپ نے کبھی مسئلہ نہیں پوچھا۔ جو لوگ دین سیکھنے کے لئے مہینے دو مہینے چار مہینے کے لئے جاتے ہیں ان کے بارے میں آپ کو مسئلہ پوچھنے کا خیال آیا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ گھر کے لوگوں کے نان ونفقہ کا انتظام کر کے آپ بھی چار مہینے کے لئے تو ضرور تشریف لے جائیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

بعض کارکنان تبلیغ کی بے اعتدالیاں

سوال: ایک صاحب اپنے بیان میں یہ کہتے ہیں کہ تفسیر قرآن سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور تفسیر قرآن کو سننے والے جہنمی ہیں، حالانکہ تفسیر کرنے والے حضرات علاقے کے معتبر علماء ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ جھوم کر (ہل ڈل کر) قرآن پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے اس بات پر ان کی نکیر بھی کی گئی، لیکن وہ اس سے باز نہیں آئے۔ ایک صاحب اپنے بیان میں یہ کہتے ہیں کہ کچھ چوپڑیاں (آلتو فالتو) کتابیں اور پیٹ پالنے والوں کی کتابیں پڑھ کر لوگ اپنے آپ کو عالم، فاضل اور مفتی کہلاتے ہیں یہ تو علماء سوء ہیں حالانکہ وہ صاحب یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی کتابیں اور فقہ کی کتابیں پڑھے بغیر کوئی شخص عالم، فاضل، مفتی نہیں بن سکتا اور وہ ائمہ حدیث وائمہ فقہ سے بھی واقف ہے تو ان صاحب کا ایسی باتیں کرنا قرآن وحدیث وائمہ کی توہین نہیں ہے؟

ایک صاحب کہتے ہیں کہ اذان و جماعت کے درمیان تلاوت وذکر نہیں کرنا چاہئے، بلکہ صرف نماز کے انتظار میں بیٹھنا چاہیے تو یہ بتائیے کہ اذان و جماعت کے درمیان تلاوت، ذکر کرنا بہتر ہے یا نماز کے انتظار میں بیٹھنا بہتر ہے؟

ایک صاحب اپنے بیان میں یہ کہتے ہیں کہ علماء ومفتی کچھ بھی نہیں ہیں بلکہ صرف امیر ہی ہے اور اس کی ہی سنی جائے گی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو علماء کی مجلس میں جائے گا وہ گمراہ ہے اور مسلمانوں کی جماعت سے کٹا ہوا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب باتیں ناواقفیت اور جہالت پر مبنی ہیں تبلیغی جماعت سے وابستہ کوئی بھی مخلص کارکن ایسی باتیں نہیں کرسکتا کیوں کہ تبلیغ کے چھ نمبروں میں سے ایک اہم نمبر علم وذکر بھی ہے اس کے تحت میں تمام تعلیمی سرگرمیاں اور تصوف وسلوک کی محنتیں شامل ہیں لہٰذا ان باتوں کو دین سے الگ قرار دینا یا دین کے ان شعبوں کو حقیر اور بے ضرورت سمجھنا کسی طرح روا نہیں جو لوگ بھی آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں ان لوگوں کو خوش اسلوبی سے سمجھانے کی ضرورت ہے تبلیغی جماعت کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ وہ ایسے نادان لوگوں پر گہری نگاہ رکھیں اور ان کی غلط بیانی پر روک ٹوک کریں تاکہ فتنوں کا دروازہ بند ہو جائے۔ (کتاب النوازل جلد ۱۷، فتاویٰ محمودیہ جلد: ۴)

تبلیغی جماعت سے والدین کا اپنی اولاد کو منع کرنا

سوال: تبلیغ دین کا سلسلہ جیسا کہ آپ کو مجھ سے بہتر علم ہوگا اگر ہم تبلیغی کاموں میں حصہ لیں لیکن گھر والے اس کام سے اس لئے منع کریں کہ رشتہ داروں

میں ان کی ناک کٹ جائے گی وہ کسی کو منھ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے کہ ان کا لڑکا تبلیغی ہوگیا ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے یا اس مبارک کام کو چھوڑ دینا چاہیے؟

جواب: تبلیغ کا کام ہرگز نہ چھوڑیئے لیکن والدین کی بے ادبی بھی نہ کی جائے بلکہ نہایت صبر وتحمل سے ان کی کڑوی باتوں کو برداشت کیا جائے۔ یہ لوگ بیچارے دنیا کی عزت ومنصب کی قدر جانتے ہیں، دین کی قدر وقیمت نہیں جانتے۔ ضرورت ہے کہ ان کو کسی تدبیر سے یہ سمجھایا جائے کہ دین کی پابندی عزت کی چیز ہے اور بے دینی ذلت کی چیز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

یہ کہنا صحیح نہیں کہ تعلیم وتعلم یعنی پڑھنا پڑھانا نمبر دو پر ہے اور تبلیغ نمبر ایک پر ہے

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ علم دین کا پڑھنا اور پڑھانا نمبر دو پر ہے اور تبلیغی جماعت میں کام کرنا ایک پر ہے؟

جواب: تعلیم وتبلیغ دونوں ضروری ہیں آپ مستقلاً کام کریں جب تعطیل کے ایام ہوں تو تبلیغ کے لئے بھی سفر کرلیا کریں، اہل تبلیغ کا اصرار اور نمبر ایک ودو کہنا ان کی اپنی سمجھ کے اعتبار سے ہے، علم کے بغیر تبلیغ محال ہے اور علم کے لئے تعلیم ضروری ہے صحابہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں علم بھی سیکھتے تھے اور تبلیغ بھی کرتے تھے مالک بن الحویرث کے ساتھی اور اسی طرح وفد عبدالقیس جب آئے تو پہلے علم سیکھا اس کے بعد واپسی پر ان کو تبلیغ کا حکم دیا گیا۔

(کتب فضائل اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے علمی جوابات)

امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت

سوال: قرآن مجید میں اور احادیث مبارکہ میں بھی کئی ایسی احادیث مبارکہ ہیں اور ان آیات اور احادیث کا مفہوم اس طرح بنتا ہے کہ مسلمان کے لئے نہ صرف یہ کہ خود نیک عمل کرے بلکہ دوسروں کو بھی ان کی تلقین کرے اسی طرح نہ خود برے کاموں سے پرہیز کرے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی ترغیب دے۔ اس کام کو نہ کرنے پر احادیث مبارکہ میں وعیدیں بھی آئی ہیں سوال یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض ہے یا فرض کفایہ یا واجب یا کوئی اور شکل یا یہ کہ مختلف صورتوں میں مختلف حکم؟

جواب: مسئلہ بہت تفصیل رکھتا ہے مختصر یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض ہے دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ یہ شخص مسئلہ سے ناواقف ہو۔ دوم یہ کہ قبول کی توقع غالب ہو، اگر یہ دو شرطیں نہ پائی جائیں تو فرض نہیں، البتہ بشرط نفع مستحب ہے اور اگر نفع کے بجائے اندیشہ نقصان کا ہو تو مستحب نہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد: ۷)

کمپنی سے چھٹی لئے بغیر تبلیغ پر جانا

سوال: میں جہاں کام کرتا ہوں وہاں میرے ساتھ چار اور ساتھی ہیں۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ ایک ایک ساتھی یا دو دو، دس بارہ دن کیلئے کام پر نہیں آتے ہیں اور حاضری لگتی رہتی ہے۔ یہ چھٹیاں باری باری ہوتی ہیں جب میری باری آتی ہے تو میں اکثر دس دن کے لئے تبلیغ پر نکل جاتا ہوں اور حاضری لگتی رہتی ہے۔ اب بتایئے کہ یہ میرا

تبلیغ کیلئے جانا کیسا ہے؟ کیا الٹا گناہ تو نہیں؟ میرے جانے سے کمپنی کو تو کوئی نقصان بھی نہیں ہوتا۔ مفصل جواب دیجئے اور میرے جانے کا افسروں کو پتہ نہیں چلتا؟

جواب: کمپنی سے رخصت لئے بغیر غیر حاضری کرنا خیانت ہے۔ اور اس وقت کو کسی دوسرے کام میں استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ غیر حاضری کے دنوں کی تنخواہ وصول نہ کیا کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد:۷)

تبلیغی جماعت کا فیضان، ایک سوال کا جواب

ایک صاحب جو دس سال تک تبلیغی جماعت سے منسلک رہے تھے، پھر ان کا دل ہٹ گیا، انہوں نے اس جماعت کے بارے میں کچھ شبہات واشکال حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی خدمت میں پیش کئے تھے، حضرت شہیدؒ نے اس کا جواب دیا، اس کا اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے:

''آپ کا یہ ارشاد کہ تبلیغ والے کسی سوال کا جواب دینے کے بجائے ہاتھا پائی یا گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں، ممکن ہے آپ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہو، لیکن اس ناکارہ کو قریباً چالیس برس سے اکابر تبلیغ کو دیکھنے اور ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع مل رہا ہے، میرے سامنے تو کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ تبلیغ والے چھ نمبروں سے نکلتے نہیں اور دین کی دوسری مہمات کی طرف توجہ نہیں دیتے، یہ بھی کم از کم میرے مشاہدہ کے تو خلاف ہے، ہزاروں مثالیں تو میرے سامنے ہیں کہ تبلیغ میں لگنے سے پہلے وہ بالکل آزاد تھے اور تبلیغ میں لگنے کے بعد انہوں نے نہ صرف خود قرآن کریم پڑھا، بلکہ اپنی اولاد کو بھی قرآن مجید حفظ کرایا اور انگریزی پڑھانے کے بجائے انہیں دینی تعلیم میں لگایا، دینی مدارس قائم کئے،

مسجدیں آباد کیں، حلال وحرام اور جائز وناجائز کی ان کے دل میں فکر بیدار ہوئی اور وہ ہر چھوٹی بڑی بات میں دینی مسائل دریافت کرنے لگے۔ بہت ممکن ہے کہ بعض کچے قسم کے لوگوں سے کوتاہیاں ہوئی ہوں لیکن اس کی ذمہ داری تبلیغ پر ڈال دینا ایسا ہی ہوگا کہ مسلمانوں کی بدعملیوں کی ذمہ داری اسلام پر ڈال کر نعوذ باللہ اسلام ہی کو بدنام کیا جانے لگے، جس طرح ایک مسلمان کی بدعملی یا کوتاہی اسلام پر صحیح عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے، نہ کہ نعوذ باللہ اسلام کی وجہ سے، اسی طرح تبلیغ والے کی کوتاہی یا بدعملی بھی تبلیغ کے کام کو پوری طرح ہضم نہ کرنے کی وجہ سے ہوسکتی ہے، نہ کہ خود تبلیغی کام کی وجہ سے اور لائق ملامت اگر ہے تو وہ فرد ہے، نہ کہ تبلیغ۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ تقریباً دس سال تک تبلیغ سے منسلک رہے ہیں، مگر اب آپ کا دل اس سے ہٹ گیا ہے، یہ تو معلوم نہیں کہ دس سال تک آپ نے تبلیغ میں کتنا وقت لگایا؟ تاہم دل ہٹ جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تبلیغ جیسے اونچے کام کے لئے اصولوں اور آداب کی رعایت کی ضرورت ہے، وہ آپ سے نہیں ہوسکی، اس صورت میں آپ کو اپنی کوتاہی پر توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور یہ دعاء بہت ہی الحاح وزاری کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ ''**اللھم انی اعوذبک عن الحور بعد الکور**''. ''**ربنا لاتزع قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب**''۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

تبلیغی جماعت کا طریقہ بدعت نہیں

سوال ۱: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان کرام کہ کیا اس طریقہ سے تبلیغ بدعت سیئہ ہے یا ناجائز ہے ہمارے علاقے میں ایک مولوی ہے جو موجودہ

طریقۂ تبلیغ کو بدعت سیئہ کہتا ہے۔ اور لوگوں کو اس سے منع کرتا ہے۔ اور تبلیغ والوں کو مسجد سے نکالتا ہے۔ اس مولوی کا یہ عمل اور قول خلاف شرع ہے یا موافق شریعت ہے۔ اگر خلاف شریعت ہو، تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کیا تبلیغی جماعت اہل سنت والجماعت میں نہیں ہے کیا تبلیغی جماعت ضال اور مضل ہے اور گمراہ فرقہ ہے۔ ہمارے علاقے میں عالم موصوف تبلیغی جماعت کو اہل سنت والجماعت میں شمار نہیں کرتا ہے اور تبلیغی جماعت کو فرقہ گمراہ کہتا ہے اور ضال اور مضل تصور کرتا ہے۔ کیا اس عالم کا یہ کہنا شریعت کی رو سے صحیح ہے یا غلط؟ اس کے مقابلے میں دیگر علماء تبلیغ والوں کا احترام کرتے ہیں۔ اور اس طریقے سے تبلیغ کو جائز کہتے ہیں اور تبلیغ کو اہل سنت والجماعت میں شمار کرتے ہیں؟

جواب: دین کی اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے سعی اور کوشش کرنا امر خداوندی ہے اس کی تعمیل لوگوں کے ذمہ لازمی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر کئی مقامات پر اس ذمہ داری کا مسلمانوں کو احساس دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الایۃ)

(۲) دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّٰهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الاية)

(۳) اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

ومن احسن قولاً ممن دعا الى الله وعمل صالحاً. (الاية)

ان آیات کے علاوہ بھی اور بھی آیات موجود ہیں جن سے اس امر کی ذمہ داری

کا پتہ چلتا ہے، اس لئے مفسرین نے وضاحت کے ساتھ اس کو فرض کفایہ لکھا ہے۔

اسی طرح علامہ ابوبکر الجصاص الرازیؒ لکھتے ہیں:

قال ابوبکر قد حوت هذه الاية معنيين احدهما وجوب الامر بالمعروف والنهى عن المنكر والآخر انه فرض على الكفايه.

(احکام القران ۳۱۵/۲)

اور یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سب کے لئے ہے چاہے کفار ہو یا مسلمان یہی حکم اکابر مفسرین کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمود الآلوسیؒ فرماتے ہیں۔

يدعون الى الخير: المراد من الدعاء الى الخير الدعاء الى مافيه صلاح دينى ودنيوى. (روح المعانی ۲۱/۴)

اسی طرح علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

يدعون الى الخير اى خير العقائد والاخلاق والاعمال الحق فيهما صلاح الدين والدنيا. (تفسیر مظهری ۱۱۴/۲)

اور ہذہ سبیلی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الدعوة الى التوحيد والاعداد للمعاد. (تفسیر مظهری ۱۱۴/۲)

اسی طرح دعوۃ الی اللہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وما الى الله اى الى عبادة الله وتوحيده. (تفسیر مظهری ۲۹۴/۸)

ان کے علاوہ تفسیر بیان القران، تفسیر عثمانی، اور تفسیر معارف القران مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ وغیرہ تفاسیر میں بھی اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ دعوت الی اللہ مسلمان اور کافر دونوں کے لئے ہے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیعؒ

فرماتے ہیں۔ پھر دعوت الی الخیر کے بھی دو درجے ہیں، پہلا یہ ہے کہ غیر مسلموں کا خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت دینا ہے مسلمانوں کا ہر فرد عموماً اور یہ جماعت خصوصاً دنیا کی تمام قوموں کو خیر یعنی اسلام کی دعوت دے... دعوت الی الخیر کا دوسرا درجہ خود مسلمانوں کو دعوت خیر دینا ہے کہ تمام مسلمان علی العموم اور جماعت خاصہ علی الخصوص مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کرے اور فریضہ دعوت الی الخیر انجام دے۔ (معارف القرآن ۲ ۱۴۰، ۱۴۱)

اور نہ ہی یہ طریقہ کوئی انوکھا ہے بلکہ سلف صالحین اور دور صحابہ میں اس طرز عمل کی مثالیں موجود ہیں، چنانچہ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے لکھا ہے تبلیغی جماعت جس طرز پر دعوت الی اللہ کا کام کر رہی ہے یہ سنت نبوی ﷺ اور طریقہ سلف صالحین کے عین مطابق ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۹/ ۳۶۳)

مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے جواب سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے چنانچہ، جب آپؒ سے تبلیغ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا، تبلیغ دین ہر زمانے میں فرض ہے اس زمانہ میں بھی فرض ہے لیکن فرض علی الکفایہ ہے جہاں جتنی ضرورت ہو اسی کی اہمیت ہوگی اور جس جس میں جیسی اہلیت ہو اس کے حق اسی قدر ذمہ داری ہوگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صراحت قرآن کریم میں ہے سب سے بڑا معروف ایمان اور سب سے بڑا منکر کفر ہے ہر مومن اپنی اپنی حیثیت کے موافق مکلّف ہے خدائے پاک کے نازل فرمائے ہوئے دین کو حضرت رسول مقبول ﷺ کی ہدایت کے موافق پہنچا رہے ہیں۔ (فتاوی محمودیہ ۱۲/ ۲۴۶)

اسی بنا پر اکابر علماء دیوبند نے اس کام کی تعریف کی اور اس کو ضروری قرار دیا ہے. مفتی ہند مفتی کفایت اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ تحریک (تبلیغی جماعت) اصل حقیقت کے اعتبار سے تو اسلام کی بنیادی چیز ہے کیوں کہ اللہ تعالی کا پیغام اس کے

بندوں کو پہنچانا اور ان کے گھروں پر جا کر خود پہنچانا اصل تبلیغ ہے۔ (کفایت المفتی ۹/۲)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آخر میں مولانا محمد الیاسؒ کے اس تحریک کو ان الفاظ سے سراہا ہے کہ مولانا الیاسؒ نے یاس کو آس سے بدل دیا ہے۔ (مولانا الیاسؒ اور ان کی دعوت ۱۱۲۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ میرے محترم بزرگ یہ جماعت تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کر رہی ہے بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہو اور مسلمانوں میں اتحاد ویگانگت کا قوی جذبہ پیدا اور ان کو مذہبی احساسات کی سرگرمی کی طرف چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلی درجے کے نتائج اور ثمرات کی قوی امیدیں پیدا ہوتی ہیں بنا بریں میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جد وجہد کو کام میں لایا جاوے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جاویں۔ والسلام

حسین احمد غفرلہ ۱۶ صفر ۱۳۶۱ھ

(تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۴۴)

ایک اور مکتوب میں (جو آپؒ نے پہلی بار تبلیغی جماعت کو جو افغانستان جا رہی تھی اپنے تلامذہ کا نام دیا تھا) فرماتے ہیں عرض آں کے حاملین عریضہ ہمارے چند احباب خدمت عالیہ میں حاضر ہو رہے ہیں ان کا مقصد کوئی سیاسی اور ملکی نہیں ہے فقط خدمات دینیہ اور فرائض تبلیغیہ ادا کرتا ہے اور مسلمان افغانستان کو وہ مقصد یاد دلانا جس کو عام مسلمانوں نے بھلا دیا ہے مقصود ہے، امید آنکہ آپ حضرات ان کی امداد و اعانت میں کوتاہی روا نہ رکھیں گے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ممکن تسہیلات سے

درگذر نہ فرمائیں گے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

(تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص:۴۵)

ان کے علاوہ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن ندویؒ، مولانا منظور احمد نعمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد زکریاؒ، مولانا سید سلمان ندویؒ، اور مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ وغیرہ نے بھی اس کی افادیت کا اعتراف کیا ہے اور اس کی اشاعت دین کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے ان کے اجتماعات میں شریک ہوئے اور اس میں بیانات کئے، لوگوں کو اس اجتماع میں شامل ہونے کی تلقین فرمائی تو اس کے باوجود بھی اس کو بدعت سیئہ لکھنا جہالت اور ناسمجھی کی دلیل ہے، بدعت سیئہ نو ایجاد امر کو نہیں کہا جاتا بلکہ بدعت سیئہ وہ امر ہوتا ہے جس کے لئے شریعت مقدسہ میں کوئی اصل و بنیاد نہ ہو، اکابرین امت نے بدعت کی یہ تعریف کی ہے اور یہ تعریف چاروں مذاہب کی متفقہ تعریف ہے چنانچہ علامہ ابن حجرؒ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **والبدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة.** (فتح الباری ۴/۴۱۹)

اور علامہ زبیدی حنفیؒ فرماتے ہیں: **كل محدثة بدعة انما يريد خلاف اصول الشريعة ولم يوافق السنة.** (تاج العروس ۵/۲۷۱)

علامہ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

المراد بالبدعة ما احدث مما لا اصل له في الشريعة يدل عليه

واما ما كان له اصل من الشرع يدل عليه فليس بدعة شرعاً وان كان بدعة لغة. (جامع العلوم والحكم ص ۱۹۳)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ تبلیغ کرنا مسلمانوں کو دین کی دعوت دینا ان کو نمازی، حاجی اور پابند صوم وزکوٰۃ بنانا اور اس کیلئے کوشش کرنا فرض کفایہ اور دینی ضروریات میں سے ہے، سلف صالحین اور صحابہ کرام سے ایسا کرنا ثابت ہے اس لئے اس کو بدعت سئیہ کہنا ضرور عنادیا جاہلیت ونا سمجھی کے سوا کچھ نہیں یہ کام نہ بدعت ہے اور نہ اس میں بدعت ہونے کا کوئی شبہ ہے ورنہ کبھی بھی اکابر علماء اس کو سرانجام نہ دیتے، لہذا ان لوگوں کو مساجد سے روکنا اور ان کو منع کرنا ان کو مسجد سے نکالنا وغیرہ گناہ ہے اور مانع عن الخیر کی قبیح صفت سے موصوف ہونے کے مترادف ہے اس امر کا مرتکب شخص فاسق وفاجر ہے اسلئے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔

(۲) گذشتہ تفصیل سے خوب واضح ہوا ہے کہ یہ جماعت اہل سنۃ والجماعۃ میں داخل جماعت ہے اس کو ضال اور مضل کہنا جاہلیت کی دلیل ہے یہ ایک حق جماعت ہے جو دین کی اشاعت کے لئے مصروف عمل ہے، ان کا احترام کرنا چاہئے اور ان کی حوصلہ افزائی ہر مسلمان کا فریضہ مذہبی ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ جلد اوّل)

دعوت وتبلیغ کا کام چھوڑنے سے کیا آدمی جرمِ عظیم کا مرتکب ہوتا ہے؟

سوال: تبلیغی حضرات فرماتے ہیں کہ امت نے دعوت کا کام چھوڑ کر جرمِ عظیم کیا ہے اگر یہ فرض کفایہ ہو اور بعض کر رہے ہیں تو جرم عظیم کی تلافی ہوئی یا نہیں؟

اور یہ کام مستحب، فرض کفایہ، فرض عین یا واجب ہے؟

جواب: تبلیغ والوں کا مطلب یہ ہے کہ بعض جگہوں پر دعوت کا کام گھر گھر جا کر نہیں ہوا حالانکہ وہاں دعوت کی اہلیت رکھنے والے موجود تھے اس لئے اپنی جگہوں پر جہاں ضرورت تھی اور کسی نے کام نہیں کیا جرم عظیم تھا، اور یہ کام فرض کفایہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: (ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة) (النحل:۱۲۵)

(قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ) (یوسف: (۱۰۸)

(یٰبنی اقم الصلاة وأمر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی ما اصابک) (لقمان:۱۷)

بخاری شریف میں ہے:

وقال علیه الصلاة والسلام: ألا هل بلّغت؟ قلنا: نعم! اللهم اشهد فليبلّغ الشاهد الغائب، فانه ربّ مبلّغ يبلّغه من هو اوعى منه. (بخاری رقم ۸۷۔۸)

ترمذی شریف میں ہے:

عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قال: یاایها الناس انکم تقرؤون هذه الایة (یآیها الذین آمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا هتدیتم) وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان الناس اذا رأؤوا الظالم فلم یأخذو علی یدیه أوشک أن یعمهم الله بعقاب منه.

(رواہ الترمذی باب فی نزول العذاب رقم:۲۱۶۸)

التفسیر المنیر میں ہے:

ان الدعوة الى الاسلام ونشرها فى آفاق العالم والأمر بالمعروف والنّهى عن المنكر من فروض الاسلام الكفائية.

(التفسیر المنیر ۱۰۴/۴ آل عمران)

بیان القرآن میں مذکور ہے:

تفصیل اس مسئلہ کی یہ کہ جو شخص امر بالمعروف نہی عن المنکر پر قادر ہو یعنی قرائن سے غالب گمان رکھتا ہے کہ اگر میں امر و نہی کرونگا تو مجھ کو کوئی ضرر معتد بہ لاحق نہ ہوگا اس کے لئے امور واجبہ میں بھی واجب نہیں البتہ اگر ہمت کرے گا تو ثواب ملے گا..... پھر قادر کے ذمہ اس کا وجوب علی الکفایۃ ہے، اگر اتنے آدمی اس کام کو کرتے ہو کہ بقدر حاجت کام چل رہا ہو تو دوسرے اہل قدرت کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ (بیان القرآن ۱۰۴/۱)

نیز امام ابوبکر حصّاصؒ نے احکام القرآن میں ذکر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

قال الله تعالىٰ:(ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر) قد حوت هذه الآية معنيين أحدهما:وجوب الأمر بالمعروف والنّهى عن المنكر،والآخر :أنه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل أحد فى نفسه اذا قام به غيره لقوله تعالىٰ(ولتكن منكم امة) وحقيقته تقتضى البعض دون البعض فدلّ على أنه فرض على الكفاية اذا قام به بعضهم سقط عن الباقين، ومن الناس من يقول هو فرض على كل احد فى

نفسه .....والذی یدلّ علی صحة هذا القول أنه اذا قام به بعضهم سقط عن الباقین کالجهاد و غسل الموتیٰ و تکفینهم والصلاة علیهم ودفنهم، ولولاأنه فرض علی الکفایة لما سقط عن الآخرین بقیام بعضهم به. (احکام القرآن ۹/۲)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے تبلیغ دین ہر زمانہ میں فرض ہے اس زمانہ میں بھی فرض ہے لیکن فرض علی الکفایہ ہے جہاں جتنی ضرورت ہو اسی قدر اس کی اہمیت ہوگی اور جس جس میں جیسی اہلیت ہو اس کے حق میں اسی قدر ذمہ داری ہوگی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی صراحت قرآن پاک میں ہے، سب سے بڑا معروف ایمان ہے سب سے بڑا منکر کفر ہے ہر مومن اپنی اپنی حیثیت کے موافق مکلّف ہے کہ خدائے پاک کے نازل فرمائے ہوئے دین کو حضرت رسول مقبول کی ہدایت کے موافق پہنچاتا رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۴۶/۷۱)

تبلیغ دین فرض کفایہ ہے خلق خدا کو اوامر کی دعوت دینا اور نواہی سے منع کرنا شرعاً فرض کفایہ ہے جو کہ بعض کے انجام دینے سے کُل کا انجام فارغ ہوجاتا ہے فرض عین کی رائے رکھنا خطا پر محمول ہے تاہم اپنے آپ کو رذائل سے پاک کرنا فرض عین ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ۴۳۸/۲)

کیا تبلیغ نبیوں والا کام ہے؟

چھ نمبر کو زبانی سنا دینا اور دوسروں کو یاد کرا دینے پر کفایت کر لینا اور بقیہ اعمال و افعال سے صرف نظر کرنا بڑی کوتاہی ہے، تبلیغ کا مقصد یہیں تک محدود نہیں۔ ہر عمل صالح میں اخلاص پیدا کرنا ضروری ہے جو کہ تمام اعمال صالحہ کی جان ہے، اعمال

صالحہ کا سیکھنا بھی ضروری ہے۔ ان پر پابندی بھی ضروری ہے، بہت سے اللہ کے بندوں کو یہ دولت بھی نصیب ہو جاتی ہے جو محروم رہتے ہیں وہ اپنی کوتاہی کی بنا پر محروم رہتے ہیں ان کو اس طرف توجہ اور محنت کی ضرورت ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی محروم نہیں رہیں گے، ان چھ نمبروں کی کوشش کے ساتھ دیگر امور ضروریہ کی طرف بھی ان کی توجہ دلانے کی ضرورت ہے اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ تشریف لے جاتے ہی ہیں آپ ان کو متوجہ کیا کریں اس طرح دیگر اخلاص والے جائیں تو وہ بھی متوجہ کیا کریں، جو شخص شریک کار ہوتا ہے اس کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے، خدا نے چاہا تو آپ کا اجر بہت زیادہ ہو جائے گا، جتنے آدمیوں میں آپ کی کوشش سے اخلاص، خشوع، خضوع پیدا ہوگا وہ آپ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، ہر جماعت کے امیر کو اگر توجہ دلائی جائے کہ وہ بار بار تنبیہ کرتے رہا کریں تو جلد نفع کی توقع ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام عموماً اور ہمارے آقائے نامدار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً معلم بنا کر بھیجے گئے، اور دین سیکھنے اور سکھانے کی ذمہ داری سب پر ڈالی گئی، پھر اس کے طریقے مختلف رہے شروع میں نہ آج کل کی طرح مدارس تھے، نہ خانقاہیں تھیں، نہ کتابیں تصنیف کرنے کا سلسلہ تھا، نہ وعظ و تقریر کے جلسے ہوتے تھے، نہ انجمنیں بنانے کا دستور تھا بلکہ زبانی ہی سیکھنے سکھانے کا معمول تھا، اصحاب صفہ نے بھی اسی طرح سیکھا اور جہاں جہاں آدمی بھیجے گئے مثلاً حضرت ابوالدرداء، حضرت عبادۃ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سب اسی طرح سکھاتے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی درخواست پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا وہ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی بڑی جماعت کو ساتھ لے کر گئے، اور تمام علاقہ کوفہ میں دین سکھانے کا

انتظام فرمایا، پھر احادیث جمع کرنے اور سیکھنے کا رواج ہوگیا، تو ان کے ذریعے دین سکھایا گیا، پھر مدارس قائم کئے گئے ان کے ذریعے دین سکھایا گیا، اور اس جیسے طریقے سب جائز ہیں اور مفید ثابت ہوئے، لیکن اول اول جو طریقہ تھا بلا کتاب ہی تھا، اور ہر زمانے میں بلا کتاب ہی سیکھنے سکھانے کا دستور باقی رہا اگرچہ قرون اولی کی طرح نہیں تھا مگر فنا کبھی نہیں ہوا، اب تبلیغی جماعت کی مساعی سے اللہ پاک نے پھر اس طریقہ کو رواج عام دے دیا۔

لہٰذا یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے یعنی بغیر مدرسہ و کتاب زبانی دین سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کرنا، اور اپنی زندگی کو اس کے لیے وقف کر دینا طریقہ انبیاء ہے مگر دین سیکھنے کے جو دوسرے طریقے ہیں ان کو ناجائز کہنا جائز نہیں اور اصول تبلیغ کے بھی خلاف ہے اس سے پورا پورا پرہیز لازم ہے اور ہر مسلم کا اکرام اور علمی اور دینی خدمت کرنے والوں کا اکرام بھی لازم ہے۔ (فتاوی محمودیہ جلد ۱ ص: ۴۳۷)

☆☆☆

تبلیغی جماعتوں اور تبلیغی کتابوں پر کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات

اصل یہ ہے کہ دین کا سیکھنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے، اس مقصد کے لئے کتابیں تصنیف اور شائع کی جاتی ہیں، مدارس قائم کئے جاتے ہیں، ان کے لئے مستقل نصاب تجویز کیا جاتا ہے، جماعتوں اور درجوں کا نظام بنایا جاتا ہے، خانقاہیں قائم کی جاتی ہیں مبلغ، واعظ رکھے جاتے ہیں، ان کی تقریریں ہوتی ہیں، انجمنیں بنائی جاتی ہیں، کتب خانے بنائے جاتے ہیں، غرض جس جس طریقہ پر دین حاصل کرنا آسان ہو جائے وہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ شرعاً ممنوع نہ ہو، اسی طریقہ پر تبلیغی جماعت کا حال ہے، مدارس میں نہ سب دین حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں نہ سب کے پاس اتنا وقت ہے کہ پورا نصاب پڑھیں، نہ مدارس میں اتنی گنجائش ہے، نہ سب میں نصاب کے پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہے، یہی حال خانقاہوں کا ہے، خود کتابیں دیکھ کر بھی دین کی طلب ہی اس قدر قلیل ہے کہ جس کو شمار میں لانا ہی محل تامل ہے، کتنے کروڑ کی مسلم آبادی ہے اور کتنے مدارس و خانقاہوں سے استفادہ کرنے والے ہیں، انجمنوں اور واعظوں سے استفادہ اس سے بھی کیفاً و کماً کم ہے، بے دینی جس قدر عام ہے اس کو دور کرنے کے لئے بھی ایسے طریقے کی ضرورت تھی جو عام اور سہل ہو، اللہ تبارک وتعالی نے یہ تبلیغی جماعت کا طریقہ جاری فرمایا، خدائے پاک کے فضل وکرم سے اس کا نفع بہت ہی عام ہوا، کتنے لوگوں کا کلمہ درست ہوا، نماز درست ہوئی، بے نمازیوں نے نماز کی پابندی کی، کتنے تاجر زکوۃ نہیں دیتے تھے سودی معاملہ کرتے تھے انہوں نے باقاعدہ زکوۃ دینی شروع کی، سودی معاملات سے

پرہیز کرنے لگے، کتنے لوگوں نے حج کیا، یہ جماعت بندرگاہ پر، جہازوں میں، جدہ میں، مکہ مکرمہ میں، منی میں، عرفات میں، مدینہ طیبہ میں غرض سب جگہ کام کرتی ہے، جس کی بدولت بہت سے لوگوں کا حج صحیح طور پر ادا ہوتا ہے، انگریزی ممالک میں مساجد کی تعمیر ہوئی، قرآن پاک تراویح میں پڑھا جانے لگا، مکاتب قائم ہوئے، چونکہ یہ جماعت کوئی منظّم جماعت نہیں بلکہ دین سیکھنے والے ہر چھوٹے بڑے طبقہ کے لوگ ہیں اس لئے بے عنوانیاں بھی ہوتی ہیں، بعض جوش میں تقریر کرتے ہوئے اپنی حد سے بڑھ کر بھی بات کہہ دیتے ہیں، حالانکہ ان کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ چھ نمبروں سے زائد بات نہ کہیں، شکایات معلوم ہونے پر تنبیہ بھی کی جاتی ہے کبھی تقریر سے ہی بالکل روک دیا جاتا ہے۔

مقامی علماء اگر سرپرستی فرمائیں اور غلطیوں پر تنبیہ کریں تو اس جماعت کو قدر دانی کرنی چاہئے، ان مخلص علماء کو تبلیغ کا مخالف سمجھنا غلطی اور سخت غلطی ہے، اس جماعت کو ان کی شفقت اور خیر خواہی کا تجربہ نہیں، اس لئے اہل علم حضرات اگر ان کے حلقوں میں تھوڑی سی شرکت بطورِ نگرانی فرمالیں تو ان کی غلطی کی اصلاح بھی ہوجائے اور قلوب میں ہمدردی اور شفقت کا احساس بھی ہوجائے، بعد نماز جو شخص اپنی ضرورت کی خاطر جانا چاہتا ہے اس کو زبردستی روکنا بھی نہیں چاہئے، غالبا اس سے بھی آپ کو انکار نہ ہوگا کہ قلوب میں دین کی طلب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بکثرت ضرورت کا حیلہ کرکے بھی چلے جاتے ہیں، اہل مدارس غیر حاضر طلباء، ناکام طلباء کا کھانا وظیفہ بند کردیتے ہیں، اور دوسری سزائیں بھی دیتے ہیں، یہ جماعت اس قسم کا کوئی کام نہیں کرسکتی، بلکہ خوشامد کا طریقہ استعمال کرتی ہے، تاہم خوشامد سے آگے بڑھ کر کسی کو مجبور کرنا غلط ہے، اس سے پرہیز لازم ہے، چہ جائے کہ اس کی نکیر کی جائے۔

اس جماعت کے اصول میں علم کی تحصیل بھی ہے، لیکن جس طرح مدارس میں کتابیں ہدایہ وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں اس طرح یہاں تعلیم نہیں، آپ جانتے ہیں کہ ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ پڑھانے کے لئے پہلے کتنی کتابوں کا پڑھانا ضروری ہے مدارس میں میزان سے جماعت پڑھنا شروع کرتی ہے، شروح، حواشی، تراجم دیکھتی ہے، مطالعہ کرتی ہے، استاذ کی تقریر سنتی ہے، پھر ہدایہ وغیرہ میں کیا پوری جماعت ایسی ہوتی ہے کہ اس کی عبارت کو حل کرلے اور مسائل کو صحیح سمجھ جائے نہیں ہرگز نہیں، پھر تبلیغی جماعت میں کوئی تین دن کے لئے نکلا، کوئی دس بیس چالیس دن کے لئے نکلا، نہ امیر ایک رہتا ہے نہ جماعت ایک رہتی ہے ایسی حالت میں اگر مسائل کی کتابیں ان کو سنائی جائیں تو غلطی کا احتمال کس قدر غالب ہوگا البتہ ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے طور پر اپنی استعداد اور حالت کے مطابق ضرور دین کا علم حاصل کریں اور وہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں، کوئی مسائل پوچھ کر، کوئی اہل علم کی صحبت میں جا کر کوئی مطالعہ کتب سے، کوئی مدارس میں داخل ہوکر، جو شخص حاصل نہیں کرتا وہ کوتاہی کرتا ہے، اصول کا پابند نہیں، امام عالم اگر مسائل کی کتاب سنانا چاہیں تو ضرور سنائیں جماعت نہ روکے، البتہ باہمی مصالحت سے وقت متعین کرلیا جائے کہ فلاں وقت مسائل کی کتاب ہوگی۔

ایسی حدیث تو شاید کوئی نہ ہو جس کے موضوع ہونے پر اتفاق ہو ہاں یہ کہ بعض حدیثیں ضعیف ہیں اور ایسی بھی ہیں کہ بعض محدثین نے ان کو موضوع کہا ہے، اس کو مصنفؒ نے بیان بھی کردیا، فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کا بیان کرنا تدریب الراوی وغیرہ کتب میں جائز لکھا ہے، آخر ابن ماجہ کے متعلق آپ کیا کہیں گے جس کی نصف سے زائد احادیث کو موضوع قرار دیا گیا ہے، ابن ماجہ داخل درس

ہے، بلکہ صحاح ستہ میں شمار ہے، اور مصنف قدس سرہ نے کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے بلانکیر اس کا درس دیا جاتا ہے۔

مصنفؒ نے بہت احتیاط سے کام لیا کہ جس حدیث کو بعض حضرات نے موضوع قرار دیا اس کو واضح کر دیا، اگر وہ حدیث بالاتفاق موضوع ہوتی تو ہرگز اس کو لکھ کر اس سے استدلال نہ کرتے، اب رہ گیا عوام کا حال تو ان کے لئے حدیث قوی وضعیف کا بیان کرنا ہی کچھ مفید نہیں، اس لئے ترجمہ میں اس کا ذکر نہیں آیا، اہل علم حضرات کے لئے عربی عبارت موجود ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد:۴)

تبلیغ اور جہاد

سوال: تبلیغ اور جہاد دونوں فرض ہیں ترجیح کس کو دی جائے گی وضاحت فرمادیں؟

جواب: جہاں صحیح شرائط کے ساتھ جہاد ہو رہا ہو وہاں جہاد بھی فرض کفایہ اور دعوت وتبلیغ کا کام اپنی جگہ اہم ترین فرض ہے۔ اگر مسلمان کا ایمان محفوظ کر لیا جائے تو جہاد بھی صحیح طریقے سے ہو سکے گا۔ اس لئے عام مسلمانوں کو تو تبلیغ کے کام کا مشورہ دیا جائے گا۔ ہاں! جہاں جہاد بالسیف کی ضرورت ہو، وہاں جہاد ضروری ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل)

تبلیغی جماعت کو فرقہ جبریہ سے تعبیر کرنا درست نہیں

سوال: تبلیغی جماعت کو کفریہ، جبریہ فرقوں سے تعبیر کرنا کیسا ہے، اور کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: تبلیغی جماعت فی زمانہ ایک فعال دینی جماعت ہے، اس کی ہر کوشش خلق خدا کو راہ راست پر لانے کیلئے ہے، اس کو فرقہ جبریہ وکفریہ وغیرہ سے تعبیر کرنا ضلالت وگمراہی ہے اور ایسا کہنے والے پر کفر کا خطرہ ہے جو موجب تعزیر ہے۔

لما قال العلامة برهان الدين المرغينانیؒ: اذا قذف مسلماً بغير الزنا فقال يا فاسق اويا كافر اويا خبيث اويا سارق لا نه آذاه والحق الشين به ولا مدخل مقياس فی الحدود فوجب التعزير.

(الهداية ج ۲ ص ۱۸۳ كتاب الحدود) (فتاویٰ حقانیہ جلد: اوّل)

تبلیغی جماعت پر اعتراض

ارشاد فرمایا: کہ ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب نے تبلیغی جماعت پر بطورِ اعتراض کے میرے پاس خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ تبلیغی جماعت کا یہ نصاب: عمر میں سات چلے، سال میں ایک چلہ، مہینہ میں تین دن، ہفتے میں دوگشت اور روزانہ کی تعلیم کہاں سے ثابت ہے؟ میں نے جواب میں لکھا کہ ایسے امور کے ثبوت کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ خلافِ شرع نہ ہوں، سو یہ خلاف شرع نہیں، آپ بتلائیں کہ آپ کے یہاں درسِ نظامی کا نصاب اور اس کی مدت اتنے سال، پہلے سال میں فلاں فلاں کتاب اور دوسرے سال میں فلاں فلاں اسی طرح ہر سال فلاں فلاں نیز سال میں تین امتحان، یہ سب کہاں سے ثابت ہے؟ ظاہر ہے کہ آپ یہی کہیں گے کہ یہ خلاف شرع نہیں، اور تجربہ شاہد ہے کہ جو اس طرح پڑھ لیتا ہے وہ فاضل بن جاتا ہے اس کے ثبوت کیلئے اتنا ہی کافی ہے، بس اسی طرح تبلیغی جماعت کے نصاب کو سمجھ لیجئے۔

(ملفوظات ۱۳۴/۱)

تبلیغی جماعت کے نقائص

جو چیزیں شرعی منکرات ہیں ان کو منکر سمجھنا اور حسب حیثیت ان پر نکیر کرنا ضروری ہے ان میں شرکت جائز نہیں، اگر تبلیغی کارکن منکرات میں شرکت کرتے ہیں تو وہ غلطی کر سکتے ہیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ منکر پر نکیر سے پہلے ذہن کو کچھ ہموار کیا جائے تا کہ وہ نکیر کو قبول کرلے اور اس سے باز آجائے، نیز ذہن کو ہموار کئے بغیر نکیر بے تاثیر ہوتی ہے، بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کا ایمان بہت ضعیف ہوتا ہے علم بھی ان کو حاصل نہیں، ان کے لئے پہلے ایمان کی چیزوں کو پیش کرنا ضروری ہے ان پر نکیر منکرات متعلقہ اعمال کا وقت دیر میں آتا ہے، حضرت اقدس تھانویؒ اور ان کے خلفاء کے اقوال واحوال سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، کسی محقق عالم مصلح کی تشریف آوری پر منھ چڑھانا اور ان سے استفادہ نہ کرنا بڑی محرومی ہے، تبلیغی جماعت کو اس کی ہدایت نہیں بلکہ ان کو تاکید کی جاتی ہے کہ جس بستی میں جانا ہو وہاں کے اہل علم کی خدمت میں ضرور حاضر ہوں اور ان سے دعاء کی درخواست کرو خواہ تبلیغی کام سے ان کو والہانہ تعلق ہو یا نہ ہو، بعض اہل علم اور تعلیم یافتہ حضرات کے متعلق اس کا بھی تجربہ ہوا کہ ان کے اعزاز کی خاطر ان سے تقریر یا کتاب سنانے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے پھر تبلیغ اور تبلیغی جماعت کی اصلاح کے نام پر بہت کچھ نازیبا الفاظ فرمائے یا موضوع سے ہٹ کر مروجہ پیشہ ور واعظوں کی طرح قصے اور چٹکلے سنا کر سامعین کا وقت ضائع کیا، مگر سب ایسے نہیں ہیں، جن کے متعلق اطمینان ہو کہ کام سے والہانہ تعلق نہ رکھنے کے باوجود کام اور جماعت کے متعلق مفید باتیں بتائیں گے ان سے استفادہ کرنا چاہئے، لیکن مقدر سے یہ چیز مرض کے درجہ تک پہونچ گئی ہے، دیگر

جماعتیں اور ادارے بھی اس مرض سے خالی نہیں، حضرت تھانویؒ کے بعض مجازین کے مریدوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ اپنے پیر کے علاوہ دوسرے مجاز سے نہ عقیدت رکھتے ہیں نہ استفادہ کرتے ہیں، نہ کشادہ روئی سے ملاقات کرتے ہیں، کہیں موقع ہوتا ہے تو کترا جاتے ہیں، بعض مرتبہ زبانی یا تحریری الفاظ بھی نہ شائستہ کہتے اور لکھ دیتے ہیں مگر یہ خود ان کی غلطی ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ حضرت تھانویؒ کی تعلیم یا ان کے خلفاء کی تعلیم ہے، استغفر اللہ۔

خانقاہوں اور مدارس کا کام بہت اہم ہے اس کو بے سود کہنا گمراہی ہے، اتنا ضرور ہے کہ مدارس وخانقاہوں میں وہ آتے ہیں جن کے دل میں طلب ہو، جن کے دل میں طلب نہ ہو وہ نہیں آتے، اور اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے، تبلیغی جماعت بے طلب لوگوں کے پاس جاتی ہے جس طرح نبی کریم ﷺ بے طلب لوگوں کے پاس تشریف لے گئے، اس اعتبار سے تبلیغی جماعت کا کام زیادہ پھیلا ہوا ہے اور اس کا نفع بھی ظاہر ہے، لیکن یہ تقابل کا طریقہ ہرگز نہ اختیار کیا جائے، اس میں فتنہ ہے، اپنی اپنی جگہ پر سب حضرات کا کام بہت ضروری اور اہم ہے کسی سے استغناء نہیں، ہر ایک کو دوسرے کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے، تخریبی تنقید سے بچنا چاہیے، ورنہ اس تخریبی تنقید کا عمومی دروازہ کھل جائے گا تو بس تنقید، تحمیق، تجہیل، تفسیق، تضلیل کا بازار گرم ہو کر تکفیر تک نہ پہونچ جائے، کوتاہیوں سے کون خالی ہے۔

منکر ومعصیت میں شرکت نہ کرے، اگر جماعت میں نکلے اور وہاں شرکت معصیت پر مجبور کیا جائے تو ان سے کہہ دے کہ میں معذور ہوں اس پر وہ مجبور کریں تو ان سے رخصت ہو کر چلا آئے، آئندہ اگر وہ جانے کے لئے کہیں تو شرط کر لے کہ میں معصیت میں شریک نہیں ہوں گا یہ شرط منظور ہو تو میں چلتا ہوں ورنہ مجھے معاف

کیا جائے، ہر جماعت میں تو شاید یہ بات نہ ہو کہ معصیت میں ضرور شرکت کرتی ہو، ایسی جماعت کے ساتھ چلا جایا کرے جس میں معصیت میں شرکت نہ ہوتی ہو، ورنہ مقامی گشت واجتماع پر کفایت کرلیا کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۴)

جوخود دین کا پابند نہ ہو، کیا وہ تبلیغ کرسکتا ہے؟

سوال: ایک شخص خود تو دین کا پابند نہیں ہے، لیکن وہ تبلیغ کرتا ہے، تو کیا وہ تبلیغ کرسکتا ہے، تو کیا وہ ایسا کرسکتا ہے؟

جواب: کرسکتا ہے۔ لیکن خود بھی دین کی پابندی کی پوری کوشش کرنا واجب ہے۔

کیا تبلیغی جماعت کے ساتھ جانا جہاد ہے؟

سوال: کیا تبلیغی جماعت کے ہمراہ جا کر لوگوں کو صرف نماز کی دعوت دینا جہاد ہے؟

جواب: جہاد کہتے ہیں خدا کے دین کی خاطر محنت ومشقت جدوجہد کرنے کو، اس کی بہت سی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ بھی ہے جو تبلیغی جماعت کرتی ہے، اور خدا کے راستے میں جان دے دینا یعنی دشمنوں سے لڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کیلئے مقتول ہوجانا یہ جہاد کا بڑا درجہ ہے جو کہ قتال سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد:۴)

موجودہ تبلیغ کا شرعی ثبوت

سوال: آج کل جو تبلیغی جماعت کام کررہی ہے اس جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک امیر جماعت، متکلم اور رہبر مقرر کئے جاتے ہیں امیر کے ماتحت

جماعت قریہ بقریہ، شہر بشہر کام کر رہی ہے یہ طریقہ پیغمبر ﷺ کے زمانے میں یا صحابہ کے زمانہ میں تھا یا نہیں، اگر اس زمانہ میں یہ طریقہ تبلیغ موجودہ زمانہ کی تبلیغ کے مطابق نہ ہو تو یہ کام جو نیا ایجاد کیا گیا ہے کس امر میں داخل ہے یعنی بدعت ہے یا بدعت حسنہ؟ ہم لوگوں کو صرف امت مسلمہ ہی کو اسلام کی تبلیغ کرنا چاہئے یا غیر اقوام میں بھی اسلام کی تبلیغ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: نفس تبلیغ کا حکم تو کتاب وسنت میں موجود ہے اور ہر زمانہ میں اس پر عمل بھی ہوتا رہا، البتہ ہر زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے قلوب میں مفید طریقے القاء فرماتے رہے ہیں، حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس لوگ جمع ہوتے اور وہ احادیث سناتے، مسائل بتایا کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ہفتہ میں ایک دفعہ مسجد نبوی میں منبر کے قریب کھڑے ہو کر احادیث سنایا کرتے تھے، حضرت تمیم داریؓ ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے، حضرت عبادہؓ، حضرت ابوالدرداءؓ بھی مستقلاً تبلیغ کرتے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ سے حضرت عمرؓ کے پاس خط لکھا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کو یہاں بھیج دیجئے تبلیغ کے لئے، اس پر حضرت عمرؓ نے بھیجا تو عبداللہ بن مسعودؓ ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لے کر تشریف لے گئے پھر ایک وقت آیا کہ احادیث کو لکھا گیا، اور کتابی شکل دی گئی جگہ جگہ حدیث سنانے کے حلقے ہوتے تھے، بعض محدثین کے حلقے میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زائد آدمی موجود رہتے تھے پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے تصوف اور توجہ باطن کے ذریعہ تبلیغ کی، علماء نے مدارس قائم کئے، واعظین نے وعظ کہے، غرض یہ امت کسی وقت بھی مجموعی حیثیت سے نفس تبلیغ سے کلیۃً غافل نہیں رہی اور ہر ہر طریقہ تبلیغ

نہایت مؤثر و مفید ثابت ہوا، ان میں کوئی طریقہ غلط نہیں آج کے دور میں تبلیغی جماعت کا طریقہ اصول کی پابندی کے ساتھ نہایت مؤثر و مفید ہے، جس طرح مدارس کے عمل کو نیا طریقہ کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا اسی طرح تبلیغ کے اس طریقہ کو نیا طریقہ کہہ کر غلط نہیں کہا جاسکتا، مسلمان کا اپنے اسلام میں پختہ ہونا لازم ہے پھر اس کی غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے، ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ خود ہی اس طرف مائل ہوجائے، موجودہ جملہ طرق تبلیغ سے غیر مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے اور مستقلاً بھی ان میں تبلیغ کی ضرورت ہے اور اس کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد:۴)

بعض تبلیغی واعظوں کی طرف سے
غیر محتاط باتوں کی بناء پر تبلیغی جماعت کو ترک کرنا

سوال: تبلیغ جو خاکسار کے نزدیک صحیح بھی ہے، اس میں چند لوگ (واعظ) وعظ کے درمیان شرک کی باتیں کہہ دیتے ہیں، چونکہ جماعت میں اکثر ان پڑھ ہوتے ہیں، ایسی حالت میں ان کے ساتھ جانا چاہئے یا نہیں؟

جواب: تبلیغی جماعت سے دین کو مجموعی طور پر بڑا نفع پہنچ رہا ہے، اس میں شریک ہونا بہتر ہی بہتر ہے، البتہ بعض اوقات چونکہ جماعت امراء عالم نہیں ہوتے، اس لئے ان کے منہ سے غیر محتاط باتیں نکل جاتی ہیں، ایسے موقع پر ان کو نرمی اور محبت سے سمجھا دینا چاہئے، اور وہ بات نہ سمجھیں تو جماعت کے اکابر میں سے کسی کی طرف رجوع کرکے ان کے ذریعہ فہمائش کرا دینی چاہئے، لیکن اس بناء پر جماعت کو نہ چھوڑیں۔ (فتاویٰ عثمانی جلد اوّل)

تبلیغ اور جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ سے متعلق تحقیق اور مروجہ تبلیغی جماعت اور اس میں اوقات لگانے کی شرعی حیثیت

سوال: ....یہ بات دل میں بیٹھ گئی ہے کہ دین شوق پورے کرنے کا نام نہیں بلکہ اس وقت جو حکم اور وقت کا تقاضہ ہو اس کے پورے کرنے کا نام دین ہے۔ لیکن دوسری طرف اپنے اکابر تبلیغی جماعت والوں کے ہاں دین کی حقیقت کو ''قربانی'' کے نام سے پیش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے تردد ہوتا ہے کہ صحیح طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟ مثلاً ہمارے امیر صاحب کا جس ہفتے کا سہ روزہ متعین تھا اسی ہفتے ان کے سسر کا انتقال ہو گیا اب وہ سوچ میں تھے کیا کریں؟ تسلیم و رضا کے پیش نظر تو سہ روزہ کو اس ہفتے مؤخر بھی کیا جا سکتا تھا تا کہ غم زدہ بیوی کو شوہر کے ساتھ رہنے سے تسلی ہو لیکن امیر صاحب نے سہ روزہ کو مقدم رکھا اور چلے گئے، واپسی پر فکر مند تھے کہ بیوی ضرور خفا ہو گی، لیکن بیوی خلاف توقع بہت محبت سے پیش آئی اور عرض کیا کہ رات ابا جی خواب میں ملے تھے انہوں نے کہا کہ....آئے تو اس پر خفا نہ ہونا اس کے سہ روزہ پر جانے سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی ہے اب تسلیم و رضا کے تحت نہ نکلتے تو یہ مغفرت کا بہانہ کیسے بنتا؟ اکثر اکابر تبلیغ والوں سے سنتے ہیں کہ انتظامی چلّوں اور سالوں سے ثواب تو ہوتا ہے لیکن کفر نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ اس کے لئے ''قربانی'' شرط ہے کہ گھر میں بیوی بیمار ہے کھیت میں فصل تیار ہے جیب میں رقم نہیں حالات خراب ہیں، تب نکلے گا تو ہدایت عام ہو گی، اب تسلیم و رضا کے پیش نظر جب بیوی بیمار ہے تو اس کی دل جوئی ضروری ہے فصل تیار ہے تو کٹائی ضروری ہے اب اس

میں تسلیم ورضا کو دیکھا جائے یا قربانی کو؟ غالباً غزوۂ تبوک میں کھجور بالکل پکی ہوئی تھیں لیکن دین کی حقیقت قربانی کے پیش نظر صحابہ اللہ کے راستے میں نکل گئے۔

ایک صاحب نے ایک عالم سے پوچھا کہ ایک شخص اللہ کے راستے میں نکلنا چاہتا ہے لیکن اس کا بوڑھا والد نابینا ہے، جوان بیوی ہے اور آس پاس ماحول بھی سازگار نہیں، اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ اس عالم نے کہا کہ صورت مسئولہ میں یہ شخص اگر نکلتا ہے تو بڑا ظالم ہے۔ اس عالم کو بتایا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کی حالت یہی تھی جب وہ حضور ﷺ کے ساتھ نکلے تھے۔ اب تسلیم ورضا کے تحت تو نہ نکلنا سمجھ میں آتا ہے لیکن بزرگ کہتے ہیں جب اسی حالت میں نکلے گا تو جہاں کفر ٹوٹے گا وہاں اس کا یقین بھی بنے گا اور گھر والوں کا یقین بھی بنے گا کہ حقیقی محافظ اور رازق تو اللہ ہے۔

بعض لوگوں سے یہ بھی سنتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے وقت چوں کہ بلوغ اسلام نہیں ہوا تھا، اس لئے ان پر یہ ذمہ داری بڑھی ہوئی تھی، اب تو فروغ اسلام ہو گیا ہے، اب ویسی ذمہ داری نہیں، جب کہ تبلیغ والے کہتے ہیں کہ جب بے دینی اور دین سے دوری اسی دور کے مثل عود کر آئی ہو تو کیا حکم وہی عود کر نہیں آئے گا؟

اکابر اہل علم تبلیغ میں نکلنے کی شرعی حیثیت کو فرض کفایہ کہتے ہیں، جب کہ تبلیغ کے بزرگ کہتے ہیں کہ کفایہ کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ فرض کی ادائیگی میں کفایت بھی کر جائے، اب اربوں انسان دین سے دور ہیں تو کیا سیکڑوں اور ہزاروں کا نکلنا اس فرض کی ادائیگی میں کفایت کر رہا ہے؟

بعض ساتھیوں سے یہ بھی سنتے ہیں کہ ایک سفر میں آپ ﷺ نے روزے تو افطار کروادئے تھے لیکن تبلیغی سفر موقوف نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت حنظلہؓ کو جب

غسل جنابت کی حاجت تھی، وقت کا تقاضہ تو غسل تھا، لیکن انہوں نے اسی ناپاکی کی حالت میں اللہ کے راستے کو مقدم رکھا۔

وضاحت فرمادیجئے کہ بعض اوقات جب دین کا تقاضہ تبلیغ والے پیش کرتے ہیں تو اس وقت کوئی نہ کوئی شرعی تقاضہ بھی درپیش ہوجائے تو تسلیم ورضا کے تحت اس تقاضہ کو پورا کیا جائے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح قربانی کرکے ان تقاضوں کو مؤخر کردیا جائے؟

ایک بات ضمناً عرض کرتا چلوں کہ بعض امور میں اکابر اہل علم اور اکابر اہل تبلیغ کے زاویۂ نگاہ میں کچھ فرق محسوس ہوتا ہے، مثلاً عام اہل علم تبلیغ میں نکلنے کو فرض کفایہ اور تبلیغ والے فرض عین بتلاتے ہیں جیسے آج سے نصف صدی قبل حضرت تھانویؒ نے صحبت اہل اللہ کے فرض عین ہونے کا فتویٰ دیا تھا، کیوں کہ بدون صحبت اہل اللہ اس وقت اصلاح ظاہر وباطن قریب قریب ناممکن تھی۔ اب یہ بات بھی مشاہدہ ہے کہ نکلنے سے نہ صرف عوام بلکہ علمائے کرام کی دینی حالت میں جو انقلاب آتا ہے اس کا خود مشاہدہ ہے اور ناقابل انکار حقیقت ہے، تو اگر مقدمۃ الواجب واجب کے تحت نکلنے کو فرض عین بتلایا جائے تو اس کی کیا شرعی حیثیت ہوگی؟

جواب: آپ نے تبلیغی جماعت کے بارے میں جو باتیں پوچھی ہیں، ان کے بارے میں چند اصولی باتیں عرض کرتا ہوں خدا کرے کہ وہ باعث اطمینان ہوں۔

۱: جب جہاد فرض عین ہوجائے تو اس وقت ایک ایمرجنسی کی حالت ہوتی ہے اس وقت نہ تجارت جائز ہے نہ بیوی بچوں کے عام حقوق اس طرح باقی رہتے ہیں جیسے امن کی حالت میں ہوتے ہیں اور نہ جہاد کے سوا کوئی اور ایسا کام جائز ہوتا ہے جو جہاد کے منافی یا اس کی راہ میں رکاوٹ بننے والا ہو آپ نے صحابہ کرامؓ کے عہد

مبارک کی جتنی مثالیں پیش کی ہیں وہ سب اسی حالت سے متعلق ہیں غزوۂ تبوک میں جہاد فرض عین ہونے کا اعلان خود قرآن کریم میں بھی فرمایا گیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے بھی دوٹوک الفاظ میں واضح فرمادیا تھا لہٰذا پکی ہوئی کھیتیاں یا گھر والوں کے مسائل اس فرض عین کی ادائیگی میں مانع نہیں ہوسکیں ۔اس کے باوجود آپ ﷺ نے حضرت علیؓ جیسے جانباز صحابی کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ میں رہ کر کمزوروں کی دیکھ بھال کریں حضرت علیؓ کی خواہش تو یہ تھی کہ وہ جہاد کی فضیلت حاصل کریں، لیکن آپ ﷺ کے حکم کی وجہ سے تسلیم ورضا کی خاطر مدینہ منورہ میں رہے اور کمزوروں کی دیکھ بھال کی، حضرت حنظلہؓ کا واقعہ بھی ایسے ہی وقت کا ہے جب دشمن حملہ آور ہو چکا تھا اور جہاد فرض عین تھا حضرت صدیق اکبرؓ پر بھی حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ہجرت فرض ہو چکی تھی اور انہوں نے اسی فریضے کو ادا فرمایا ورنہ عام حالات میں آپ ﷺ نے والدین کی خدمت کو جہاد پر مقدم قرار دیا اور ایسے صحابہؓ کو لوٹا دیا جو والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد کے لئے آئے تھے۔

اگر سہ روزہ یا چلہ پر نکلنا اسی درجہ میں فرض عین قرار دیا جائے جس درجہ میں جہاد نفیرِ عام کے وقت فرض ہوتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ تجارت، صنعت، زراعت کچھ جائز نہ ہو بلکہ ہر انسان ہر وقت تبلیغی سفر پر ہی رہے جیسا کہ جہاد کے فرض عین ہونے کے وقت دوسرا کوئی کام جائز نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ اگر سہ روزہ یا چلہ لگانا فرض عین ہے تو اس کی حد کیا ہے؟ کتنے سہ روزوں اور چلّوں سے یہ فرض عین ادا ہو جائے گا؟ تو اوّل تو یہ تعیین کس بنیاد پر کی گئی ہے؟ کیا قرآن وحدیث کا کوئی حکم اس کا تعیین کرتا ہے؟ دوسرے سہ روزہ لگانے کے بعد جب آدمی پورے مہینہ تجارت یا زراعت

میں مصروف ہوگا تو کیا اس وقت تبلیغی سفر فرض عین نہیں ہوگا؟ اگر نہیں ہوگا تو وہ فرض عین کہاں رہا؟ اور ہوگا تو تجارت اور کسب معاش کیسے جائز ہوا؟

۲: آپ نے لکھا ہے کہ: ''ایک سفر میں آپ ﷺ نے روزے تو افطار کرادیئے، لیکن تبلیغی سفر موقوف نہیں فرمایا''۔ اوّلاً تو یہ تبلیغی سفر نہیں تھا، فتح مکہ کے جہاد کا سفر تھا۔ دوسرے روزے، مشقت شدیدہ کی وجہ سے افطار کرائے گئے، سفر موقوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، زیادہ سے زیادہ شدید گرمی تھی، صرف اتنی بات سے جہاد کو ترک کرنا ضروری نہیں تھا، کیوں کہ اس مشقت کا اثر زیادہ سے زیادہ اپنی ذات پر تھا کسی کا حق یا مال تلف نہیں ہورہا تھا۔

۳: آپ نے فرض کفایہ کا جو مطلب لکھا ہے، اگر کفایہ کا یہی مطلب ہے تو پوری تاریخ اسلام میں جہاد کو کبھی فرض کفایہ نہ ہونا چاہئے تھا، کیوں کہ غیر مسلموں کی تعداد تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کے تین گنے سے بھی ہمیشہ زائد رہی ہے۔ کروڑوں انسان ہر دور میں دین سے دور رہے ہیں، لہٰذا جب فقہائے امت نے جہاد کو فرض کفایہ قرار دیا تو کیا اس وقت دنیا کی اکثریت مسلمان ہوگئی تھی؟ جب آنحضرت ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے، جو ظاہر ہے کہ اس وقت کی آبادی کا بہت مختصر حصہ تھا۔ لیکن کیا آپ ﷺ نے تبلیغی سفر کو فرض عین قرار دے کر کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا کہ وہ سب اپنے حقوق واجبہ ترک کرکے دوسرے شہروں اور ملکوں میں چلے جائیں؟ واقعہ یہ ہے کہ ''فرض کفایہ'' کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اگر مسلمانوں کی معتد بہ جماعت یہ کام کررہی ہے تو اس کا یہ عمل دوسروں کے فریضے کی ادائیگی کے لئے بھی کافی ہوجاتا ہے۔

۴: ''تسلیم ورضا'' اور ''قربانی'' میں کوئی تعارض نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت قربانی چاہتی ہے، کبھی یہ قربانی جان کی ہوتی ہے، کبھی مال کی، کبھی خواہشات کی، جب آپ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو تبوک جانے سے روکا اور انہوں نے سر تسلیم خم کیا، تو یہ تسلیم ورضا بھی تھی اور خواہش کی قربانی بھی تھی، جب آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کو جنگ بدر میں شرکت سے روکا اور انہوں نے اطاعت کی تو یہ بھی خواہش کی قربانی تھی۔ جب جہاد فرض عین ہو جائے اس وقت جان، مال اور دنیوی خواہشات کی قربانی دی جاتی ہے۔ اور جب فرض کفایہ ہو، اور انسان کے لئے شرعاً جانا جائز ہو تب بھی وہ انہیں چیزوں کی قربانی پیش کرتا ہے، لیکن جب تک فرض عین نہ ہو، یہ قربانی اپنی ذات کی حد تک محدود رہتی ہے، دوسرے اصحاب حقوق کی قربانی نہیں کی جاتی۔ ہاں اگر اصحاب حقوق اپنے حقوق خوشی سے چھوڑ دیں تو ان کے لئے باعث اجر ہے، اور اس صورت میں جہاد یا دعوت کے کام میں شرکت باعث اجر عظیم ہے۔ آپ نے جن بزرگ کی مثال دی کہ ان کے سسر کا انتقال ہو گیا تھا، پھر بھی وہ سہ روزہ پر چلے گئے، ان کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اگر ان کی اہلیہ کو ان کے جانے سے کوئی ناقابل برداشت تکلیف نہ ہوئی تو شرعاً ان کا یہ عمل ناجائز نہیں تھا، البتہ افضل ہونے میں رائیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ اور خواب کوئی شرعی حجت نہیں ہے جس سے کسی حکم شرعی پر استدلال کیا جائے۔

۵: یہ بات احقر کی فہم ناقص سے بالاتر ہے کہ تبلیغ میں نکلنے پر ہمیشہ صحابہ کرام ؓ کے جہاد کے واقعات سے استدلال کیا جاتا ہے، لیکن عملاً جہاد کے بارے میں طرز عمل یہ ہے کہ گویا جہاد کوئی شرعی فریضہ ہی نہیں ہے، بلکہ اسے عملاً منسوخ سمجھا جاتا ہے اور جہاد کی بعض اوقات مخالفت بھی کی جاتی ہے۔

۶: مذکورہ بالا گزارشات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں تبلیغی جماعت کا مخالف ہوں، یا یہ کہ تبلیغ کے کام کو اہمیت نہیں دیتا۔ درحقیقت یہ ہے کہ تبلیغ کا کام نہایت اہمیت کا حامل ہے، خاص طور پر تبلیغی جماعت نے بفضلہٖ تعالیٰ مجموعی حیثیت سے بڑا قابل تعریف کام کیا ہے اور اس سے امت کو فائدہ پہنچا ہے، لیکن کسی کام کی اہمیت واضح کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے ہر قیمت پر فرض عین قرار دیا جائے۔ دوسرے، جہاں تبلیغی جماعت کے ساتھ تعاون وتناصر ضروری ہے، وہاں بعض غلو آمیز باتوں کی اصلاح بھی ضروری ہے جو بعض نو وارد یا حدود کی رعایت نہ رکھنے والے حضرات سے سرزد ہوتی رہتی ہیں، اور اب بعض اوقات احکام شرعیہ میں تصرف کی حد تک پہنچ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی صحیح فہم اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (فتاویٰ عثمانی جلد اوّل)

کنتم خیر امة اخرجت للناس میں للناس عام ہے کفار کو بھی شامل ہے

سوال: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان (**کنتم خیر امة اخرجت للناس**) میں **للناس** عام ہے مسلمان اور کفار سب کو شامل ہے پھر تبلیغ والے کیوں صرف مسلمان کے پاس جاتے ہیں اور کفار کے پاس نہیں جاتے ہیں؟

جواب: اول تو یہ کہ تبلیغی حضرات نے اس تبلیغ کے عظیم کام کو صرف مسلمانوں کے لئے خاص نہیں کیا بلکہ ان کی چلت پھرت اور اس کام کے برکت سے بے شمار غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان جیسی عظیم دولت سے سرفراز فرمایا یا بالفرض اگر

ہم مان لیں کہ کفار کے پاس نہیں جاتے تو بھی ان کا مسلمانوں کے پاس جانا اور کفار کے پاس نہ جانا آیت کریمہ کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس عمل کے ثبوت میں بہت ساری احادیث موجود ہیں مثلاً نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا، نیز صحابہ کی جماعت کوفہ کی طرف گئی مسلمانوں کی دعوت کے لئے، اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو صحابہ کی جماعت کے ساتھ اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کی طرف روانہ فرمایا اور معقل بن یسار، عبداللہ بن مغفل اور عمران بن حصین بصرہ کی طرف تشریف لے گئے اور عبادہ بن صامت اور ابوالدرداءؓ شام کی طرف گئے اہل اسلام اور مسلمانوں کی دعوت کے لئے تھا۔

نیز مسلمانوں میں دعوت وتبلیغ کا فائدہ بنسبت غیر مسلموں کے جلدی ظاہر ہو جاتا ہے (**عبس وتولی ان جاء ہ الاعمی**) میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ ابن ام مکتومؓ کا لحاظ رکھنا قریش کے متکبر سرداروں کے مقابلے میں بہتر اور مفید ہے۔

باوجود اگر کسی کو اشکال ہو تو ان حضرات نے کسی کو روکا تو نہیں ہر ایک اپنے طور پر جاسکتا ہے کفار کے پاس، اور تبلیغ کرسکتا ہے، راستہ کھلا ہے کوئی روک ٹوک نہیں ہے، لہٰذا ان حضرات کو متہم کرنا صحیح نہیں ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (فتاویٰ محمودیہ جلد ۴، فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶، جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات، دینی دعوت اور تبلیغ کے اصول واحکام، منتخب احادیث، فتاویٰ دارالعلوم زکریا جلد اول ر ۴۴۳)

مستورات کی تبلیغی جماعت کا حکم

سوال: دور حاضر میں تبلیغی جماعت والے مستورات کی اصلاح اور تبلیغ دین کے لئے خواتین کی جماعتیں نکالتے ہیں جبکہ خواتین کے ساتھ ان کے اپنے محارم اور دیگر حدود شرعیہ و پردے کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے، کیا ان شرعی حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے مستورات کا تبلیغِ دین کے لئے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مروجہ تبلیغ کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور تعلیم و تعلم ہے جس کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت کی شرعی ذمہ داری ہے اور دونوں کو تبلیغِ دین کا حق حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ بے شمار نیک خواتین قرآن اور حدیث کے علوم کی ماہرات گذری ہیں، اور پھر آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں خواتین اسلام کا جہاد میں شریک ہونا بھی ثابت ہے، اس لحاظ سے خواتین کے جہاد میں شرکت کی بناء پر تبلیغی جماعات میں خواتین کی شرکت جائز معلوم ہوتی ہے۔ تاہم پردہ اور دیگر حدود شرعی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ جلد اوّل)

عورتوں کے لئے تبلیغی اجتماع کا حکم

سوال: جس طرح مرد مسجد میں تبلیغ کرتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی مبلغ ہیں، محلے کے عورتوں کو دعوت دیتی ہیں، ان کی طرف سے مرد مسجد میں اعلان کرتے

ہیں کہ فلاں جگہ عورتوں کا اجتماع ہے، آپ حضرات اپنی ماں، بہنوں کو وہاں بھیجیں۔ عورتوں کا اس قسم کے اجتماع کے لئے غیر محرم کے گھر جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر عورتیں پردے کا اہتمام کے ساتھ تبلیغی اجتماع میں جائیں، بلکہ بحالاتِ موجودہ ایسے اجتماعات میں عورتوں کی شرکت مفید ہے۔ (فتاویٰ عثمانی جلد اوّل)

عورتوں کی اجتماع میں شرکت

مستورات کے لئے اعلیٰ بات یہ ہے کہ گھر میں رہے دینی مسائل کی ضرورت ہو تو شوہر باپ بھائی وغیرہ سے معلوم کرے کتاب سمجھ سکے تو کتاب میں دیکھ لے، جو مسئلہ شوہر وغیرہ سے بھی معلوم نہ ہو سکے اور کتاب میں بھی نہ ملے یا سمجھ میں نہ آوے تو وہ شوہر باپ وغیرہ سے کسی عالم سے دریافت کرلے، نہ خود باہر جائے نہ کسی کے پاس خط لکھے جبکہ فتنہ کا اندیشہ ہو، لیکن مسلمانوں میں بے علمی اور بے دینی کی فضا عام ہے، ہزاروں میں ایک آدھ ہی مشکل سے ملے گا جو علم وعمل میں پختہ ہو یا اس کو علم وعمل کی لگن ہو اس لئے علم کو عام کرنے کی ضرورت ہے اور عمل کو بھی، دین سیکھنے کا جذبہ بھی ہونا چاہیے، پھر یہ کے چند مسائل میں دین محدود نہیں، اجتماعات میں شرکت کرنے سے دینی جذبہ قوی ہوتا ہے اس جذبے کے اثر سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے گھر کے ماحول کو درست کرنے کی بھی فکر پیدا ہوتی ہے، علم میں اضافہ ہوتا ہے ایمان میں پختگی آتی ہے، حضور اکرم ﷺ کی طریقۂ زندگی کو سن کر قلب میں اصلاح کا ولولہ پیدا ہوتا ہے، ان فوائد کے پیش نظر پورے پردے کے ساتھ جانا ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو تو بلا مجبوری کے ان کو شرکت سے روکنا نہیں چاہئے بلکہ شوہر یا کوئی محرم اپنے ساتھ لے کر جائے وہاں خود بھی منتفع ہو اور ان کو بھی محروم نہ رکھے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

مستورات کی تبلیغی جماعت میں مجھے خود اپنی اہلیہ اور بیٹی کے ساتھ شرکت کا موقع ملا مستورات کے تبلیغی عمل کا میں نے خود مشاہدہ کیا جس میں شریعت کے تمام احکام کی مکمل پابندی کی جاتی ہے اور پردہ کے تمام احکامات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

مستورات کی تبلیغ کے سلسلہ میں تبلیغی جماعت کے اکابرین نے جو شرائط رکھی ہیں وہ مکمل شریعت کے مطابق ہیں اور ان شرائط کی پابندی نہ کرنے والی مستورات کو تبلیغی عمل میں شرکت کی اجازت نہیں ہوتی۔ ان تمام امور کے بعد میری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ مستورات کی تبلیغی جماعت میں شرکت کے عدم جواز کا فتویٰ کیوں دیا جاتا ہے؟ میری رائے میں مستورات کا اس طرح تبلیغ کیلئے جانا درست اور جائز ہے۔ مستورات کی جماعتوں کی وجہ سے ہزاروں عورتوں کی اصلاح ہوگئی ہے اور بہت سی عورتیں جو بے حجاب، کھلے بندوں، بے پردہ نکلتی تھیں اور قرآن کریم نے جس کو ''**تبرج الجاهلية**'' کہا ہے اس کا پورا پورا مظاہرہ کرتی تھیں، الحمدللہ ان مستورات کو دیکھ کر ان کے پاس بیٹھ کر اور ان کی دینی باتیں سن کر ان کی اصلاح ہوگئی ہے اور اب وہ مکمل حجاب کے ساتھ نکلتی ہیں اس لئے اس ناکارہ کے نزدیک تو شرائط مرتبہ کے مطابق نہ صرف مستورات کا تبلیغ میں نکلنا جائز ہے بلکہ ضروری ہے کیوں کہ مثل مشہور ہے کہ خربوزہ خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے ہمارے یہاں جو بے پردگی کا رواج ہوا ہے اور الا ماشاء اللہ کوئی گھرانہ مشکل ہی سے اس طوفان بلا خیز سے محفوظ رہا ہوگا اس کی ابتداء انگریز نے غیر مسلم استانیوں کے ذریعے کی اور بالآخر اس تحریک نے طوفان کی شکل اختیار کرلی اگر بہ شرائط معروفہ تبلیغی جماعت میں مستورات کی نقل وحرکت کو رواج دیا جائے تو انشاء اللہ اس کے بہت مبارک اثرات ظاہر ہوں گے۔ (ماہنامہ بینات کراچی)

عورتوں کے لئے تبلیغی سفر

سوال: زید کی والدہ تبلیغی جماعت میں بمبئی میں کام کرتی ہیں، اب تبلیغی جماعت کے اکابرین نے چند مستورات کی جماعت محرموں کے ساتھ لندن بھیجنے کا ارادہ کیا ہے اس مذکورہ جماعت میں زید کی والدہ کا نام بھی ہے، زید کی والدہ اپنے شوہر کے ساتھ لندن جائیں گی مگر گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں ایک پندرہ سالہ لڑکی بھی ہے، والدین کی عدم موجودگی میں بچوں کی نانی بچوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے تیار ہے، تو ان حالات میں یہ سفر جائز ہے یا نہیں؟ اور مستورات کا جماعت کی شکل میں دور دراز کا سفر بغرضِ تبلیغ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا اور اس کو پختہ کرنا اور دوسروں کو دین سیکھنے، پختہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا ہے، اور اس جذبے کو عام کرنے کے لئے طویل طویل سفر بھی اختیار کئے جاتے ہیں، جس طرح مرد اپنے دین کو سمجھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں اور گھروں میں عامۃ اس کا انتظام نہیں ہے اس لئے لندن یا دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ حدودِ شرع کے پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعاً اس کی اجازت ہے بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے، اگر بچے اتنے چھوٹے نہیں کہ بغیر والدہ کے تڑپیں گے اور ان کی پرورش نہیں ہو سکے گی اور بچوں کی نانی ان کی دیکھ بھال اطمینان بخش طریقہ پر کرلیں گی تو پھر اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد چہارم)

یہ بات کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں ہے کہ موجودہ دور میں بد دینی، فحاشی اور

فکری کج روی کا ایک طوفان ہے، جس نے پورے مسلم معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، لڑکیوں کو اسکول اور کالج میں تعلیم دلانے کے رجحان نے ان کو دین سے دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، نیز گاؤں دیہات میں رہنے والی ان پڑھ خواتین کا دینی حال نا قابل بیان ہے، ان خواتین کو دین کی باتیں سکھانے کے لئے نہ تو گھروں میں دینی ماحول میسر ہے اور نہ ہی ہر جگہ محفوظ دائرے میں دینی تعلیم کا نظام موجود ہے۔ اور جو خواتین بڑی عمر کی ہو چکی ہیں، ان کے لئے تعلیمی اداروں میں جا کر ضروری دین حاصل کرنے کی صورت بھی نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ امت کی ان قابل رحم بے دین خواتین کی رہنمائی کی شکل کیا ہو؟ کیا اس کے لئے محض مدرسوں کے جلسے کافی ہیں ؟ کیا اجنبی علماء کے بیانات سے ان خواتین کی اصلاح ممکن ہے ؟ اگر جواب نفی میں ہے تو آپ ہی بتائیں کہ آبادی کے اس بڑے حصے کی دینی ضرورت کی تکمیل کے لئے آپ نے کیا لائحہ عمل بنایا ہے ؟

تبلیغی جماعت کے اکابر نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے پردہ کے اہتمام اور بہت ہی شرائط وحدود کے ساتھ محرم یا شوہر کی معیت میں مستورات کی جماعت کا نظام بنایا ہے اور بلاشبہ اس نظام سے جڑنے والی خواتین کے ذریعہ دور دراز کی خواتین تک دینی رہنمائی کی باتیں پہنچ رہی ہیں، اور اس کے مفید ثمرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں، کیوں کہ خواتین جس طرح بے تکلف طور پر مخاطب خواتین کو سمجھا سکتی ہیں دیگر مردوں کے لئے یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ بریں بنا ملت کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے خواتین کے تبلیغی سفر کا نظام بنانے کو شریعت کے بالکل خلاف نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ دور نبوت سے آج تک مختلف دینی دنیوی ضرورتوں کے

لئے محارم یا شوہروں کے ساتھ عورتوں کا دور دراز کے اسفار کرنا مسلسل جاری ہے، نفلی حج وعمرہ کے لئے گروپ بنا کر مردوں اور عورتوں کے اسفار ہوتے ہیں اور بڑے بڑے دیندار علماء کو بھی مع اہل خانہ اس طرح کے گروپ میں شامل ہوکر حج وعمرہ کرتے ہیں اور اس پر آج تک کسی کی طرف سے نکیر نہیں سنی گئی، تو پھر ان پڑھ خواتین تک دین کی ضروری باتیں پہنچانے اور ان کو ایمان پر ثابت قدم رکھنے کے لئے پردہ کی پابندی کے ساتھ جو تبلیغی اسفار ہو رہے ہیں ان پر شدت سے نکیر کرنے کا کیا جواز ہے ؟ مسئلہ کا حل یہ نہیں ہے کہ ہوتے ہوئے کام پر اعتراض کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی جائے، بلکہ حل یہ ہے کہ اگر آپ کو یہ طریقہ پسند نہیں ہے تو اس کے متبادل کوئی ایسا قابل عمل طریقہ پیش کیا جائے جس سے امت کی خواتین کی مطلوبہ ضرورت پوری ہو سکے۔ (کتاب النوازل جلد رابع)

عام حالات میں عورت کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ وہ گھر میں رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبیہ انجام دیتی رہے ، بلا وجہ گھر سے باہر نہ نکلے، اسی میں اس کی عزت ووقار مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ نماز جمعہ جو کہ اہم فریضہ ہے اور نماز باجماعت جیسے پسندیدہ عمل سے وہ سبکدوش ہے اور نان ونفقہ کے بوجھ سے بھی آزاد ہے بلکہ اندرون خانہ در ودیوار کی آڑ میں اس کی تنہائی کی نماز جماعت کے ثواب کا باعث ہے اور دیانتداری اور حسن اسلوبی کے ساتھ خانہ داری کے امور بجالانا اس کے لئے جہاد کے برابر قرار دیا گیا ہے تاکہ مرد اندرون خانہ امور سے بے فکر ہو اور باہر کی ذمہ داری بخوبی انجام دے سکے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورت کا گھر ہمارے مذہب اسلام میں اس کے لئے جیل خانہ کے مترادف ہے کہ انسانی ضرورت ہو یا دینی تقاضہ ہو کسی بھی صورت میں گھر سے باہر نہ نکلے ہر حالت میں وہ گھر کے اندر ہی رہے بلکہ

شریعت اسلام نے جہاں اس کی نزاکت اور جالب النظر صفت کا لحاظ کرتے ہوئے گھر سے باہر اکثر ذمہ داریوں سے سبکدوش کیا ہے تو ساتھ ساتھ اس کے بشری تقاضوں اور دینی ضروریات کی بھی رعایت رکھی ہے اور محدود موقعوں پر باہر جانے کی اجازت دی ہے۔

چنانچہ تمام فتاویٰ اور کتب فقہیہ میں تصریح ہے کہ عورت علاج ومعالجہ کے لئے زیارت والدین اور اپنے محارم رشتہ داروں سے ملنے کے لئے، علم دین کے لئے اور دیگر احکام شرعیہ کی بجا آوری کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ لہٰذا انصاف کی بات یہ کہ عورت نہ تو مرد کی طرح مکمل آزاد ہے کہ جب چاہے جیسے چاہے مغربی یورپی عورتوں کیطرح یا زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح بازاروں، گلیوں میں بے پردہ گھومتی رہے اور نہ ایسی پابند ہے کہ قیدی کی طرح کسی بھی صورت میں باہر نہ نکلے ہر حالت میں وہ گھر کے اندر ہی رہے انسانی ضرورت ہو یا دینی تقاضہ وہ باہر نہ جائے۔ اگر چہ پورے پردہ کے ساتھ شوہر یا محرم کی معیت میں ہو باہر جانا اس کے لئے ممنوع ہے بلکہ عام حالات میں بلاوجہ بغیر پردہ کے نکلنا منع ہے اور اگر کسی تقاضہ سے پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے نکلتی ہے تو یہ جائز ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر (تبلیغ) جس طرح مردوں کی دینی ضرورت ہے اور بقائے دین اسلام کی خاطر ایک دوسرے کو احکام شرعیہ کی پابندی کی تلقین اور وعظ ونصیحت کرنا مردوں کی ذمہ داری ہے، عورت کو بھی یہ حکم شامل ہے یا نہیں ؟ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن مجید اور اس کی تفاسیر، کتب احادیث، فتاویٰ اور سلف کی عبارات کی طرف مراجعت کرتے ہیں۔ قرآن کریم اور دیگر نصوص قطعیہ میں جہاں جہاں یہ حکم (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) وارد ہوا ہے ہماری نظر سے کوئی ایسی عبارت نہیں گذری جس میں عورت کو اس حکم

سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو اور یہ ضابطہ تو کسی بھی پر بھی مخفی نہیں ہونا چاہیئے کہ تمام شرعی احکام جن سے مرد مخاطب ہیں عورتوں کو بھی وہ احکام شامل ہیں۔ البتہ جہاں عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہو تو وہ خطاب صرف مردوں کے ساتھ خاص ہوگا عورتوں کو شامل نہ ہوگا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلقہ خطابات اپنے عموم خطاب کی وجہ سے عورتوں کو شامل ہیں جب کہ بعض جگہ تو باقاعدہ عورت کی تصریح موجود ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس حکم خداوندی میں امت کی خواتین بھی مردوں کے ساتھ برابر شریک ہیں۔ چنانچہ فخر الاحناف محی السنہ علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ القرآن میں تحریر فرماتے ہیں حقیقت یہ کہ عورتیں بھی مردوں سے کوئی الگ جنس نہیں تمام شرعی احکام جن سے مرد حضرات مخاطب ہیں عورتوں پر بھی واجب ہوں گے، البتہ جہاں عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو تو وہاں وہ خطاب مردوں کے ساتھ خاص ہوگا عورتوں کو وہ حکم شامل نہ ہوگا جب کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (تبلیغ) کے حکم میں عورتوں کو کسی بھی خطاب میں مستثنیٰ نہیں کیا ہے، پس ظاہر یہ ہے کہ عورتوں کو آپس میں ایک دوسرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا واجب ہے۔ البتہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مردوں کو تبلیغ کرنا یا ان کو تعلیم دینا عام عورتوں کی ذمہ داری نہیں ہے اس لئے کہ عورت کو مردوں سے پردہ کرنے کا حکم ہے اور (عام و بیشتر اوقات) گھروں میں رہنے کا حکم ہے۔ جب کہ حضرت عائشہ ؓ اور دیگر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن سے ثابت ہے کہ انہوں نے مردوں کو احادیث پڑھائی ہیں۔ علامہ الدکتور محی الدین عبدالحلیم فرماتے ہیں کہ اسلام نے عورت پر احسان فرمایا ہے کہ اشاعت دین کے ذمہ دار جس طرح مردوں کو قرار دیا ہے عورتوں کو بھی اس شرافت میں مردوں کے بالکل برابر شریک کیا ہے اور ان کو بھی اس اعلیٰ منصب پر فائز فرما دیا ہے۔

چنانچہ شریعت کے حدود کی رعایت رکھتے ہوئے ہر زمانہ کے لحاظ سے مناسب طریقے پر یہ ذمہ داری انجام دیتی رہے گی۔

چنانچہ جن امور کا حکم مرد کو ہے عورت بھی ان کی مکلّف ہے علامہ نے بطور استشہاد کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی ذکر فرمایا (تطور المرۃ عبر التاریخ ص ۷۰)

علامہ عبدالکریم زیدان نے اپنے مقالہ ''اصول الدعوۃ'' میں اس بات کو واضح فرمادیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی اصلاح کی فکر کرنا عورت کا حق بنتا ہے بلکہ یہ اس کی ذمہ داریوں میں داخل ہے چنانچہ عورتوں کا باہم ایک دوسرے کو ترغیب دینا، نیکی کی دعوت دینا، برائیوں سے روکنا اور اس مقصد کے لئے باقاعدہ جمع ہونا سب جائز ہے۔ (اصول الدعوۃ ص ۱۲۶)

رہا یہ کہ اس مقصد کے لئے کسی خاتون کا اپنے گھر سے نکلنا یا باقاعدہ سفر کرنا کیسا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفس سفر عورت کے لئے جس سے اس کا کوئی غرض ومقصد نہ ہو مباح ہے بشرطیکہ پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے اپنے محرم کے ساتھ ہو اور فتنہ کا بظاہر کئی اندیشہ نہ ہو اسی طرح دنیاوی مقاصد کے لئے اس کا گھر سے پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے نکلنا خواہ بغیر محرم کے ہو جائز ہے بشرطیکہ مسافت سفر سے کم مسافت کے لئے نکلنا ہو۔ (احناف کے ہاں)

تو اگر کوئی عورت مذکورہ شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے یعنی پردہ کا پورا اہتمام کرتے ہوئے اپنے محرم کے ساتھ اس غرض ومقصد کے لئے نکلتی ہے کہ دین اسلام کے احکامات پر عمل کرنے کا جذبہ وشوق بیدار ہو، ایمان ویقین کی باتیں بار بار سننے سنانے سے دل میں راسخ ہوں دوسروں سے اپنی ذات کو دینی فائدہ پہنچنا مطلوب ہو

اور اپنی ذات کی دیگر مسلمان خواتین بہنوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہو اور اس مقصد کے لئے اپنا مال، وقت خرچ کرے تو ایسی عورت کا گھر سے نکلنا اور باقاعدہ سفر کرنا بطریقہ اولیٰ جائز ہے بلکہ پسندیدہ اور مستحب ہے البتہ مذکورہ شرائط کی رعایت رکھنا ضروری اور لازم ہے ورنہ بجائے ثواب کے سخت گناہ ہوگا۔ علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ ''اعلاء السنن'' میں لکھتے ہیں عورتوں کے لئے وعظ و نصیحت کی مجالس منعقد کرنا اور وہاں عورتوں کا جمع ہونا سلف صالحین کا بھی معمول رہا ہے اور اس کے استحباب پر باقاعدہ کئی احادیث بطور استشہاد پیش کئے ہیں چنانچہ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں پورے وثوق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عورتوں کو وعظ و نصیحت کرنا مستحب ہو جب کہ ان تمام شرائط کا لحاظ رکھا جائے جو فتنہ کے سد باب کے لئے لگائی گئی ہے اور یہ حکم شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر دور کے لئے ہے (یہ کہنا کہ خیر القرون میں یا خاص صحابہ کے دور میں تو درست تھا، اس لئے کہ فتنہ کا اس قدر اندیشہ نہیں تھا، خیر غالب تھا اور اب چونکہ شر غالب ہے، لہٰذا عورتوں کے اجتماع کو روکنا چاہئے اور ان کو نصیحت کرنے کے لئے وہی طرز نہیں اختیار کرنا چاہئے جو سنت سے ثابت ہے، وہ طرز یعنی عورتوں کا اجتماع صرف اسی دور کے ساتھ خاص تھا، موجودہ دور میں نہیں کرنا چاہئے، یہ غلط ہے بلکہ وہی طرز یعنی اجتماعی نصیحت ہر دور کے لئے ہے بشرطیکہ شرائط کا لحاظ رکھا جائے)۔ اور اس سنت صحیحہ سے ہمیں کوئی روکنے والا باز نہیں رکھ سکتا..... شرح صحیح مسلم للنوویؒ میں ہے اشاعت دین اسلام کے لئے خیر القرون میں عورتوں کا اللہ کے راستہ میں نکلنا اور باقاعدہ سفر کرنا بہت سارے واقعات سے ثابت ہے جہاد کے لئے اور انفرادی دعوت دینے کے لئے عورتوں کے نکلنے پر احادیث بھی وارد ہوئی ہیں ام حکیم بنت الحارث بن ہشام صحابیہؓ فتح مکہ کے روز ایمان سے مشرف ہوئیں اور اپنے

شوہر حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل کو دعوت اسلام دینے کے لئے حجاز سے یمن کا سفر کیا اوران کو دعوت دے کر اسلام کی طرف مائل کیا اور جہاد کے لئے سفر کرنا کئی احادیث سے ثابت ہے۔ (مسلم جلد۲)

کتب فقہہ میں تصریح ہے کہ دینی مسائل معلوم کرنے کے غرض سے خواہ کوئی خاص مسئلہ کو معلوم کرنے کی ضرورت درپیش نہ ہو محض دینی معلومات میں اضافہ کی غرض سے بھی کبھی کبھار نکلنا چاہے تو شوہر کے اجازت سے نکل سکتی ہے اور اگر کسی خاص مسئلہ کے حکم کو معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی اور گھر بیٹھے معلوم کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی تو ایسی صورت میں وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی نکل سکتی ہے بشرطیکہ پردہ کے اہتمام کے ساتھ ہو زیب وزینت کا لباس اختیار کئے بغیر نکلے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے عورت کا شوہر کی اجازت سے مجلس علم میں جانا جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے شوہر اپنی بیوی کو ایسی مجالس وعظ ونصیحت جو بدعات اور خلاف شرع کاموں سے خالی ہوں میں جانے کی اجازت دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں محض عورتوں کا اجتماع ممنوع نہیں ہے اگر صرف عورتیں کسی جگہ جمع ہوں اور اجتماع کی غرض وغائط مفید ہو تو شرعاً کوئی ممانعت نہیں لیکن عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع بہت سے فتنوں کا سبب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ (کفایت المفتی جلد۲)

مذکورہ بالا چند حوالہ عورتوں کے علم دین کے لئے نکلنے سے متعلق ہیں لیکن واضح رہے کہ تبلیغ میں نکلنے والے مردوں اور عورتوں کی جو تربیت کی جاتی ہے بلاشبہ علم دین میں شامل ہے لہٰذا کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کو علم سے متعلق حوالے تبلیغ کے لئے بطور استشہاد کیسے پیش کئے جاسکتے ہیں؟ علاوہ ازیں موجودہ دور میں عورتوں کے اندر دین کا

جذبہ پیدا کئے بغیر امت کی اکثریت میں احکام شریعت کا اور حضور ﷺ کی مٹی ہوئی سنتوں کا دوبارہ زندہ کرنا بظاہر ممکن نہیں افرادی اکثریت تو بلاشبہ عورتوں کی ہے امت میں مرد افراد نسبتاً کم ہیں جبکہ اب تو معاشرہ نے ان کو مردوں کا مقام دے دیا ہے اور عام طور پر دین سے بے رغبتی اور خواہش پرستی بھی نسبتاً ان میں زیادہ پائی جاتی ہے امت کی خواتین کو اصلاح تربیت اور اسلامی تہذیب سے آراستہ کرنے کی انتہائی ضرورت ہے، اس لئے کہ آج کے بچے جو کل کو معاشرہ کے رکن بننے والے ہیں بلکہ معاشرہ انہیں سے عبارت ہوگا ان تمام کے لئے سب سے پہلی تربیت گاہ و مدرسہ ان کے ماں کی گود ہے اس کے علاوہ شوہر کو بھی اپنی بیوی کی دین داری کے بغیر دین پر چلنا نہایت دشوار ہے اسی ضرورت کے پیش نظر جماعت کے اکابرین نے عورتوں میں اجتماعی تربیت اور منظّم انداز سے موجودہ دور کی نزاکتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کام کا طریقۂ کار وضع کیا اور اہل علم سے فتویٰ کی صورت میں اجازت لے کر شروع کیا۔ ثابت ہوا کہ عورتوں کے لئے تبلیغی جماعت میں نکلنا بلاشبہ جائز بلکہ پسندیدہ عمل ہے بشرطیکہ مذکورہ شرائط کی پابندی ہو یعنی پردہ کا اہتمام ہو سرپرست یا شوہر کی اجازت سے ہو، محرم یا شوہر ساتھ ہو، زیب و زینت کے لباس اور خوشبو سے گریز کرتی ہو، دوران تعلیم ان کی آواز مرد حضرات نہ سنتے ہوں۔

عورتوں کی تبلیغ

سوال: ہمارے یہاں عورتوں کی جماعتِ تبلیغ بھی شروع ہوگئی ہے، کیا اس پُرفتن زمانہ میں شرعاً اس کی اجازت ہے؟ کیا حدیث شریف یا آثارِ صحابہ میں اس کی اجازت ہے؟ کیا اس میں شرکت کرنے والی عورتیں گنہگار ہیں؟

جواب: حضرت نبی کریم ﷺ نے مستورات کی درخواست پر ان کے لئے اجتماع کا دن اور مکان مقرر فرمایا، پھر ازواجِ مطہرات کے پاس کثرت سے مستورات دین سیکھنے اور مسائل معلوم کرنے کے لئے آیا کرتی تھیں، یہ تو حدیث شریف میں موجود ہے، اب جب کہ دین سے بے خبری بلکہ بے حیائی غالب آچکی ہے اور مستورات کے باپ دادا بھائی وغیرہ ان کو دین نہیں سکھلاتے اور نہ مردوں کی طرف سے دین سیکھنے کا کوئی انتظام ہے تو اس حالت میں ضروری ہے کہ مستورات کے لئے دین سکھلانے کا انتظام کیا جائے، مگر اس میں بھی حدودِ شرعیہ کی پابندی لازم ہے مثلاً یہ کہ اپنے محلّہ یا اپنی بستی میں پردہ کے ساتھ جائے نامحرم کے ساتھ نہ جائے، اگر عورت کتاب سنائے یا تقریر کرے تو اسکی آواز نامحرم تک نہ پہنچے، لاؤڈ سپیکر نہ ہو اور بے ضرورت جمع نہ ہو، اور اگر دوسری بستی میں جانا ہو تو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جائے، اگر حدودِ شرعیہ کی رعایت نہ کی گئی تو فتنے پیدا ہونگے۔ اللہ پاک محفوظ رکھے۔ آمین! (فتاویٰ محمودیہ جلد:۴)

تبلیغ یا کسی بھی مقصد کے لئے عورت کو شرعی سفر کے لئے اجازت نہیں جب تک شوہر یا محرم ساتھ نہ ہو، بلا سفر کے ان کا اجتماع ثابت ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے خود ان کو کسی مکان میں اجتماع کے لئے فرمایا ہے۔

مسافتِ سفر ۴۸ میل سے کم میں جانے کی گنجائش ہے لیکن پوری احتیاط کے ساتھ، کوئی قبیح واقعہ پیش آنے کا اندیشہ نہ ہو، نظر کی حفاظت لازم ہے، مکان میں بھی، باہر بھی، چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بھائی، دیور، بہنوئی، وغیرہ بھی سب نامحرم ہیں، ان سے بھی پردہ لازم ہے، جو عموماً مکانات میں نہیں ہوتا، اور اہل خانہ اس کو برداشت کرتے ہیں بلکہ ان سے پردہ کو معیوب اور تنگ نظری سمجھتے ہیں اور نظر سے آگے بڑھ کر ان سے ہنسی مذاق، بے تکلفی، تنہائی کی باتیں ہو کر خراب نتائج بھی پیدا ہوتے ہیں۔

بقول اکبر محروم

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جس کو سمجھے تھے بیٹا ہے، بھتیجا نکلا

عورتوں میں تبلیغ کی بے حد ضرورت ہے، اگر اپنے مکان پر ان کو دین سکھانے اور کتاب سنانے کا انتظام کرے تو بہتر ہے، یا پھر اپنے ہی شہر میں ہفتہ میں ایک دن ان کے اجتماع کا مقرر کر دیا جائے، یہاں سب پردے کے ساتھ جمع ہو جایا کریں، اگر کہیں سفر ہی کرنا ہو تو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جانے کا انتظام کیا جائے تاکہ دینی نقصان بھی نہ ہو فتنہ سے بھی امن ہو، عورتوں کی تبلیغ کا مقصد بھی حاصل ہو جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد:۴)

عورتوں کا تبلیغی جماعتوں میں جانا

سوال: عورتوں کا تبلیغی جماعتوں میں جانا کیسا ہے؟

جواب: تبلیغ والوں نے مستورات کی تبلیغ میں جانے کے لئے خاص اصول وشرائط رکھے ہیں۔ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا بہت ہی ضروری ہے، اس سے اپنے اندر بھی دین کی فکر پیدا ہوگی اور امت میں دین والے اعمال زندہ ہوں گے۔

چلّہ کہاں سے لائے ہو؟

ایک عرب کہنے لگا، چلّہ کہاں سے لائے ہو؟.....میں نے کہا....تم پینتالیس دن دے دو.....نہ لڑو.....یہ کوئی جھگڑنے کی چیز ہے بھائی.....!

تربیت کے لئے وقت چاہئے۔وقت کا ایک نظام بنایا۔تربیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔تربیت کے لئے تو وقت چاہئے۔وقت کے لئے نظام ہے اور کوئی ایسا بے عقل بھی نہیں، پتہ نہیں چلّہ میں کیا خصوصیت ہے؟

آدم علیہ السلام کا پتلا پڑا رہا چالیس سال.....پھر روح ڈالی۔

پھر ان کو رلایا توبہ کے لئے.....چالیس سال پھر توبہ قبول کی۔

ان کے دو چلّے تو چالیس چالیس سال کے لگے ہیں۔

آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے ڈھیر پر بٹھایا.....چالیس دن۔

موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بٹھایا.....**ثم میقات ربہ اربعین لیلہ**.....چالیس دن بٹھایا۔چالیس دن طور پر رکھا اور ساتھ روزہ، چلّے کا روزہ.....

مثلاً آج سحری کھائی....چالیس دن کے بعد جا کر افطاری کی اور چلّے کے بعد تورات عطا کی....یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں رکھا تو....چالیس دن رکھا۔

تو ابراہیم علیہ السلام کا آگ کا.....چلّہ

موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور کا.....چلّہ

یونس علیہ السلام کا مچھلی کا.....چلّہ

ہم نے تین اکٹھے کر کے کہہ دیا، دے دو تین.....چلّہ

اور خود حدیث پاک میں ﷺ میں آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''جو شخص چالیس دن تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھے.....جہنم سے نجات.....نفاق سے بری ہو جائے گا۔''

یہ چلّہ کیوں کہا؟.....جو چالیس نمازیں میری مسجد میں پڑھے.....میری شفاعت اس کے لئے واجب ہو جائے گی.....چالیس نمازیں کہیں.....پچاس کیوں نہیں کہیں؟.....تو کوئی خصوصیت تو ہے۔

☆☆☆

ایک عرب عالم کا جماعت میں لگنے کا سبب

ایک عرب جدہ (سعودی عرب) سے آیا بڑا عالم تھا.....کہنے لگا، جانتے ہو میں کیوں آیا ہوں؟ میں نے کہا فرمایئے۔ کہنے لگا.....میں جدہ میں ہوں اور ہمارے نوجوان سعودی لڑکے امریکہ پڑھنے کے لئے جاتے تھے.....لیکن ساتھ میں ان کے بڑے گندے عزائم ہوتے تھے.....شراب.....زنا.....میں ڈوبے رہتے تھے۔ لیکن کچھ عرصے سے دیکھ رہا ہوں:

کہ ان میں بہت سے لڑکے آتے ہیں.....

انہوں نے ڈاڑھیاں رکھی ہوئی ہیں.....

پگڑیاں باندھی ہوئی ہیں.....

اور اللہ رسول کی باتیں کرتے ہیں.....

رات کو کھڑے ہو کر روتے ہیں.....

میں حیران ہوں کہ یہ جب حجاز میں تھے تو بے دین تھے۔امریکہ میں گئے تو اور بے دین ہونا تھا.....وہاں سے نبی کی سنت کو لے کر آرہے ہیں.....یہ کیا بات ہے؟ تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا چکر ہے؟ انہوں نے کہا کہ..... پاکستان میں حضور ﷺ کے دین کو زندہ کرنے کی ایک محنت ہو رہی ہے.....وہاں سے جماعتیں امریکہ آتی ہیں.....ہم ان کے ساتھ وقت لگاتے ہیں.....میں بھی وقت لگانے آیا ہوں.....میری اس کی اکٹھی تشکیل ہوئی۔

☆☆☆

آسٹریلیا کے ایک جزیرہ میں

بھٹکے ہوئے عربوں کو دوبارہ اسلام کی دعوت

میرے بھائیو!

ساری دنیا کی نیت کر کے چار چار مہینے اس کو لگا کر سیکھیں.....پھر سارے عالم میں پھر کے اس کی دعوت دو۔ افریقہ...امریکہ میں بڑی دنیا پڑی ہے جہاں آج تک کوئی نہیں گیا اور جانا ہمارے ذمے ہے....

ایک جزیرہ تھا آسٹریلیا کا.....وہاں پاکستان کی نہیں جنوبی افریقہ کی

ایک جماعت گئی وہاں دس ہزار کی عرب آبادی تھی لیکن وہ عیسائی ہو چکے تھے.....انہوں نے ایک جگہ میں اذان دے کر نماز پڑھی.....جب سلام پھیرا تو ایک بوڑھی عورت نے ان سے بات کی کہ یہ جو تم نے کام کیا ہے.....میرے باپ دادا کیا کرتے تھے....ہم عرب ہیں، لیکن ہم بھول چکے ہیں سب کچھ.....تو انہوں نے کہا ہمارے پاس آؤ! ہم اس لئے آئے ہیں کہ اپنے بھائیوں کو بھولا سبق یاد دلائیں تو بوڑھی عورت گئی....مکانوں سے نکال نکال کر نوجوان لڑکوں کو.....بڑے.....چھوٹے.....سب کو لے کر آئی .....اور سارا گراؤنڈ انہوں نے بھر دیا آگے انہوں نے ان کو دعوت دے کر سب کو کلمہ دوبارہ پڑھایا۔ (مولانا طارق جمیل)

ایک تبلیغی جماعت کی کارگزاری

اگست ۱۹۴۷ء تقسیم ہند کے بعد بہت سے مسلمان مشرقی پنجاب کی ریاستوں میں مرتد ہو گئے تھے، جب حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ کو ان حالات کا علم ہوا تو سخت صدمہ ہوا تو آپ مارچ ۱۹۵۰ء میں تبلیغی مرکز نظام الدین میں لگاتار ۸ دن تک اسی موضوع پر بیان فرماتے رہے اور ترغیب دیتے رہے کہ مجھے چلّہ تین چلّے نہیں چاہئیں، بلکہ ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو یا تو مرجائیں (یعنی اللہ کے راستے میں جان دے دیں) یا مشرقی پنجاب کے مرتدوں کو دوبارہ اسلام میں لائیں۔ اب اس پر جتنا وقت لگ جاوے لگے، وقت کی قید نہیں، چنانچہ اس مطالبہ پر ۲۲ آدمیوں نے نام پیش کئے اور آپ کا مطالبہ منظور کر لیا اور وعدہ کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کے فرمان کے مطابق

اپنی جان دے دیں گے یا مشرقی پنجاب کے مرتدوں کو محنت کر کے دوبارہ اسلام میں لے آئیں گے۔ چنانچہ ان بائیس احباب کی دو جماعتیں گیارہ گیارہ افراد پر مشتمل تشکیل کی گئیں، ایک جماعت کے امیر محمد اقبال صاحب اور دوسری جماعت کے امیر حاجی کمال الدین صاحب سہارنپور والے کو بنایا گیا۔ مولانا محمد یوسفؒ نے ننگے پاؤں مسجد سے باہر نکل کر خوب رو رو کر دعا کی اور دونوں جماعتوں کو اللہ کے سپرد کر کے دیر تک ان کو دیکھتے رہے اور دعاء فرماتے رہے۔ نیز جماعتوں کو رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ جماعتیں پانی پت پہنچ کر مولانا بقاء اللہ صاحب کے مشورہ سے کام شروع کریں۔

☆☆☆

خوف کی وجہ سے بے التفاتی

جب یہ دونوں جماعتیں پانی پت مولانا بقاء اللہ کے پاس پہونچیں تو مولانا جماعتوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ تم یہاں کیسے آ گئے؟ تم ہم کو مرواؤ گے، جماعت کے احباب کو برا بھلا کہا اور مسجد کے اندر جماعتوں کو ٹھہرنے نہ دیا اور باہر نکال دیا، جماعت والے بہ امر مجبوری شہر سے باہر نکل گئے اور ایک ویران مسجد میں جو امام صاحب کی مسجد کے نام سے مشہور تھی اس میں ٹھہر گئے ان دونوں جماعتوں نے مشورہ کر کے پروگرام بنایا کہ یہاں سے دونوں جماعتیں الگ الگ رخوں پر ایک ہفتہ کام کر کے چلّہ پور کے مقام پر اکٹھی ہو جائیں چنانچہ پروگرام کے مطابق یہ جماعتیں کام کرتی ہوئی مقررہ وقت پر چلہ پور پہونچ گئیں۔

علاقہ کی صورت حال

یہاں پر پانچ مسجدیں تھیں اور بارہ گھر مسلمانوں کے تھے جو سب کے سب مرتد ہو چکے تھے انہوں نے ایک مسجد کے منبر کو توڑ کر اس کی جگہ بت بنا رکھا تھا جس کی یہ پوجا کیا کرتے تھے ہم نے ان سے بات کی اور ترغیب دے کر ان کو دوبارہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تو ان میں سے ایک بطور رہبر کے ساتھ ہو گیا اور ہم کو دوسرے دیہاتوں میں لے گیا۔ایک گاؤں میں دس بارہ آدمی چھپ کر نماز پڑھتے تھے باقی سب کے سب مرتد ہو چکے تھے ہم ان کو دوبارہ چھپ کر اسلام میں آنے کی ترغیب دیتے رہے ان میں دو امام مسجد بھی تھے جنہوں نے ڈاڑھیاں منڈا کر سر پر چوٹی رکھی ہوئی تھی۔

پہلی آزمائش

ہم نے اس علاقہ میں ایک ہفتہ کام کیا اور یہاں سے ہماری جماعتیں جیز ریاست میں چلی گئیں،جیز میں دس مسجدیں تھیں اور مسلمانوں کی کافی تعداد تھی،ان میں اکثر مرتد ہو گئے تھے اور باقی چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے ان میں سے پانچ ساتھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔اس جگہ پر چار دن کام کیا بہت سے احباب نے اذان دے کر نماز ادا کرنی شروع کر دی اس علاقہ میں ہماری شہرت ہو گئی کہ اس قسم کے لوگ آئے ہوئے ہیں جو کہ مرتدوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کر رہے ہیں پولیس کو ہماری رپورٹ کر دی گئی جس پر پولیس کے بیس سپاہی ایک ٹرک میں سوار ہو کر آ گئے ۔ اور جس مسجد میں ہماری

جماعت ٹھری ہوئی تھی اس میں داخل ہو گئے اور جماعت کے ساتھیوں کو لاٹھیوں سے اور بندوقوں کے بٹوں سے مارنا شروع کر دیا ایک ایک آدمی کے اوپر تین تین چار چار سپاہی چڑھ جاتے مارتے اور گالیاں دیتے جس سے ہمارے تمام ساتھیوں کی ٹٹی اور پیشاب نکل جاتے اور تمام ساتھی بے ہوش ہو گئے ان ظالموں نے ہم کو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا اٹھا کر ٹرک میں ڈال دیا اور انبالہ کی جیل میں لے گئے اور جیل کے اندر ایک تنگ وتاریک کوٹھری میں ہم سب کو بند کر دیا اور صبح ہم سب کو کوٹھری سے نکالا اور تمام جیلیوں کی ٹٹی ہم سے اٹھوائی گئی، اسی حالت میں ہمیں تین دن گذر گئے نہ ہمیں کھانے کو دیا اور نہ پانی پینے کو دیا۔

☆☆☆

پہلی غیبی مدد

چوتھے دن ہم تعلیم کر رہے تھے کہ ایک افسر آیا اس نے ہم کو دیکھا تو دریافت کیا کہ تم یہ کیا پڑھ رہے ہو ہم نے اس کو اپنی تعلیم کا مقصد سمجھایا مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا اس نے ہمارے پاس سے تبلیغی نصاب کی کتاب لے لی تھوڑی دیر پڑھتا رہا اور کہنے لگا کہ جب میں انقلاب سے پہلے ملتان میں تھا تو ہم اپنے بچوں کو جب ان کو کوئی تکلیف ہو جاتی تھی تو ہم ان کو ان مسلمانوں کے پاس لے جاتے جو کہ تمہاری ہی طرح کے تھے ان کو تبلیغی جماعت والے کہتے تھے، تم بھی انہی میں سے معلوم ہوتے ہو، وہ لوگ اللہ کے کلام کو پڑھ کر دم کیا کرتے تھے، تو ہمارے بچوں کو آرام آجاتا تھا، وہ بہت اچھے لوگ تھے مجھے ان سے بڑی محبت ہو گئی تھی، اگر تمہیں کسی قسم کی تکلیف

ہوتو میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں، ہم نے کہا کہ ہمیں تنگ کوٹھری میں بند کیا ہوا ہے اور ہم سے قیدیوں کا پاخانہ اٹھوایا جاتا ہے، جس سے ہمارے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں، نیز تین دن تک ہمیں فاقہ کرتے ہوگئے ہیں، اس پر اس نے جیل کے ذمہ دار افسران کو بلایا اور حکم دیا کہ فوراً ان کو بڑا کمرہ دیا جائے اور پاخانہ وغیرہ بالکل نہ اٹھوایا جائے اور ان کا راشن جاری کیا جائے۔ آج کے بعد ان کو کوئی تکلیف نہ دی جائے۔ یہ حکم دے کر اور ہم سے مصافحہ کر کے وہ چلا گیا، اللہ پاک نے ہماری غیبی مدد فرمائی۔ اس کے بعد ہمیں اس جیل میں کافی آسانی ہوگئی۔ ہم اذان دے کر نماز پڑھنے لگ گئے تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس جیل کے اندر ۲۵۰ مسلمان قیدی اور بھی ہیں۔ ہم نے ان کو دعوت دی تو ان میں سے تقریباً اسّی آدمی ہمارے ساتھ نماز پڑھنے لگ گئے اور تعلیم میں بھی اکثر ان میں سے شامل ہونے لگے۔ اسی طرح اس جیل کے اندر ہمارے ۱۸ یوم گزر گئے اس کے بعد رہا کر دیا گیا۔

نیا عزم

جیل سے رہا ہوکر ہم ریاست بوڑھیا میں چلے گئے اس جگہ کے حالات بھی بہت خراب تھے جس کی وجہ سے ہمارے ۱۱ ساتھی معہ دونوں جماعتوں کے امیر صاحبان کے چھپ کر نکل گئے باقی 11 ساتھی رہ گئے۔ جب ہم کو پتہ چلا کہ 11 ساتھی جا چکے ہیں تو باقی ماندہ ساتھیوں کو بڑا قلق اور دکھ ہوا، مگر اللہ پاک نے ہماری مدد کی اور وہ وعدہ جو کہ حضرت جیؒ سے کیا تھا یاد دلایا جس کی وجہ سے تمام ساتھیوں کے حوصلے بلند ہوگئے اور کام کرنے کا عہد کیا۔ یہ 11 ساتھی جو رہ گئے تھے ان کے نام یہ تھے: مولوی فیض الدین بہاری، حافظ غلام رسول پنجابی،

محمد سلیمان، رستم خان، الف خان، ولی خاں، روشن خاں، محمد اسحاق، یوسف خاں، کریم خاں اور کنور خاں۔

اس جگہ مولانا عبدالکریم صاحب تھے، ہم سب ساتھی مولانا کے پاس گئے اور ان کی خدمت میں عرض کر کے درخواست کی کہ آپ ہماری کارگزاری اپنی معرفت نظام الدین تبلیغی مرکز میں حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ کی خدمت میں روانہ فرمادیں، جس میں ہم نے حضرت جی کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ اب ہم امیر کس کو بناویں اور آئندہ کام کیسے کریں اس پر حضرت جی نے جواب میں فرمایا کہ امیر سلیمان میواتی کو بنایا جاوے اور مقامی احباب کو زیادہ تعداد میں ساتھ نہ رکھا جاوے اور قیام ہر حال میں مسجد میں کیا جاوے، خواہ مسجد آباد ہو یا غیر آباد۔ جماعت کو آگے بڑھایا جائے۔

☆☆☆

دوسری آزمائش

نظام الدین مرکز سے جب یہ پیغام پہنچا تو ہم نے یہاں سے اپنا سفر شروع کیا دس یوم مختلف مقامات پر کام کرتے ہوئے ہم ''اروتی'' پہنچ گئے اس جگہ ایک بہت بڑی مسجد تھی جو ویران پڑی تھی ہم اس میں ٹھہر گئے اس جگہ پاکستان سے آئے ہوئے سکھ آباد تھے جب ان کو ہمارا پتہ چلا تو یہ سکھ بندوقیں اور رائفلیں لے کر مسجد میں آگئے اور قتل کے درپے ہو گئے جب ہم نے یہ حال دیکھا کہ تو کہا کہ تم ہم کو قتل کرو گے ہی، ہماری ایک بات مان لو کہ ہمیں قتل کرنے سے پہلے نماز پڑھ لینے دو اس پر وہ آمادہ ہو گئے ہم نے نماز پڑھنی شروع کی اور نماز کے اندر ہی ہم رو رہے تھے اور

مالک حقیقی سے مدد مانگ رہے تھے کہ ان ظالموں نے نماز کی حالت ہی میں بندوقوں سے گولیاں برسانی شروع کر دیں تمام ساتھی لہولہان ہو گئے ہر ساتھی کے جسم کو گولیاں چیر کر پار کر چکی تھیں اور مسجد کا صحن خون سے رنگین ہو گیا تھا امیر صاحب کے پاؤں میں سے چار گولیں پار ہو گئی تھیں اللہ کی شان خود بخود گولیاں چلنی بند ہو گئیں ہمارے ساتھیوں میں سے کچھ بے ہوش تھے اور کچھ ہوش میں تھے۔

دوسری غیبی مدد

جب ان سکھوں نے دیکھا کہ بندوق سے فائر بند ہو گئے ہیں تو وہ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم یہ کیا منتر پڑھ رہے ہو کہ ہماری بندوقیں خود بخود بند ہو گئیں ہم فائر کرنا چاہتے ہیں مگر بندوقیں نہیں چلتیں ہم نے کہا کہ ہم نہ کوئی منتر وغیرہ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی ہم منتر جانتے ہیں ہم تو اس مالک کا کلام پڑھ رہے ہیں جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے، وہی ہماری جان کا محافظ ہے موت اور زندگی اسی کے قبضہ میں ہے ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں وہی ہمارا خالق ہے، مالک ہے، یہ سن کر وہ سب کے سب چلے گئے۔

سکھوں پر اثر

ہم سب ساتھیوں نے کپڑے جلا کر اپنے زخموں کو بھرا اور تمام رات اسی حال میں گذار دی صبح دن نکلنے پر وہی سکھ آئے اور اپنے ساتھ ایک ڈاکٹر کو لائے اس نے ہمارے زخموں پر مرہم پٹی کی اور ایک بالٹی بھی لائے جس میں دودھ تھا اور ہم سب کو دودھ پلایا اور کہنے لگے کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ایک سکھ

ہماری رہبری کے لئے ہمارے ساتھ چلا جو مسلمانوں کو بلاتا، اور ہم سے ملواتا، بات کراتا، یہ سکھ پانچ دن ہمارے ساتھ رہا اور پنجابی زبان میں اس نے چھ نمبر لکھے اور یاد بھی کئے کلمہ، نماز کے متعلق ہم سے پوچھتا رہا۔

اس کے جانے کے بعد ہم اس علاقہ میں چھ دن تک کام کرتے رہے۔

ہماری گرفتاری

یہاں سے ہماری جماعت خضر آباد کی جامع مسجد میں پہنچ گئی، اس مسجد کے ایک حصہ میں حکومت نے محکمہ گھر بساؤ گٹھ مشن قائم کیا ہوا تھا، اس محکمہ والوں نے ہمارے نام لکھ لئے اور پولیس کو اطلاع دے دی ان کی رپورٹ پر پولیس آ گئی اور اس نے ہم سب کو گرفتار کر لیا اور خضر آباد سے باہر ایک بہت بڑی حویلی تھی جس کی چار دیواری تھی اور اس کے اندر ایک کنواں تھا انقلاب کے زمانے میں یہاں پر مسلمانوں کا قافلہ آ کر ٹھہرا تھا، مسلمانوں پر حملہ کر کے سب کو ختم کر دیا گیا تھا اور ان کی لاشوں کو اس حویلی کے اندر جو کنواں تھا اس میں ڈال دیا تھا چنانچہ جب ہم کو اس حویلی کے اندر بند کر کے دروازہ میں قفل لگا دیا ہم کو جب پیاس نے ستایا تو اس کنواں کے اندر پانی نکالنے کیلئے ہم نے بالٹی ڈالی تو بالٹی میں گلا، سڑا بدبودار پانی آیا۔ ہم نے بہ امر مجبوری اس سے اپنی پیاس بجھائی، چھ روز تک اسی حویلی میں ہم بھوک اور پیاس کی حالت میں پڑے رہے۔ چھ دن کے بعد پولیس والوں نے حویلی کا دروازہ کھولا تو ہم کو زندہ دیکھ کر حیران رہ گئے کیوں کہ ان کا گمان تھا کہ یہ بھوکے پیاسے مر جائیں گے اور پھر ان کو بھی اسی کنویں میں پھینک دیں گے۔ پولیس والوں نے اردگرد کے رہنے والوں سے پوچھا کہ تم میں سے کسی نے حویلی کا دروازہ تو نہیں کھولا ہے۔ دریافت

کرنے پر معلوم ہوا کہ کسی نے نہیں کھولا۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں حویلی کے اندر سے نکالا اور کہنے لگے کہ حکومت کا حکم تھا اس لئے ہم نے تم کو یہاں بند کر دیا تھا۔ ہم نے تمہارے اندر کوئی شر کی بات نہیں دیکھی لہٰذا اب تم یہاں سے پہاڑی ناہان کے علاقہ میں چلے جاؤ ہم یہاں سے علاقہ ناہان میں آ گئے۔

تیسری آزمائش

اس علاقہ میں ہم نے پندرہ دن کام کیا اور مرتدوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کیا، اس علاقہ کے مرتدوں کو ہماری باتوں سے بڑی حوصلہ افزائی ہوئی اور کافی تعداد میں مسلمان دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مگر ان میں جو منافق قسم کے لوگ تھے انہوں نے پولیس کو اطلاع دے دی کہ اس قسم کے لوگ علاقہ میں آئے ہوئے ہیں جو مرتد مسلمانوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کر رہے ہیں اس رپورٹ پر پولیس آ گئی اور ہم سب کو گرفتار کر کے دریائے جمنا کے پل مقام تاجے والا پر لے گئے راستے میں ہمیں بندوقوں کے بٹوں سے مارتے، گالیاں دیتے، جب ہم مقام تاجے والا کے پل پر پہنچ گئے تو انہوں نے ہماری تلاشی لی اور پیسے وغیرہ سب چھین لئے اور ہمارے کپڑے وغیرہ سب اتروا دئے اور ایک ایک کر کے سب کو پل پر سے دریا میں پھینکنا شروع کر دیا۔ اس وقت دریا میں زبردست طغیانی آئی ہوئی تھی کہ دریا کے کنارے پر جو یہ پانچ دیہات آباد تھے یہ پانچ گاؤں، مدّھا لیش پور، کڈھی، اروتی وغیرہ بہہ گئے تھے۔ جب ہم کو دریا میں پھینکا جاتا اور ہم جب پانی سے غوطہ کھا کر اوپر آتے تو سوائے پانی اور آسمان کے ہمیں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، ہمارے سب ساتھی بے ہوش ہو گئے۔

تیسری غیبی مدد

ہم اسی بے ہوشی کی عالم میں بہتے چلے جارہے تھے، کہ اللہ پاک کی شان دریا کے اندر ایک بہت بڑا کیکر کا درخت مع شاخوں کے پڑا ہوا تھا۔ ہم تمام ساتھی اس درخت میں جا کر الجھ گئے۔ جس وقت ہم درخت میں الجھے ہوئے تھے تو ایک آواز سنائی دی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ہائے! میرا سبحان خان رہ گیا۔ جب یہ آواز کان میں پڑی تو دیکھا کہ تمام درخت میں الجھے پڑے ہیں، اور یہ آواز ہمارے ایک ساتھی کی تھی، جو بے ہوشی کی حالت میں اپنے بیٹے کے لئے کہہ رہا تھا۔

میں نے (میاں جی سلیمان امیر جماعت) سے کہا کہ یہ وقت اہل وعیال کو یاد کرنے کا نہیں ہے بلکہ اس پاک ذات کو یاد کرنے کا ہے جس نے ہمیں اب تک ان حالات میں بچایا اور زندہ رکھا، اور اس بات کی دعا کرو کہ اللہ پاک موت دے تو ایمان پر دے اور اسلام پر قائم رکھے۔ اور اگر اس پاک ذات نے ہم سے اپنے دین کا کام لینا ہے تو اللہ پاک ہم کو اپنا ذریعہ بنا کر مشرقی پنجاب کے تمام مرتدوں کو دوبارہ اسلام کی دولت سے نواز دے گا۔ یہ ہمارا ایمان ویقین ہے، اللہ پاک ہمارے ساتھ ہے۔ جس ذات نے اب تک بچایا ہے وہ ہی ہم سے دین کا کام لے گا۔

چوتھی آزمائش اور نصرت ایزدی

اب تم درخت کا سہارا چھوڑو اور اللہ کے بھروسے پر دریا کے کنارے کی طرف چلو، یہ بات ہو رہی تھی کہ دریا کے اندر زبردست لہر آئی جو ہم کو بھی بہا کر لے گئی اور وہ درخت بھی دریا کے لہروں میں بہہ گیا۔

پھر ہمیں کسی کا کوئی پتہ نہیں چلا، اللہ پاک بہتر جانتے ہیں کہ اس ذات نے کس طرح بچایا اور ہم سب کو دریا سے نکال کر خشک زمین پر پھینک دیا۔ حالات یہ تھے جس جگہ ہم ریت میں پڑے تھے وہاں سے دریا کا رخ دو طرف کو ہو جاتا ہے، یعنی دریا کی ایک شاخ کھدّر آباد کی طرف اور دوسری بجنور کی طرف جاتی ہے۔

درمیان میں خشک ریت ہے، اس جگہ سے آگے عبداللہ پور کے مقام پر ایک پل ہے، اس پل کے نیچے لوہے کی جالیاں لگی ہوئی ہیں اور یہاں پر پولیس چوکی بھی ہے اور ایک ہسپتال بھی ہے، اگر کوئی لاش وغیرہ بہہ کر آئے تو ان جالیوں میں اٹک جائے اور اس کو نکال لیا جائے، اگر کوئی زندہ بچ جائے تو اس کو ہسپتال میں داخل کر دیا جائے چنانچہ جس پولیس نے ہمیں دریا میں پھینکا تھا اس نے عبداللہ پور کے مقام پر پولیس کو اطلاع دے دی تھی کی ہم نے بارہ مسلمانوں کو دریا بُرد کیا ہے ان کی لاشوں کو مت نکالنا بلکہ آگے دریا میں بہا دیا جائے، اللہ کی شان کہ اس نے ہمیں دریا سے نکال کر پہلے ہی ریت پر ڈال دیا تھا دریا کے کنارے مچھلی پکڑنے والے اور دھوبی کپڑے دھونے والے موجود تھے جو ہم کو دیکھ کر دور ہٹ گئے، جب سورج کی تپش سے ہمارے جسم گرم ہوئے تو ہوش آیا تو دیکھا کہ ہمارے آنکھ، کان، ناک میں مٹی بھری ہوئی تھی اور ہمارے تمام ساتھیوں کے جسم اکثر ننگے تھے ہم نے اپنی انگلیوں سے اپنے کان، ناک اور آنکھوں سے مٹی نکالی اور سب ایک جگہ اکٹھے ہو گئے، کیوں کہ ہم سب ساتھی ایک مربع زمین کے فاصلے سے جگہ جگہ پڑے ہوئے تھے۔

کپڑے پھاڑ کر ستر چھپانا

اس وقت دن کے بارہ بج چکے تھے اور جمعہ کا دن تھا ہمیں دریا میں جمعرات کو بارہ بجے پھینکا گیا تھا گویا چوبیس گھنٹے ہم پانی میں رہے اور ہمارے جسموں پر جو زخموں کے نشان تھے وہ پانی کی وجہ سے سفید ہو گئے تھے۔ اللہ پاک نے غیبی امداد فرمائی کہ ہمارے ایک ساتھی نے اپنے کپڑوں کی گھڑی کمر سے باندھ رکھی تھی خدا کی شان ان پولیس والوں نے اس ساتھی کو کپڑوں سمیت دریا میں پھینک دیا تھا اور یہ گھڑی بدستور اس کی کمر پر بندھی ہوئی تھی اس میں دو چادر، ایک کرتا اور ایک پگڑی تھی ہم سب ساتھیوں نے پھاڑ پھاڑ کر اپنے ستر ڈھانکے اور یہاں سے خضر آباد کی جامع مسجد پہنچ گئے، جمعہ کا دن تھا اس مسجد میں دیہات کے لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے یہ لوگ ہمیں دیکھ کر گھبرا گئے اور مسجد کے اندر داخل ہونے نہیں دیا کہنے لگے تم کون لوگ ہو، مگر ہم زبردستی مسجد میں داخل ہو گئے اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر ذکر واذکار میں مشغول ہو گئے، ان لوگوں نے اسی پولیس کو جس نے ہمیں تاجے والا کے مقام پر پل پر سے دریا میں پھینکا تھا اطلاع دے دی کہ اس قسم کے گیارہ آدمی ہیں اور جامع مسجد خضر آباد میں موجود ہیں، انہوں نے فوراً دو سپاہی بھیج دیئے، تاکہ مسجد کے اندر سے کسی کو باہر نکلنے نہ دیں ان دونوں سپاہیوں نے مسجد کے دروازہ پر پہرہ لگا دیا اور حکم دیا کہ مسجد کے اندر جس قدر بھی لوگ ہیں سب مسجد کے اندر رہیں اگر کوئی شخص باہر آئے گا تو ہم اس کو گولی مار دیں گے اس حکم کو وہ لوگ سن کر بہت گھبرائے اور ہمیں برا بھلا کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئے انہوں نے اپنے ساتھ ہم کو بھی مصیبت میں پھنسایا ہے، نہ معلوم اب ہمارا کیا حشر ہو گا؟

غیبی مدد

تھوڑی دیر کے بعد اور پولیس آ گئی جن میں انسپکٹر کرتار سنگھ، سب انسپکٹر کرم سنگھ، درگا پرشاد، جیسالال، اور سمیر سنگھ وغیرہ تھے انہوں نے مسجد کے اندر داخل ہو کر تمام مجمع کو اکٹھا کرلیا ان میں ہم بھی شامل تھے انسپکٹر کرتار سنگھ نے سب کے سامنے تمام حالات بیان کئے کہ جس طرح ہم کو دریا میں ڈالا تھا، کہنے لگے کہ ہم نے ان کے ساتھ بڑے ظلم کئے تھے۔ ان سب کو ننگا کر کے دریا میں ڈالا تھا کہ یہ ختم ہو جائیں اور دریا میں ڈوب کر مر جائیں، عجیب ماجرا ہے کیسے بچ گئے معلوم ہوتا ہے ان کے ساتھ کوئی زبردست طاقت ہے جو ان کو ہر جگہ اور ہر حال میں بچا رہی ہے۔

آج ہم بھی اسی غیبی طاقت پر جو ان کی محافظ اور نگہبان ہے ایمان لاتے ہیں اور اسلام میں داخل ہوتے ہیں انہوں نے ہم سے کہا کہ اب تم ہم کو اسلام میں داخل کرلو ہم نے اس مذہب کے اندر کھلی غیبی مدد دیکھ لی ہے ہم نے ان سے کہا ہم تو سب ان پڑھ ہیں ہم خود دین کو سیکھنے کے لئے نکلے ہیں اس مجمع کے اندر عالم اور دین دار لوگ موجود ہیں جن میں پانی پت کے امام مسجد اور علاقہ کے ذمہ دار محمد تقی صاحب تھے انہوں نے ان کو غسل دلا کر کلمہ پڑھایا اور پورے طریقے سے دین اسلام میں داخل کرلیا انہوں نے ہم سے کہا اب تم بالکل آزاد ہو تم پر آج سے کوئی پابندی نہیں ہے۔

نصرت خداوندی کا نظارہ

ہماری آزادی اور سکھوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے ہمارے

لئے کپڑے منگائے اور دودھ، مٹھائی اور کھانا وغیرہ خوب کھلایا۔ جس وقت ہم کھانے پر بیٹھے اس وقت چھ بج چکے تھے گویا تیس گھنٹے کے بعد اللہ پاک نے ہمیں کھانا کھلایا اور اپنی قدرت سے یہ تیس گھنٹے کا عرصہ اپنی حفاظت میں رکھ کر پورا فرمادیا اور ہمارا یہ عشرہ بڑے اعزاز واکرام سے گزرا۔ دور دراز سے مسلم اور غیر مسلم ہماری زیارت کو آتے تھے اور دعائیں کراتے تھے بہت سے مرتد خود بخود دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

نظام الدین واپسی

یہاں سے ہم نے اپنی کارگزاری تبلیغی مرکز کو روانہ کی حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے میاں جی دین محمد مرچونی صاحب کو رقم وغیرہ دے کر ہمارے پاس بھیجا اور فرمایا کہ میاں جی کے ہمراہ واپس نظام الدین آجائیں۔ چنانچہ ساڑھے پانچ ماہ کا کم وبیش عرصہ گزار کر ہم میاں جی کہ ہمراہ مرکز نظام الدین حضرت مولانا یوسفؒ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت جیؒ نے تفصیل سے ہماری کارگزاری سنی اور خوب دعائیں دیں۔ (ایک تبلیغی جماعت کی کارگزاری)

میرے ایک تبلیغی دوست کا واقعہ

حافظ غلام سرور میرا دوست ہے جو تبلیغی جماعت میں وقت لگاتا رہتا ہے کہنے لگا میں نے نئی شادی کی میرا گھر شہر کے قریب ہے ایک بوڑھی اماں اور ایک چھوٹی بہن گھر میں ہیں، گھر سے تبلیغ کی نیت سے نکلا تو کہا: **اللھم انت خلیفتی فی اھلی ورفیقی فی سفری** اے اللہ! میرے گھر کا وارث بھی تو، میرے سفر کا ساتھی بھی تو، میرے ساتھ بھی تو۔

یہ دعا آپ ﷺ نے سکھائی ہے کہنے لگا میں نے آیت الکرسی پڑھی اور یا اللہ! یہ اب تیرے حوالے نوجوان بیوی تیرے حوالے میری عزت بھی تیرے ہاتھ میں **وتعز من تشاء وتذل من تشاء** ''اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے''۔ دعا کر کے چلا گیا۔

کئی دنوں کے بعد ایک غنڈہ جو بڑا مشہور تھا وہ رات کو مسلح ہو کر آیا اس نے کہا کہ بڑھیا کا گلا گھونٹ دوں گا لڑکی نوجوان ہے اس کو اغوا کروں گا۔

اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ کوئی اور قوت بھی موجود ہے ''**فاللہ خیر حافظا**'' بھی موجود ہے۔ میرے مصطفیٰ کو بچانے والا کون؟ (اللہ) ہماری حفاظت کرنے والا کون؟ (اللہ) ہماری نگرانی کرنے والا کون؟ (اللہ) اس غنڈے نے منصوبہ بنایا کہ اندر جا کر بوڑھی کے منہ میں کپڑا ٹھونسوں گا۔ ابھی دیوار ہی پھلانگی کی دونوں گھٹنوں سے ٹانگیں ٹوٹ گئیں اتنا چیخا ہائے ہائے۔

لوگ اکٹھے ہوئے تو دیکھا کہ شہر کا غنڈہ ہے جو بہت بڑا بہادر تھا۔ لوگوں نے دیکھ کر پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگے دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں ہیں اور یہ سمجھ لو کہ میری چھلانگ سے نہیں ٹوٹی ہیں، یہ خدائے قہار کے عذاب سے ٹوٹی ہیں۔

اللہ نے توڑ دیں ہیں مجھے لے جاؤ میں برے ارادے سے آیا تھا میں سمجھ گیا ہوں کہ جن کو خدا بچائے اس کی بے عزتی کوئی نہیں کر سکتا۔ ہسپتال میں لے گئے کوشش کی پلستر چڑھائے لیکن اب تک ٹانگیں صحیح نہیں ہوئیں جوانی گئی سب کچھ گیا اور اس طرح ٹوٹ گئیں کہ جڑ نہ سکیں۔ (سبق آموز کارگزاریاں)

جماعت میں جانیوالے کے گھر کی حفاظت کیسے ہوئی

ایک بزرگ نے اپنی ایمان افروز کارگزاری سنائی کہ میں نے چلہ میں جانے کا ارادہ کیا، گھر میں کوئی آدمی بھی نہیں تھا جو گھر کی دیکھ بھال کرسکتا، میں نے اپنے بیوی بچوں کو اللہ کے سپرد کیا اور اپنے دوست سے بات کی کہ گھر کے لئے سودا سلف لا دیا کرنا۔ اس نے حامی بھر لی لہٰذا میں پہلی فرصت میں رائے ونڈ آیا اور تشکیل کروالی۔ اللہ پاک نے خیر وعافیت سے وقت پورا کرادیا۔

میں گھر آیا اور تھوڑی دیر بعد دوست سے ملنے گیا وہ کچھ الجھا الجھا سا تھا تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھا پھر گھر واپس آ گیا۔ اگلے دن پھر اس سے ملاقات ہوئی تو وہ مجھ سے کہنے لگا تم چوکیدار رکھ کر گئے اور مجھے اطلاع بھی نہ کی۔ میں نے کہا میں تو کوئی چوکیدار نہیں رکھ کر گیا۔ وہ کچھ پریشان سا ہوگیا میں نے کہا کیا بات ہے؟ تم کچھ پریشان سے ہوگئے ہو؟ تو وہ مجھے ٹال گیا میں نے تھوڑا سا اصرار کیا تو وہ کہنے لگا مجھے اپنے کیے پر شرم آتی ہے کس منہ سے بات کروں۔ میں نے کہا کیا بات ہوئی تم بتاؤ تو سہی؟ ہچکچاتے ہوئے کہنے لگا تمہارے جانے کے بعد میری نیت خراب ہوگئی اور میں چوری کے ارادے سے تمہارے گھر گیا دروازے کے سوراخ میں سے دیکھا کہ کوئی جاگ تو نہیں رہا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ دروازے کے ساتھ ہی کرسی پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا ہے اور اس کے کندھے سے گن لٹکی ہوئی ہے وہ دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا میں واپس آ گیا۔

تھوڑے دن کے بعد میں پھر گیا تو پھر وہی ماجرا تمہارے آنے تک میں اسی طرح جاتا رہا وہ نوجوان اسی طرح بیٹھا ہوتا اور دروازے کی طرف دیکھ رہا ہوتا، تم

کہتے ہو کہ میں نے کوئی چوکیدار نہیں رکھا۔ میں نے اس سے کہا کہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جو آدمی اللہ کے راستے میں جاتا ہے تو اللہ اپنے فرشتوں کو اس بندہ کے گھر کی حفاظت پر مامور فرما دیتا ہے، میں جاتے ہوئے اپنے بیوی بچوں کو اللہ کی حفاظت میں دے کر گیا تھا۔ اللہ پاک نے میرے گھر کی حفاظت کی۔ (سبق آموز کارگزاریاں)

☆☆☆

ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں تبلیغی جماعت کے اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال

جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کی طرف تبلیغی جماعت نے دعوت نامہ بھیجا اور بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں منعقد ہونے والے بہت بڑے اجتماع میں شریک ہونے کی استدعاء کی تو جامعہ نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور مجھے (محمد امان بن علی جامی) حدیث کے کالج سے اور عبدالکریم مردا کو شریعت کے کالج سے اجتماع میں شرکت کے لئے روانہ کیا تو ہم بروز سوموار بتاریخ ۱۳۹۹/۲/۱۰ھ صبح کے وقت مدینہ منورہ کے ائیر پورٹ سے براستہ جدہ کراچی کے لئے روانہ ہوئے، ساڑھے چھ بجے جدہ کے ہوائی اڈے پر پہنچے فوراً ہی جدہ میں جامعہ کے مکتب کے سربراہ مسفر زہرانی کے توسط سے پاکستانی ائیر لائنز میں پہنچ گئے کیونکہ پاکستان ائیر لائنز میں ریزرویشن ہو چکی تھی۔ ائیر پورٹ کی کاروائی دس منٹ سے بھی پہلے مکمل ہوگئی پھر ہم مسافروں کے کمرہ میں داخل ہوئے تاکہ سفر کے لئے تیار ہو جائیں لیکن ہمارے داخلے کے وقت ایک گھنٹہ بعد ہمیں یہ اندوہناک خبر سنائی گئی کہ سفر غیر معینہ وقت کے لئے موخر رہے گا کیونکہ بقول ان کے طیارہ میں فنی خرابی ہوگئی ہے۔

ہم اس غیر معینہ وقت کا انتظار کرتے رہے کمپنی نے وقت مقرر کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا یا وقت مقرر کرنا ان کے بس میں نہیں تھا جب نماز ظہر کا وقت آ گیا تو ہم نے ہوائی اڈے پر نماز ادا کی اس لئے کہ وہاں سے باہر جانا ممنوع تھا پھر ہمیں دن کے کھانے کے لئے بلایا گیا جس سے ہمیں پختہ یقین ہوگا کہ روانگی میں مزید تاخیر ہوگی۔

اسی طرح منگل کی رات کو عشاء کی نماز کے بعد تک ہم انتظار کرتے رہے پھر بالآخر وقت کا اعلان کیا گیا کہ روانگی گیارہ بجے رات کو ہوگی جبکہ عملاً ہماری روانگی آدھی رات کے بعد ہوئی، کراچی کی طرف ہمارا سفر شروع ہوا تو ہم نیند میں خراٹے لینے لگے کیونکہ ہمیں جدہ میں طویل تھکاوٹ کے بعد آرام کرنا نصیب ہوا اور ہم اس وقت جاگے جب اعلان ہوا کہ ہم کراچی کے ہوائی اڈے کے قریب پہنچ چکے ہیں، ہم نے اللہ تعالی کی حمد کی کہ اس نے ہمیں سلامتی کے ساتھ پہنچا دیا پھر نماز صبح سے ذرا پہلے کراچی شہر میں داخل ہوئے اور نماز صبح ایک ہوٹل میں اپنی قیام گاہ پر ادا کی اور کافی وقت آرام کرنے کے بعد ہم نے مشورہ کیا کہ آیا ڈھاکہ جائیں اور لاہور بعد میں موجودہ صورتحال میں ہم نے یہی طے کیا کہ لاہور بعد میں جائیں اور پہلے ڈھاکہ جائیں تاکہ اجتماع کی شرکت جو ہمارا اولین مقصد ہے اس میں کسی وجہ سے تاخیر واقع نہ ہو۔

ہم نے بدھ کا دن بتاریخ ۱۳۹۹/۲/۱۲ھ ٹکٹ گھر میں گذارا تاکہ جمعرات کے دن کی ٹکٹیں لے کر ڈھاکہ روانہ ہو جائیں لیکن ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا سفر جمعہ سے پہلے نہیں ہوسکتا تو ہم نے جمعہ کے طیارے کی سیٹیں ریزرو کرائیں اور اللہ تعالی کے حکم سے ہم نے اس میں عصر کی نماز کے بعد سفر شروع کیا اور ہم رات کے آخری حصہ میں ڈھاکہ کے ہوائی اڈے پر پہنچے۔

ہمارے اور بیرون سے آنے والے تمام شرکاء اجتماع کے استقبال کے لئے ایک رابطہ جماعت ہوائی اڈے پر موجود تھی ان کے ہمراہ سوڈان اور پاکستان کے وہ ساتھی بھی تھے جن کے ساتھ ہماری پہلے سے جان پہچان تھی۔ ان حضرات نے ہوائی اڈے کی تمام تر کارروائیاں انجام دیں۔ اجتماع کے شرکاء کے لئے خاص رعایت تھی کہ ان کی تلاشی نہیں لی جاتی تھی اور ان کے بیگ تک نہیں کھولے جاتے تھے جبکہ

دوسرے لوگوں کی خوب تلاشی کی جاتی تھی۔ پھر انہوں نے ہمیں ہوائی اڈے کے قریب ایک مسجد میں پہنچایا تا کہ مہمانوں کو تقسیم کیا جائے اور یہاں سے ان کی قیام گاہوں میں پہنچایا جائے جو کہ اجتماع کے مقام کے قرب وجوار میں تیار کئے گئے تھے فجر کی نماز سے پہلے ہماری تقسیم پوری ہوگئی بلکہ ہم نے صبح کی اذان سے پہلے تھوڑی سی نیند بھی کر لی۔ پھر اذان ہوئی اور ہم نے قریب والی مسجد میں نماز ادا کی۔ وہ مسجد ایک بہت بڑا ہال تھا جو ایک میدان میں قائم ہے اور اندازہ ہے کہ وہ ڈیڑھ کیلومیٹر لمبی ایک کلومیٹر چوڑی ہوگی تا کہ اس میں دس لاکھ آدمی سما سکیں اور نمازیں پڑھ سکیں۔

(مقام اجتماع کی سیٹنگ وبناوٹ) یہ باریک بناوٹ اور عجیب تیاری کیسے مکمل ہوئی تو اس کی تفصیل آدمی کو حیران کر دیتی ہے کیونکہ (عارضی) مسجد اور بیرونی مہمانوں کی قیام گاہیں ہلکے پھلکے میٹریل سے تیار کی گئیں ہیں جس سے کام لے کر بعد میں یہ میٹریل مالکان کو ان کی دکانوں کی طرف واپس کر دیا جائے گا اور وہ استعمال شدہ میٹریل قابل فروخت اور قابل استعمال رہتا ہے۔

ان میں میخیں استعمال نہیں کی گئیں تا کہ سامان سے کوئی شئے تلف نہ ہو جائے چونکہ تاجروں اور کارخانہ داروں نے یہ سامان عاریتاً دیا ہے اس لئے خود اس کی بناوٹ سجاوٹ کرتے ہیں اور جب اجتماع ختم ہوگا، بآسانی اسی طرح اس کا اکھاڑنا بھی سہل ہوگا۔ اسلامی ماحول میں راہ راست پر لانے والی خشوع اور اطمینان دلانے والی اپنی طرز کی ایک عجیب (عارضی) مسجد ہے نماز سے فراغت کے بعد لوگ وہاں علم کے حلقے قائم کر لیتے، جس سے دور اوّل کی مسجدوں ک یاد تازہ ہوگئی جو نماز اور عبادت کے لئے ہوتی تھیں نہ ان میں فخر ونمود ہوتا تھا اور نہ ہی وہ آراستہ وپیراستہ ہوتی تھی۔ واللہ المستعان۔

ناشتہ کے بعد بیانات کا سلسلہ شروع ہوا اور سنیچر کے دن چاشت کے وقت بتاریخ ۱۳۹۹/۲/۱۵ھ ہم عربوں کے لئے ایک خصوصی بیان میں حاضر ہوئے جو مولانا محمد عمر پالن پوریؒ نے عربی زبان میں فرمایا، یہ بیان بڑا مضبوط اور فائدہ مند تھا اور انہوں نے اپنے اس بیان میں تبلیغی جماعت اور اس کے طریقہ دعوت پر وارد ہونے والے بہت سے شبہات کا جواب دیا اور اللہ تعالی کے راستے میں نکلنے کا مقصد بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوت دینے والوں اور جن کو دعوت دی گئی ہے ان کے ماحول کو تبدیل کیا جائے اس لئے کہ جو لوگ بھی نکلتے ہیں وہ سب کے سب داعی نہیں ہوتے بلکہ اکثر وہ ہوتے ہیں جن کی اصلاح اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنا اور اس کی ترغیب دینا مقصود ہوتا ہے اور وہ امور دین جن سے وہ ناواقف ہیں ان کی ان کو تعلیم دینا مقصود ہوتی ہے۔ اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ یہ چیزیں اس وقت تک حاصل نہیں ہوتیں جب تک انسان اپنی دنیوی زندگی کا روبار کو چھوڑ کر گھر سے نہ نکلے اور ایک نیک صالح ماحول میں نہ آجائے۔

اس بیان کے بعد عرب حضرات کے لئے اعلان کیا گیا وہ جلسہ عام کے بیان میں حاضر ہوں جو کہ نماز ظہر کے بعد ہوگا۔ ہم سے درخواست کی گئی کہ کوئی صاحب یہ عام خطاب فرمائیں ہم نے بخوشی ان کے مطالبہ کو قبول کیا۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد میں نے یہ بیان کیا اور فوراً ساتھ ساتھ اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اصل بیان عربی میں ہوا، پھر اعلان کیا گیا کہ بروز اتوار بتاریخ ۱۳۹۹/۲/۱۶ھ جناب عبدالکریم مراد کا بیان بعد نماز ظہر ہوگا اور ہم ہر نماز کے بعد والے بیان میں حاضر ہوتے تھے جس کا اردو سے عربی میں ترجمہ کیا جاتا تھا۔ شیخ عبدالکریم مراد نے وقت مقررہ پر اپنا بیان کیا۔ ان کا بیان توحید عبادت کے متعلق اور انہوں نے لوگوں کو صالحین کی

محبت میں غلو کرنے سے روکا اور قبروں پر عمارتیں بنانے سے بھی ڈرایا۔

اجتماع مذکورہ کا مقام دارالحکومت (ڈھاکہ) سے تقریباً سات کلومیٹر دور تھا اور اتنا دور اس لئے رکھا گیا تا کہ لوگوں کو سکون بھی میسر ہو اور ایک جگہ رہ کر پابندی سے مسجد میں نماز باجماعت پڑھیں اور مدت اجتماع کے دوران مسجد میں ہی رہیں، ہم جیسے لوگ جو تاخیر سے اجتماع میں پہنچے تو ہمارا ڈھاکہ جانا ممکن ہی نہ ہوا، نہ اجتماع سے پہلے نہ بعد۔ پیر کا دن جماعت کو ہدایات دینے اور جماعتوں کو رخصت کرنے کا دن تھا۔ وہ دن خوشی اور رونے کے ملے جلے جذبات کا دن تھا۔ ان کا خوش ہونا اور رونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس قوم کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کیلئے ایک دوسرے سے محبت بھری ہوئی ہے یہ لوگ اللہ کی محبت میں فنا ہو چکے ہیں۔ دعوت والے کام کے لئے کیسے ہر کام کو چھوڑ دیتے ہیں اور بندوں کے قلوب اللہ تعالیٰ وحدہ کی ذات کے ساتھ جوڑتے ہیں اور اس کے ماسوا پر ان کی کوئی توجہ اور التفات نہیں ہے۔ یہ خلاصہ ہے ان لوگوں کے بیانات کا ان کی باتوں کا۔ ان کے کاموں کا اور ان کے زہد کا جو کہ دیکھ کر اور سن کر حاصل کیا گیا ہے برخلاف اس شخص کے جو ان کا ذکر کرتا ہے اور ان کو صحیح طرح پہچانا نہیں یا کسی غرض فاسد کی وجہ سے جان بوجھ کر جماعت کی حقیقت سے جاہل بنتا ہے۔

اس جماعت میں ایک قابل ذکر چیز یہ بھی ہے کہ اس جماعت کی دلچسپی ایسی چیزوں سے ہے جس سے دوسری جماعتیں دلچسپی نہیں رکھتیں وہ یہ ہے کہ یہ جماعت والے بغرض اصلاح جن لوگوں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں ان کی باتوں پر صبر کرتے ہیں ان کی احسن طریقہ سے تربیت کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کی فکر کرتے ہیں۔ ان کا صبر و فکر ایسا ہوتا ہے جیسے ایک مہربان ماں اپنے پیارے بچے کی خاطر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ مختلف قسم کے لوگوں کو ہدایت دی ہے جن میں سب سے مقدم

وہ نوجوان ہیں جن کو ہم تعلیم حاصل کرنے کے لئے یوروپ اور امریکہ بھیج دیتے ہیں اور پھر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور ان کی دیکھ بھال اور تربیت کی کوئی پرواہ نہیں۔ ایسے بہت سے لوگوں کو ہدایت کے لئے اللہ تعالی نے اس جماعت کو مقرر فرمایا ہے حالانکہ یہ نوجوان اپنے اس بے دین معاشرہ سے متاثر ہوکر دین اسلام سے نکل چکے تھے۔ میرے پاس اس کے کئی مشاہدات اور واقعات ہیں سب کو لکھنے سے بات لمبی ہوجائے گی صرف ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔

ریاض کا رہنے والا ایک شخص ڈھاکہ کے اجتماع میں امریکہ کے چند نوجوانوں کی جماعت کے ساتھ آیا۔ اللہ تعالی نے اس کو اس جماعت کے ذریعہ سے جاہلیت کے گڑھے سے نکال دیا تھا۔ اس نوجوان نے میرے سامنے عمرہ کرنے کی رغبت ظاہر کی شاید عمرہ کی برکت سے اس کے گناہ معاف ہوجائیں اور جاہلیت کی چیزیں دور ہو جائیں۔ میں نے اس کو اس پر شاباشی دی اور میں نے اس کو توبہ کی فضیلت بتائی اور یہ کہ توبہ عمرہ سے پہلے واجب ہے اس نے ندامت بھرے انداز میں کہا، اے بھائی محمد! میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ عمرہ کس طرح کیا جاتا ہے اور جب میں مکہ پہنچوں تو میں کہاں سے کروں اور کیا کروں؟ اس لئے کہ امریکہ جانے سے پہلے ثانوی درجہ میں جو کچھ میں نے پڑھا تھا اس کو بھول چکا ہوں اور ہر چیز کو ضائع کر چکا ہوں۔

تو میں نے اس سے کہا کہ ادھر آؤ ہم لوگوں سے دور جا کر بیٹھیں تا کہ میں تمہارے سامنے عمرہ کے اعمال کی پوری تشریح کروں۔ اس نے کہا کیا آپ مہربانی فرما کر مجھے کیسٹ بھر دیں گے؟ میں نے کہا اگر تمہارے پاس ٹیپ رکارڈ اور کیسٹ ہے تو کوئی امر مانع نہیں ہے تو وہ ٹیپ لایا پھر میں نے اعمال عمرہ کی کیسٹ اس کو بھر دی پھر مطالبہ کیا کہ حج کے اعمال کی بھی کیسٹ بھر دیں۔

تو میں نے بالاختصار وہ بھی کیسٹ بھر دی اور میں نے اس کو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی زیارت کی بھی ترغیب دی اور جامعہ اسلامیہ آنے کی بھی ترغیب دی تا کہ جامعہ سے اس کو دینی کتب اور مفید رسائل مل سکیں۔

اس واقعہ کا اور اس سے پہلے والی باتوں کا حاصل جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اس جماعت کی اور کامیابیاں بھی ہیں جن کا ذکر طویل ہے یہ سب کچھ دیگر جماعتوں کو جو عالم اسلام وغیرہ میں دعوت الی اللہ کا کام کر رہی ہیں میسر نہیں ہیں اور یہ کامیابیاں ایسی واضح ہیں کہ ہاتھ سے ٹٹولی جاسکتی ہیں۔

اور کوئی شخص دشمن ہو یا دوست ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ اس میں راز یہ ہے کہ اس جماعت نے دعوت الی اللہ اور اصلاح خلق کے کام کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا ہے۔ خدانخواستہ ایسا نہیں ہے کہ ان لوگوں نے دعوت والے کام کو بائیں ہاتھ میں لیا ہو اور دعوت کے نام پر عیش وعشرت کو دائیں ہاتھ میں لیا ہو بلکہ اس جماعت نے دعوت والے کام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھاما ہوا ہے پھر یہ لوگ مدح اور تعریف کے لالچ سے بہت دور ہیں بلکہ ان کے ہاں مدح اور ذم برابر ہیں حتی کے دنیا کی زندگی کی ان کے ہاں کچھ قیمت نہیں۔

میں اس اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں کیوں کہ معاملہ بالکل واضح ہے اور اس لئے بھی کہ اس قوم کی دعوت کے اثرات بھی واضح ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اور فیصلہ کرنے والے حضرات ان کے کام کے اثرات اور ان کی کامیابیوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرسکتے ہیں۔

اس اجتماع کے ماحول میں ہم نے تین دن گزارے پھر چوتھے دن بروز منگل ظہر کی نماز کے بعد ہم کراچی واپس آئے۔ ۱۳۹۹/۲/۲۳ھ بروز اتوار جدہ جانے والے

طیارہ کے ذریعہ واپس ہوئے اور اس طرح یہ سفر پورا ہوا جو انشاءاللہ بابرکت ہوگا۔

مشاہدات

ا: تبلیغی جماعت کا یہ نام کوئی باقاعدہ رسمی نہیں یعنی بطور پہچان اور امتیاز کے خود تجویز نہیں کیا گیا بلکہ لوگوں نے ان کی دعوت اور تبلیغ وتذکیر والے کام کو دیکھ کر ان کا یہ نام رکھ دیا ہے۔

۲: دعوت، نظم اور بار بار کے اجتماعات کے تجربات نے ان کے اندر ایسی لطیف ترتیب اور نظم ونسق کی صلاحیت پیدا کر دی ہے کہ یہ لوگ بلا تکلف یا بغیر تکان کے اپنے کاموں کو احسن طریقہ سے سرانجام دیتے ہیں۔

۳: بڑے بڑے اجتماعات کو منعقد کرنے اور ان کی ترتیب ونظم بنانے کی ان کے اندر بڑی اچھی استعداد ہے اگر کوئی اور ایسا اجتماع منعقد کرے تو ان کو بڑی مشقت اٹھانی پڑے اور طویل وقت درکار ہو اور بڑی رقم خرچ ہو لیکن ان لوگوں کا اس پر کوئی خاص زائد خرچ نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ دور سے آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ جماعت کے تمام افراد اپنے آپ کو اجتماع کے کاموں کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

اور ہر ایک فرد اپنے کام پر جو اس کو سونپ دیا جاتا ہے خود بخود انجام دیتا ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق سب کچھ حاضر کر دیتا ہے پھر خود کام کرتا ہے اور جماعت کے ہر فرد کا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ وہ خادم بن کر رہے نہ کہ مخدوم اور دوسرے بھائیوں کو نفع پہنچائے، اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ بہت اونچا عمل ہے۔

جماعت اور اس کے انجام دیئے ہوئے کاموں کی زبردست خوبیاں اور ظاہر کامیابیاں ہیں جن میں سے بعض کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور جنہیں دوست اور دشمن

سب برابر تسلیم کرتے ہیں، ان سب کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم درج ذیل تجاویز پیش کریں۔

۱: افادہ اور استفادہ کیلئے جماعت کے ساتھ عملی اور پرخلوص تعاون کیا جائے۔

۲: ہم تجویز پیش کرتے ہیں کہ جماعت کی یہ تحریک ہمارے طلبہ میں بھی ہونی چاہئے تا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور ان کو فائدہ پہنچائیں۔ اور ہمارے طلبہ اس تحریک اور مبارک دعوت کے بنسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ ضرورت مند ہیں۔

۳: یہ کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اس جماعت کے اجتماعات میں بکثرت شرکت کرے۔ مدرسین اور طلبہ سب کو نمائندگی کرنی چاہئے۔

ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کو خالص اپنی کریم ذات کے لئے بنائے ریاکاری اور شہرت سے دور رکھے۔ بے شک وہ سب سے اعلی ذات ہے جس سے سوال کیا جاسکتا ہے۔

و صلی اللہ علیہ وسلم وبارک علی افضل رسلہ محمد وآلہ واصحابہ

محمد امان بن علی الجامی

سربراہ کالج حدیث ودراسات اسلامیہ

۱۳۹۹/۳/۱۰ (تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب)

تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع رائیونڈ کے متعلق الدعوہ والارشاد کے مندوب کی رپورٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! مورخہ یکم ربیع الاول 1407ھ کو میری چھٹی شروع ہوئی اور میں نے 3 ربیع الاول 1407ھ میں مختلف جماعتوں کے علماء اور طلباء کے ہمراہ پاکستان کا سفر کیا یہ علماء اور طلبہ، الجامعہ الاسلامیہ، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ اور جامعہ الملک سعود وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے ہم نے وہاں نہایت عجیب چیزیں دیکھیں۔ جب ہم لاہور کے ہوائی اڈے پر اترے تو نیک صالح نوجوانوں کی ایک جماعت نے ہمارا استقبال کیا جن کے چہروں اور ڈاڑھیوں سے علم وایمان کا نور چمکتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ہم ہوائی اڈے کی مسجد میں گئے وہاں سنت ادا کی پھر ہم ایک حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ ہم مختلف علاقوں کے باشندے تھے، پھر ان میں سے ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور بڑے عجیب انداز سے بیان کیا جو قلب کے اندر جاگزیں ہو گیا۔ پھر بسیں آ گئیں اور ہمیں رائیونڈ کے مقام اجتماع پہنچا دیا رائیونڈ کا یہ حسین وجمیل اجتماع ایسا تھا جس کے سبب سے دلوں میں خشوع پیدا ہوا اور آنکھوں سے خوف وسرور کے آنسو جاری ہوئے۔

یہ اجتماع اہل جنت کے اجتماع کے مشابہ تھا وہاں نہ چیخ وپکار تھی نہ تھکاوٹ، نہ بدنظمی تھی نہ لغویات، اور نہ کذب بیانی، ماحول صاف ستھرا تھا، نہ بدبو نہ میل کچیل، یہ اجتماع بڑی سنجیدہ ترتیب کے ساتھ مرتب تھا، نہ ٹریفک نہ پولیس نہ رضا کار نہ پہرے

دار، حالانکہ مجمع لاکھوں سے زیادہ تھا زندگی معمول وفطرت کے مطابق چل رہی تھی اور اس فطری زندگی کو ذکر اللہ، علم، بیانات، درس وتعلیم اور ذکر کے حلقوں نے دن رات گھیرا ہوا تھا۔ اللہ کی قسم یقیناً وہ اجتماع ایسا تھا جس سے مردہ قلوب زندہ ہوتے تھے اور ایمان بڑھتا اور چمکتا تھا۔ تو کیسا حسین وجمیل تھا وہ اجتماع اور کیسی شان وشوکت اور آب وتاب والا تھا وہ منظر جس کے دیکھنے سے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی زندگیوں کی منہ بولتی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی تھی۔ وہاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے کی عملی ترتیب دی جاتی تھی تو کیا ہی عجیب ہے وہ پاکیزہ اور نیک بخت زندگی۔ کئی بار میرے دل میں یہ تمنا اٹھی کہ یہ اجتماع مملکت سعودی عربیہ میں ہوتا کیونکہ جب سے ملک عبدالعزیز (غفر اللہ لہ) کا روشن دور شروع ہوا اور وہ خیر اور اچھے کاموں کے لائق ہے اور ہر نیکی میں دوسروں سے سبقت لے جانے والا ہے۔

اس اجتماع کے افراد مختلف ممالک سے آئے ہوئے تھے لیکن سب کی صورت، طبیعت، بات اور مقصد ایک تھا گویا کہ وہ ایک ہی شخص کی اولاد ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دل پیدا فرما کر ان سب میں تقسیم کر دیا ان کا سوائے اس کے اور کوئی مقصد ومطلب نہیں کہ دین کے کاموں کی پوری پوری پابندی کی جائے۔ نوجوان مسلمانوں کی اصلاح کی جائے اور غیر مسلموں کو اللہ کے راستے میں لایا جائے۔ نامعلوم افواہیں پھیلانے والے لوگ کس طرح ان صالحین پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتے ہیں حالانکہ شیخ عبدالمجید زندانی نے اس جماعت کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ لوگ آسمانی مخلوق ہیں جو زمین پر چلتے ہیں پھر کون لوگ ہیں جو ایسے لوگوں کی برائی کرنے پر جرأت کرتا ہے اور ایسی چیزوں کی الزام تراشی کرتا ہے جو ان میں نہیں پائی جاتیں۔ میرے خیال میں جو مقصد سعودی عرب کا ہے وہی مقصد

تبلیغی جماعت کا ہے اور وہ پوری دنیا میں امن وامان کو پھیلانا ہے تو اس جماعت کی کون سی چیز قابل اعتراض ہے؟

عشاء کے بعد جب بیانات کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اگر تم اپنی نگاہ کو دائیں بائیں گھماؤ تو علمی مجالس کو دیکھو گے۔ جہاں بھی چاہو دلچسپ معلومات پاؤ گے اور جس حلقے میں بھی تم بیٹھو گے لازماً کوئی نہ کوئی فائدہ حاصل کر کے باہر آؤ گے۔ جب لوگ گہری نیند سو جاتے ہیں تو تم ان کو دیکھو گے کہ ستون کی طرح نیند سے پہلے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوں گے اور جب رات کا آخری حصہ شروع ہوتا ہے تو رب کے حضور ان کے رونے اور گڑگڑانے کی آواز کو یوں محسوس کرو گے کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہے اور تم دیکھو گے کہ وہ اللہ کے حضور بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ یوں دست بدعا ہوتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے اور پوری امت کے گناہوں کو معاف فرما، ہم کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو آگ کے عذاب سے نجات عطا فرما۔ تمام لوگوں کو سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔

القصہ یہ اجتماع اس قابل ہے کہ ہر عالم، ہر طالب علم بلکہ ہر مسلمان جو اللہ سے ڈرتا ہے اور آخرت کی امید رکھتا ہے اس میں حاضر ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کام کے کرنے والوں کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ ان کو اس پر ثابت قدم رکھے اور ان کی نصرت فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے ذریعے نفع پہنچائے۔ یقیناً وہ سننے والا قبول کرنیوالا ہے۔

جو لوگ خدمت پر مامور تھے وہ سب حافظ قرآن تھے، آٹا پیسنے والا بسم اللہ بول کر آٹا پیستا ہے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھتا رہتا ہے اور گوندھنے والا بسم اللہ سے کام شروع کرتا ہے اور سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کا ورد کرتا رہتا ہے، روٹی پکانے والا بسم اللہ پڑھ کر روٹی پکانا شروع کرتا ہے۔ پھر تسبیح وتحمید اور تکبیر کا ورد کرتے رہتے

ہیں ہم نے ان کو ذکر کرتے دیکھا اور سنا حالانکہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے۔ بس پاک و بے عیب ہے وہ ذات جس نے ان کی بصیرت کو کھول دیا، ان کو اپنے ذکر کی توفیق بخشی، ان کو سیدھی اور صحیح راہ دکھادی جس کی ہر مسلمان تمنا کرتا ہے اے شیخ مکرم! حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھے گا تجربے اور طول صحبت کے سبب سے لازماً وہ بہت بڑا داعی الی اللہ بن جائے گا۔

کاش کہ میں جامعہ میں زیر تعلیم تھا اس وقت اس جماعت کو پہچانتا اور اس کام میں لگ جاتا تو میں آج دعوت و تبلیغ اور تمام علوم کا علامہ ہوتا! واللہ میں اسی کو دین سمجھتا ہوں۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا جس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا، کاش کہ آپ کی ماتحتی میں کام کرنے والے تمام داعی اس اجتماع میں شریک ہوتے اور ان کے ہمراہ اللہ کے راستے میں نکلتے تا کہ اخلاص، دعوت کا طریقہ اور صحابہ و تابعین والے اخلاق سیکھتے، آخر میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ ہم کو حق سمجھنے، اس کی اتباع کرنے کی توفیق بخشے، اچھے کاموں کا جذبہ ہمارے اندر پیدا فرمائے، اخلاص و عمل کی توفیق عطا کرے۔ ہمیں نفسوں کی شر سے محفوظ رکھے اپنی دین کو عزت دے۔ اپنے کلمے کو بلند کرے۔ دین اسلام کے ذریعے ہماری حکومت کو استحکام بخشے اور اس کے ذریعے اسلام کو سر بلند کرے۔ بے شک وہ اس کا مالک ہے اور اس پر قادر ہے۔

تحریر کنندہ

آپ کا روحانی بیٹا، صالح بن علی الشویمان مندوب

الدعوۃ والارشاد علاقہ عنیزہ

(تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب ص: ۱۰۷-۱۱۱)

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کی طرف سے رائیونڈ کے رپورٹ کا جواب

نمبر ۱۰۰۷ تاریخ ۱۷ شعبان ۱۴۰۷ھ

عبدالعزیز بن بازؒ کی طرف سے روحانی فرزند مکرم شیخ صالح بن علی الشویمان کی طرف وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ ان پر برکت نازل فرمائے۔ آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد۔ جو رپورٹ آپ نے میرے پاس بھیجی ہے میں نے اس کو دیکھا۔ آپ نے الجامعہ الاسلامیۃ مدینہ منورہ۔ جامعہ الامام محمد بن سعود اور جامعۃ الملک سعود وغیرہ کے علماء وطلباء کی جماعت کے ساتھ تبلیغی جماعت کے اجتماع میں شرکت کے لئے سفر کیا جو کہ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ کے مہینہ میں رائیونڈ میں منعقد کیا گیا تھا۔ میں نے آپ کی رپورٹ کو کافی شافی پایا جس میں اجتماع مذکورہ کی عمدہ اور اچھی تعریف کی گئی ہے اور حقیقت یوں بیان کی گئی ہے کہ گویا رپورٹ پڑھنے والا خود

اجتماع میں موجود ہے۔ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی جو آپ نے ذکر کی کہ اس اجتماع میں تمام لوگوں کو بہت فائدے حاصل ہوئے اور حاضرین اجتماع کے مابین خیر خواہی کی بات چیت کا تبادلہ ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے، اس قسم کی اجتماعات کو زیادہ کرے اور مسلمانوں کو ان سے نفع پہنچائے ،اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں کو اس قسم کے پاکیزہ اجتماعات کی سخت ضرورت ہے جو کہ وعظ ونصیحت پر مشتمل ہوں اور جن میں اسلام پر جمے رہنے کی دعوت دی جائے، اس کی تعلیمات پر عملی تشکیل دی جائے اور بدعات وخرافات سے پاک وصاف خالص توحید بیان کی جائے۔ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کو خواہ حاکم ہوں یا محکوم سب کو اس پر مکمل طور سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بے شک وہ بڑی مہربان وکریم ذات ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رئیس عام

ادارات :البحوث العلمیه.والافتاء والدعوة والارشاد

☆☆☆

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ کا شیخ سعد الحصینؒ کے نام جواب

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربيه السعوديه، ادارات البحوث العلميه، والافتاء والدعوة والارشاد، مكتب الرئيس

نمبر۔۴۱۴ تاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۸ اہل المرفقات۔۱۶

منجانب عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز بخدمت برادر مکرم شیخ سعد بن عبدالرحمٰن الحصین اللہ تعالی ان کو ناراضگی اور رضا میں حق بات کہنے کی توفیق دے ہم کو اور ان کو خواہش نفس کے شرور سے پناہ دے آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! آپ کا خط مورخہ ۳ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ اور آپ کے خطوط بنام شیخ ابوبکر الجزائری اور شیخ یوسف الملاحی اور دیگر تحریروں میں جو کچھ شامل تھا، میں نے اس سارے مواد پر اطلاع پائی۔ میں آپ سے کوئی راز کی بات چھپانا نہیں چاہتا میں کہتا ہوں کہ میں آپ کے خطوط سے خوش نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے لئے میرا شرح صدر ہوا اس لئے کہ آپ جس راستے پر چلے ہیں وہ دعوت کو ذرہ بھر فائدہ دینے والا نہیں۔ اس لئے کہ وہ گرانے والا ہے نہ کہ بنانے والا، اور بگاڑنے والا ہے نہ کہ اصلاح کرنے والا اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے اس سے نقصان صرف دعوت وتبلیغ

کا نہ ہوگا بلکہ آپ کے دینی بھائیوں میں سے ان بہترین مشائخ اور طالب علموں کا بھی ہوگا جنہوں نے دعوت وارشاد کے شعبہ تعلیم وتعلم کیا، توحید اور عقیدہ صحیحہ پر تربیت حاصل کی ہے اور پروان چڑھے ہیں۔ یقیناً بے بصیرت لوگوں نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا ہے کہ انہوں نے مقابلہ بازی شروع کردی ہے بلکہ بعض لوگوں نے انہیں کافر قرار دے دیا اور بعض نے تو ان کے قتل تک کو مباح قرار دیا۔ العیاذ باللہ۔ اس کے ساتھ ان کے حق میں چغل خوری اور ذمہ دار افسران کو ان کے حق میں بھڑکانا شروع کردیا اور ان کا معاملہ خطرناک بنا کر ان کے سامنے پیش کیا اس طرح سے افسران کو ان سے خوفزدہ کیا اور ان پر بڑے بڑے الزامات لگائے جس سے وہ بَری ہیں حتی کہ اس سے دعوت اور داعیوں کا اتنا بڑا نقصان ہوا جس کو اللہ ہی جاننے والا ہے۔

جن کے لئے تم نے دنیا کو کھڑا کیا اور جن کے لئے بٹھایا ہے اس سے تم پر شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

وناطح صخرة يوما ليوهنها

فلم يضرها وادهر قرنه ، الوهل

ترجمہ: ''بہت سے سخت چٹان کو سینگ مارتے ہیں تا کہ چٹان کو ایک دن کمزور کردیں لیکن چٹان کو کچھ نقصان نہ ہوگا البتہ گھبراہٹ میں اپنے سینگ کو کمزور کردیں گے۔''

اس لئے کہ وہ لوگ اپنے شہروں میں تم سے بہت دور اپنی حکومت کی حفاظت میں دعوت وتبلیغ میں چل رہے ہیں کیونکہ ان کی حکومت ان کا احترام کرتی ہے جیسا کہ آپ نے اپنے خطوط میں ذکر کیا ہے کہ صدر مملکت ان کے اجتماعات میں حاضر ہوتا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جس طرح کہ ان دنوں میں ہمارے بعض

نوجوانوں نے جو کہ شرعی کالج، جامعہ اسلامیہ سے فارغ ہوئے ہیں جو کہ کئی سال دعوت وتبلیغ والے کام میں ان کے ساتھ شریک رہے ہیں۔ ہمیں بتایا ہے کہ رائیونڈ والا مرکز چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے اور جماعتیں اللہ کے راستے میں نکلتی رہتی ہیں اور واپس آتی رہتی ہیں تو جب تک یہ کام اسی طرح جاری وساری ہے آپ کے اور آپ جیسے لوگوں کی تحریریں ان کو کمزور نہیں کرسکتیں۔ جب کہ آپ کی تحریریں بداخلاقی، سختی اور سب وشتم پر مشتمل ہیں بلکہ آپ کی تحریریں ان کے لئے حق سے نفرت اور دوری کا باعث بنیں گے، اس لئے کہ اللہ تعالی اپنے محمد ﷺ کو اچھے آداب کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك** ۔تو اللہ کی رحمت کے سبب آپ ﷺ ان کے ساتھ نرم رہے اور گر آپ تند خو سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ سے منتشر ہو جاتے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ مہربان، نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے اور بے شک نرمی جس چیز میں آتی ہے اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکل جاتی ہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے اور یقیناً اللہ تعالی نے کفار کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے جبکہ وہ اللہ تعالی کو بھلا کہنے کا سبب بنے تو مسلمان کو کس طرح برا بھلا کہنا جائز ہوگا۔ جب کہ وہ حق سے اور حق کی دعوت دینے والوں سے نفرت ودوری کا سبب بنے۔ تو آپ پر لازم ہے کہ اصلاح کی کوشش کریں نہ کہ بگاڑ کی اور یہ کہ ان کے ساتھ میل جول رکھیں۔ اگر ان میں سے کسی سے خطا سرزد ہو جائے تو پیار، محبت اور نرمی سے سمجھائیں اور تنبیہ کریں۔ سختی اور سرکشی نہ کریں۔ باقی رہا آپ کا بیعت علی التوبہ یعنی گناہوں سے بچنے کے لئے کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر سختی سے انکار تو اس بارے میں نے قائدین تبلیغی جماعت کے سامنے جبکہ گذشتہ حج کے موقع پر مکہ

مکرمہ میں ان سے میری ملاقات ہوئی تو میرے اور ان کے درمیان بات چیت ہوئی جس سے فائدہ کی امید ہے تو میں نے ان سے کہا تھا لفظ بیعت کے بجائے عہد کا لفظ ہونا چاہئے تو انہوں نے میری تجویز کے مطابق بدل دیا تھا۔ شاید کہ انہوں نے استدلال کیا ہو کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ (ج ۲۸ ص ۱۲) پر اس سے انکار نہیں کیا۔ اسی طرح آپ کا دعوت وتبلیغ والوں پر یہ شدید نکیر کرنا کہ یہ لوگ گشت کو جاتے ہوئے ایک داعی (ساتھی) کو مسجد میں ذکر کے لئے چھوڑ جاتے ہیں شاید یہ لوگ اپنے عمل میں حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جب کہ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ عریش (چھپرے) میں باقی رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت کی دعا مانگتے رہے حتی کہ آپ ﷺ کی چادر آپ ﷺ کے کندھے مبارک پر گر گئی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کی چادر کو واپس کر دیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اب دعاء بس کیجئے اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو پورا کرنے والا ہے جو آپ ﷺ سے کیا ہے یعنی فتح ونصرت کا اور تبلیغی جماعت والوں کا یہ عمل بہر حال اس کا حقدار نہیں کہ اس پر اس قدر رسوا کن برائی بیان کی جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہدایت فرمائے۔

میری تمنا یہ ہے کہ آپ میری بار بار کی نصیحت اور جو میں نے آپ کو آگے پیچھے اپنی تحریروں میں (جن میں سے بعض میں آپ کی کچھ ان زیادتیوں کا بھی ذکر ہے جو آپ سے اس سلسلہ میں سرزد ہوئیں) مشورہ دیا ہے آپ اسے قبول کر لیتے۔ اس لئے کہ میں نے وہ بصیرت، سوچ بچار انجام کو سامنے رکھ کر جلب منفعت اور دفع مضار کے اصول کو مدنظر رکھ کر اور جماعت کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد لکھا تھا، کیونکہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ریاض میں ان لوگوں کے ساتھ میری ملاقاتیں ہوئی

ہیں۔ساتھ ساتھ میں نے باوثوق اور قابل اعتماد مشائخ سے بھی استفادہ کیا ہے جنہوں نے ان کے ساتھ سفر کئے ہیں اور ان کے اجتماعات میں حاضر ہوئے ہیں اور بہت قریب سے ان کو دیکھا ہے اور ان کے کام کو پسند کیا ہے میں نے آپ کو وہی نصیحت کی تھی جو میں نے محمود استنبولی کو کی تھی جبکہ اس نے تبلیغی جماعت پر بغیر بصیرت کے چڑھائی کی تھی جیسا کہ بیشتر لوگ اس وقت جہالت اور خواہش نفس کی وجہ ان لوگوں پر حملہ کر جاتے ہیں اور آپ نے خود اپنے مذکورہ خط میں محمود استنبولی کو کہا تھا کہ:

(آپ کی طرف سے مجھے ایک رسالہ موصول ہوا ہے جو کہ تبلیغی جماعت کے متعلق ہے مجھے اس بات پر افسوس ہوا کہ اللہ کے دین کیلئے دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں میں سے ایک شیخ اپنے جیسے دعوت وتبلیغ کرنے والوں کے خلاف اٹھ کر ان پر سب وشتم کرتا ہے، انہیں گمراہ قرار دیتا ہے، اور ان پر یہ تہمت لگاتا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنان خدا کی چالوں میں آکر ان کے خیالات کو نفاذ کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت دعوت الی اللہ کے کام میں جس نہج پر چل رہی ہے ہماری دانست کے مطابق اس کے بعض پہلوؤں میں خطا ہے لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اس غلطی پر ان کو تنبیہ کریں اور ان کی اصلاح کریں جس طرح کہ ہم پر واجب ہے کہ ان کے طریقہ کار میں جو خوبیاں ہیں ان کا اعتراف کریں۔ کاش اے میرے بھائی! آپ ان کے ہمراہ اللہ کے راستے میں نکلتے تا کہ ان سے سختی کے بجائے نرمی سیکھتے۔ مسلمانوں پر بددعا کے بجائے دعائیں کرنا سیکھتے اور جہر بالسوء کی بجائے احسن طریقہ سے دفاع سیکھتے۔ ہم میں سے ہر ایک کی یہ ضرورت اور حاجت ہے کہ اپنے نفس کا جائزہ لے یعنی اس کی اصلاح کی فکر کرے اور اپنے راستے کو صحیح بنائے اور اللہ کی عبادت اور دین کی دعوت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرے۔

آپ کے خط کا اقتباس بلفظہٖ ختم ہوا۔ اور یہ سب کچھ آپ نے ان لوگوں سے اختلاف رائے کے بعد لکھا ہے اللہ تعالی نے آپ کو حق بات کہنے کی توفیق بخشی ہے۔ الحمدللہ علی ذلک.. آپ کا خط مذکورہ اپنے مشمولات سمیت شکریہ کے ساتھ آپ کی طرف واپس کیا جارہا ہے آپ کی سخت تحریروں سے ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا شخص دھوکہ کھا جائے جو پوری زندگی تبلیغی جماعت کے کسی ساتھی کو بھی نہیں ملا اور نہ ان کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلا اور ان کے متعلق بجز آپ کی تحریروں کے وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ صرف آپ کی تحریروں پر بھروسہ واعتماد کر کے اگر وہ شخص ان سے دور رہا تو اس کا گناہ اور قیامت تک آپ کی تحریروں کی وجہ سے جو بھی دھوکے میں آئے گا اس کا گناہ آپ پر ہوگا۔

میرے بیٹے اپنی رائے کو غلط قرار دے اور جان لے کہ بے شک اللہ تعالی بولنے والے کی زبان اور دل کے پاس ہے اور جو کچھ انسان بولتا یا عمل کرتا ہے اللہ تعالی عنقریب اس کا حساب لے گا۔ اپنے رب کی طرف رجوع کر اس کی طرف عاجزی کر کہ اللہ تعالی آپ کو اپنے راستے کی رکاوٹ کا سبب اور مسلمانوں کی اذیت کا ذریعہ نہ بنائے۔

میں اللہ تعالی سے درخواست کرتا ہوں کہ ایسے کاموں کے لئے آپ کا شرح صدر فرمائے جو اس کو محبوب ہوں اور اس کے بندوں کے لئے زیادہ نفع دینے والے ہوں۔ مجھے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اللہ تعالی حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ بے شک وہ بڑی مہربان اور کریم ذات ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رئیس عام

ادارات :البحوث العلمیہ، والافتاء والدعوۃ والارشاد

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا مکتوب بخدمت حضرت الاستاذ عوض بن عوض قحطانی

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے بخدمت برادر مکرم عوض بن عوض قحطانی۔ اللہ تعالی ان کے علم وایمان کو زیادہ فرمائے اور وہ جہاں بھی ہوں ان کو برکت عطا فرمائے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! آپ کا گرامی نامہ مجھے موصول ہوا اور جو کچھ آپ نے اس میں وضاحت کی ہے میں اس کو سمجھا اور تبلیغی جماعت کے متعلق جو سوال تھا کہ کیا ان کا طریقہ صحیح ہے؟ اور انہوں نے دعوت والا طریقہ جو قائم کر رکھا اس میں شریک ہونے سے کوئی امر مانع ہے؟ اور ان کے ساتھ نکلنا کیسا ہے؟.....الخ

لوگ ان کے متعلق مختلف باتیں نقل کرتے ہیں، کچھ لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں لیکن ہم نے اپنے بہت سے قابل اعتماد بھائیوں اہل نجد وغیرہ سے جو بہت سے سفروں میں ان کے ساتھ

رہے اور پاک و ہند میں ان کی طرف سفر کر چکے ہیں ان کے متعلق خوب تحقیق کی ہے انہوں نے کوئی ایسی چیز ذکر نہیں کی جو خلاف شرع ہوں یا ان کے ساتھ چلنے اور دعوت والے کام میں شریک ہونے سے مانع ہو۔ میں نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے جو ان کے ساتھ رہے اور ان کے ساتھ نکلے وہ ان سے بہت متاثر تھے۔ دین، اخلاق اور آخرت کی طرف توجہ کے متعلق ان کے حالات بہت اچھے ہو چکے تھے۔ اس بناء پر میں ان کے ساتھ نکلنے اور دعوت والے کام میں شریک ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں دیکھتا بلکہ اہل علم وفہم اور پاکیزہ عقیدہ رکھنے والے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس کام میں ان کے شریک ہوں اور یہ کہ اگر ان سے کوئی خطا وقصور واقع ہو تو اس کی اصلاح کریں اس لئے کہ ان کی سیرت اور اعمال میں عجیب تاثیر ہے۔ جو لوگ دین سے بے زار اور گناہوں میں مشہور تھے ان کی صحبت سے خوب متاثر ہوئے ہیں اور اس کے ہمراہ آپ کے پاس ہمارے استاد شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ کا خط بھیجا جا رہا ہے جس میں وہ جماعت کی تعریف کرتے ہیں اور دعوت والے کام میں وہ لوگوں کو ان کی نصرت کرنے اور رکاوٹ نہ ڈالنے کے لئے اکساتے ہیں۔ انہوں نے اس خط میں ذکر کیا ہے کہ ان لوگوں کا اہم مقصد مساجد میں نصیحت و وعظ کرنا، رہبری کرنا، لوگوں کو توحید اور اچھے عقائد پر تیار کرنا اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کی ترغیب دینا ہے اور ساتھ ساتھ بدعات وخرافات سے منع کرنا ہے۔ آپ اس کے ہمراہ تقریر کا فوٹو کاپی پائیں گے جس کو ہمارے بعض قابل اعتماد بھائیوں نے ان کے متعلق لکھی ہے اور وہ حدیث اور دراسات اسلامیہ، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے پرنسپل شیخ محمد

امان بن علی ہیں جبکہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے گذشتہ سال ان کو اور فضیلۃ الشیخ عبدالکریم مراد کو جو کہ جامعہ اسلامیہ میں استاد ہیں نمائندہ بنا کر بھیجا تھا اور وہ (یعنی شیخ عبدالکریم مراد) ہمارے ہاں حسن عقیدہ کے ساتھ معروف ہیں وہ عربی زبان کے ساتھ ان کی (اردو) زبان بھی بخوبی جانتے ہیں کیوں کہ وہ ہر سال پاکستان میں ہونے والے سالانہ اجتماع میں شامل ہوتے ہیں۔ان کی رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جماعت کی تعریف کی اور لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ ان کے دعوت والے کام اور اجتماعوں میں شریک ہوں اور ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کریں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رئیس عام

ادارات :البحوث العلمیہ، والافتاء والدعوۃ والارشاد

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

بنام فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن یوسف بہزاد

منجانب عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز بخدمت فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن یوسف بہزاد آپ کا کرم نامہ مورخہ ۱۱/۱۲/۱۴۰۷ء۔ میرے پاس پہنچا اللہ آپ کو ہدایت اور توفیق دیں۔

اس خط میں آپ کے والد صاحب اور بھائی محمود صاحب کے تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنے اور وقت لگانے کے جو حالات شامل تھے ان سے بھی مجھے آگاہی ہوئی اور آپ جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) سے ۱۳۹۳ھ میں جب سے فارغ ہوئے اور آپ ہر سال سالانہ چھٹیوں میں ان کے ہمراہ پاکستان، ہندوستان، لندن، برازیل، سیلون، امریکہ،، انڈونیشیا، سنگاپور، تھائی لینڈ، سوڈان، اردن، شام، لبنان اور عرب امارات وغیرہ دنیا کے کونے کونے میں تبلیغ ودعوت کے لئے چلے پھرے ہیں اور بھائیوں کی ایک جماعت چالیس دن کے لئے چین گئی اور ایک دوسری جماعت چار ماہ کے لئے روس گئی۔ اور رائیونڈ میں دعوت وتبلیغ کا مرکز ۲۴ گھنٹے کھلا رہتا ہے۔ جماعتیں آرہی ہیں اور جارہی ہیں۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے اس کام میں بڑی بڑی مشقتیں برداشت کررہی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کام سے بڑا نفع پہنچایا ہے اور اس کے ذریعہ خیر کثیر حاصل ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالی کی توفیق اور پھر آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی برکت سے ہے۔ جو کچھ آپ نے جماعت کے متعلق ذکر کیا وہ مجھے بہت پسند آیا اور اس پر میں نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا

اور میں اللہ تعالی سے سوال کرتا ہوں کہ ہم سب کو توفیق و پختگی عطا فرمائے اور ہم سب کو ہدایت پانے والوں، ہدایت دینے والوں اور اللہ تعالی کی طرف بصیرت کے ساتھ بلانے والوں میں سے بنائے میں اس موقعہ پر آپ کو، آپ کے والد صاحب کو اور بھائی محمود صاحب کو وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ ہمیشہ جب بھی فرصت ملے دعوت الی اللہ کے لئے جماعت کے ساتھ نکلتے رہیں۔ اور جن لوگوں کی طرف آپ جاتے ہیں، ان کو صحیح عقائد کی طرف لانے کی کوشش کیا کریں اپنے دعوت دینے والے بھائیوں کو بھی اس بات کی وصیت کیا کریں اور طالب علموں کو تیار کیا کریں۔ شوق دلایا کریں کہ وہ ان کے ہمراہ نکلیں اور ان کے اعمال و سرگرمیوں میں شریک ہوں اور ان سے جو خطاء سرزد ہو ان کو نرمی اور محبت سے تنبیہ کریں جیسا کہ حضرات انبیاء کرام علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کا طریقہ ہے، ہمیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں سے بنائے جو نیکی میں قیامت کے دن ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ آپ نے جو خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ کی طرف بعد میں صادر ہونے والی تحریر بھیجی جائیں جو جماعت مذکورہ کے موضوع پر لکھی گئیں ہیں۔ تو جو کچھ آپ نے طلب کیا وہ ہمراہ ہذا آپ کی طرف روانہ ہے ان میں سے ایک وہ رسالہ ہے جس کو فضیلۃ الشیخ ابوبکر جزائری نے لکھا ہے اور ایک جماعت کے متعلق جرح اور قدح سب کچھ لکھ دیا اور ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ سب کے ذریعہ نفع دے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ والد صاحب اور بھائی محمود اور خاص خاص مشائخ اور بھائیوں کو سلام پہنچا دیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رئیس عام

ادارات :البحوث العلمیہ، والافتاء والدعوۃ والارشاد

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ
بخدمت فضیلۃ الشیخ فالح بن نافع الحربی

نمبر۸۸۹/رخ تاریخ ۱۲/۸/۱۴۰۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز بخدمت برادر مکرم فضیلۃ الشیخ فالح بن نافع الحربی، اللہ تعالیٰ ان کی بصیرت میں اضافہ فرمائے اور اللہ رب العالمین اپنی رضا والے کاموں کے لئے ان کا شرح صدر فرمائے۔ آمین،

امابعد! آپ کا خط مؤرخہ ۲۶/۷/۱۴۰۶ ہجری کو موصول ہوا۔ تبلیغی جماعت کے بارے میں جو اعتراضات وارد کئے گئے ہیں ان کو میں سمجھا اور جو کچھ میں نے تبلیغی جماعت کے متعلق لکھا اور مجھ سے پہلے ہمارے شیخ علامہ محمد بن ابراہیم آل شیخ قدس اللہ روحہ ونور اللہ ضریحہ (جو اپنے دور میں سعودی عرب کے مفتی تھے) نے تبلیغی جماعت کی تعریف کی۔ اس پر آپ کی جرح قدح کو بھی سمجھا اور فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم کو جو آپ نے ''ابن ابراہیم'' کہہ کر ان کی تنقیص (ناقدری) کی ہے مجھے ناپسند ہے اور جن اشخاص کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے کہ تبلیغی جماعت کے متعلق ان کی رائے شیخ کی رائے کے مخالف ہے مجھے یہ بھی ناپسند ہے۔ اور جو کچھ آپ نے ذکر کیا مجھے اس پر تعجب ہے۔ کہاں ان لوگوں کا علم اور رائے؟ اور کہاں ہمارے شیخ کی بصیرت، علم، بلند نظری، وسعت مطالعہ، حوصلہ و بردباری، اور ان کی دانشمندی، ہم الحمدللہ اپنے دین کے معاملہ میں بصیرت پر ہیں اور ہم مفادات اور نقصانات کے

درمیان موازنہ کرتے ہیں اور جس جانب ہمارا دل مطمئن ہوتا ہے ہم اس کو ترجیح دیتے ہیں اور جماعت کے حالات اور اخبار کی ہم نے تحقیق کی ہے جس سے ہمارا اطمینان موافقت کی جانب ہے۔اور ساتھ ساتھ بعض افراد کی کمی کوتاہی بشریت کے لوازمات میں سے ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے بچالے۔

اگر ہمارے ساتذہ اور طالب علم بھائی جن کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ان لوگوں سے میل جول رکھتے ،دعوت والے کام میں شریک ہوتے ،ان کی رہنمائی کرتے ،ان سے جو کمی کوتاہی سرزد ہوتی اس کی اصلاح وتکمیل کرتے اور جہاں وہ خطا کریں ان کی رہبری کرتے تو اس سے اسلام اور مسلمانوں کو خیر کثیر اور بڑا نفع پہونچتا۔لیکن ان سے نفرت کرنا،ان سے دور رہنا،اوران کے میل جول سے لوگوں کو ڈرانا یہ تو بہت بڑی غلطی ہے اوراس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے تو اے میرے بھائی!اپنی رائے کو غلط سمجھیں ،اور اپنے رب کی طرف عاجزی کرکے دعا مانگیں کہ وہ آپ کے سینے کو ایسے کاموں کیلئے کھول دے جو اس کو زیادہ پسند ہیں اوراس کے بندوں کو زیادہ نفع دینے والے ہیں اور یہ کہ اختلافی مسائل میں آپ کو اپنے حکم سے حق کی صورت میں دکھائے اوراس کی پیروی کرنے کا احسان فرمائے اور باطل کو باطل کی شکل میں دکھائے اوران سے بچنے اور پرہیز کرنے کی توفیق دے کر احسان فرمائے ،اوراس کو ہمارے اوپر ملتبس نہ کرے ورنہ ہم گمراہ ہوجائیں گے ،یقیناً وہ اس پر قادر ہے اوراس کا مالک ہے۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رئیس عام

ادارات:البحوث العلمیہ ،ولافتاء والدعوۃ والارشاد

(تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب)

مدارس، خانقاہ و تبلیغ کے باہمی ربط تعاون و رفاقت کی ضرورت

(مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیثؒ)

مکرمان ومحترمان حضرات اکابر وذمہ داران مدارس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے! بندہ بعافیت ہے، امید ہے بعافیت ہوں گے، آج ذمہ داران مدارس کو ایسے علماء تیار کرنا چاہئیں، جن کی پڑھنے ہی کے زمانے میں پڑھانے کی نیت کرائی جائے، وہ فارغ ہوکر پڑھائیں اور پڑھنے ہی کے زمانہ میں تھوڑا تھوڑا وقت لگا کر دعوت وتبلیغ سے مناسبت پیدا کریں اور پڑھنے کے زمانے میں جس کی طرف اس کا رجحان ہو، بیعت کا تعلق کرادیں تاکہ پڑھنے کے ساتھ سلوک سے مناسبت ہوجائے، پھر وہ جہاں بیٹھے تینوں کام کرنے والا ہو: ایک طرف تعلیم دے رہا ہو اور ایک جگہ تبلیغ کی خدمت کر رہا ہو اور ایک طرف اپنے معمولات پورے کر رہا ہو، اور دوسروں کے معمولات پورے کرانے کا ذریعہ بن رہا ہو، آج پوری دنیا میں ہر سال اتنے علماء فارغ ہونے کے باوجود مکاتب میں پڑھانے والے نہیں ملتے، مدارس کی کتابیں پڑھانے والے نہیں ملتے، مراکز میں جماعتیں لے کر چلنے والے نہیں ملتے اور خانقاہوں میں ذاکرین کی وہ مقدار نہیں ہوتی جیسی

ہونی چاہئے، پوری دنیا میں جو کچھ اس لائن سے نظر آرہا ہے وہ ''صفّہ'' پر ایک ہی جگہ ہورہا تھا، وہیں مبلغین تیار ہورہے تھے، وہیں مجاہدین تیار ہورہے تھے، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ صفّہ کی ترتیب پر سارے اعمال ایک ہی جگہ ہورہے ہوں۔ میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ پوری دنیا میں یہ ماحول بنایا جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسلام

محمد طلحہ کاندھلوی

(جانشین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ)

تعلیم وتبلیغ

رسول اللہ ﷺ کی زندگی دو حصوں میں تقسیم ہے۔ مکی زندگی اور مدنی زندگی، مکّی زندگی تیرہ برس کی ہے اور مدنی زندگی دس سال کی ہے۔

مکی زندگی

مکی زندگی تکالیف ومشکلات، پریشانیوں اور کلفتوں کی ایک طویل صبر آزما زندگی ہے خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی نبی کو اپنی قوم سے وہ ایذائیں اور تکلیفیں

نہیں پہونچیں جو مجھ کو میری قوم سے پہونچی ہیں لیکن ان تمام تکالیف کے بعد بھی آپ دین کی تبلیغ واشاعت کا کام انتہائی انہماک اور لگن سے کرتے رہے مشرکین کے ایمان نہ لانے سے آپ کے دل میں جو ضیق وتنگی پیدا ہوئی تھی اس پر خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنے دل کو ان پر نہ کڑھایئے بلکہ اپنے کام میں لگے رہئے آپ خدا کے حکم پر عمل کرتے رہے اور اس کی حمد وتعریف اور اس کے بھیجے ہوئے مذہب کی تبلیغ میں لگے رہے آپ کو مجنوں، کاہن، جادوگر اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا، آپ ﷺ پر پتھر پھینکے گئے آپ کو زہر دیا گیا کوئی نازیبا حرکت نہ تھی جو آپ کے ساتھ نہ کی گئی ہو لیکن ان سب کے باوجود آپ اور آپ کے صحابہ انتہائی صبر وثبات کے ساتھ اپنے مشن کی کامیابی کیلئے سعی وکوشش کرتے رہے خدا کی طرف سے بھی آپ کو یہی حکم ملا کہ: **فاصبر کما صبر اولوالعزم فاصبر صبراً جمیلا** ۔آپ صبر کیجئے جیسا کہ آپ سے قبل دوسرے اولوالعزم وصاحب ہمت لوگوں نے صبر کیا، صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیئے اور اگر اس پر بھی یہ جاہل اعتراض کریں تو آپ ان پر اپنے دل کو نہ کڑھایئے: **لست علیھم بمصیطر** ۔آپ ان پر کوتوال بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں۔

جہاد کبیر

یہ بات اسلام کے منافی معلوم ہوتی ہے کہ پٹتے رہنے اور مصائب وتکالیف برداشت کرنے کا کوئی مقصد سمجھ میں نہیں آتا بات یہ نہیں بلکہ خدا کا یہ حکم تھا کہ ہر قسم کی تکالیف ومصائب کو برداشت کرو اور زبان سے اف بھی نہ کرو۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ جواب نہ دیا جائے، جواب دیا جائے اور اس سے بھی سخت جواب دیا جائے اگر

تلوار سے جسم پر حملہ کیا جائے تو اس کا جواب زبان سے روح پر حملہ کر کے دیا جائے، اگر تکلیف پہنچائی جائے تو دین کی بات انہیں پہنچا کر تکلیف پہنچائی جائے۔ عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ما جرح اللسان

یعنی نیزوں کے لگے زخم تو بھر جاتے ہیں لیکن زبان کے لگے زخم ہمیشہ ہرے رہتے ہیں، ان کا اندمال نہیں یہ زبان کا جہاد بڑا جہاد ہے اسے جہاد کبیر کہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ جہاد تلوار لے کر کیا جاتا ہے، اس میں منٹوں کا قصہ ہوتا ہے اور تکلیف بھی تھوڑی دیر کی لیکن دین کی دعوت کا جو جہاد زبان سے کیا جاتا ہے وہ اذیت و تکلیف کے لحاظ سے زیادہ سخت ہے اس میں تکلیفیں اور اذیتیں اٹھانا اور ہر لمحہ قتل ہونا ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے دریافت کیا بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا جو حملہ کر کے قتل کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں جو اپنے نفس کو قتل کر دے۔ یہ دعوت کا کام جہاد کبیر ہے، اس میں انسان طعنے سنتا ہے، گالیاں کھاتا، تکلیفیں اٹھاتا، مصیبتیں جھیلتا اور اذیتیں برداشت کرتا ہے اور میدان کارزار میں آدمی جا کر جنگ کرتا ہے پھر یا تو قتل کرتا یا قتل ہو جاتا ہے۔

انقلاب عظیم

اسلام نے اپنے متبعین کو صبر و تحمل کی تعلیم دے کر جبن و بزدلی کی دعوت نہیں دی، بلکہ بہادری اور اولوالعزمی کی طرف بلایا ہے اور اپنے مشن کے لئے ہر قسم کی تکلیف و مصیبت برداشت کرنے کے لئے آمادہ کیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ کامیابی و کامرانی شدائد و مصائب پر اسی طرح صبر و تحمل کرنے سے ملتی

ہے، مکہ کی زندگی کو دیکھئے، تیرہ آدمی مسلمان ہوئے، یہ سب حضرت ارقمؓ کے گھر میں بند رہتے زنجیریں چڑھائے رکھتے، عدد کے اعتبار سے بھی کم، شوکت وسطوت بھی ندارد، لیکن دین کی تبلیغ میں لگے رہے، حق کی طرف بلاتے رہے، تکلیفیں اور مصائب جھیلتے رہے اور اپنی زبان سے کفار کے قلب وجگر پر نشتر زنی کرتے رہے، بالآخران کی پیہم سعی اور مسلسل کوشش سے ایک عظیم انقلاب آیا۔ اقلیت اکثریت میں بدل گئی، ذلت وخواری کی جگہ عظمت ورفعت نے لے لی، یہ تبدیلی تلوار کے جہاد سے رونما نہیں ہوئی تھی بلکہ زبان کے اس جہاد سے ہوئی تھی جسے جہاد عظیم کہا گیا ہے اور کیسے ہوئی؟ اس طرح ہوئی کہ وہ لوگ مصائب کو جھیلا کئے، مگر حوصلہ نہیں چھوڑا۔

آج کی ہماری زندگی مشابہ ہے مکہ کی زندگی سے، بالکل وہ حال تو نہیں جو وہاں تھا۔ یہاں ہماری جائدادیں ہیں، ہمیں قانونی حقوق حاصل ہیں، ہم جو پیشہ چاہیں اختیار کر سکتے ہیں لیکن اسلام کی شوکت اور اسلام کا حکم نہیں ہے، تمدن وتہذیب کی ہر بات تسلیم کر لی جاتی ہے لیکن وہی بات خدا کے نام پر نہیں مانی جاتی خدا کا نام لے کر کچھ نہیں منوایا جاسکتا تمدن وتہذیب کے نام پر ہر بات منوائی جاسکتی ہے۔

ومانقموا منهم الّا ان یو منو ا بالله العزیز الحمید

سارا غصہ، سارا شکوہ صرف اس وجہ سے ہے کہ خدا کا نام لیا جاتا ہے یہاں مادہ پرستی ہے، وطن پرستی ہے لیکن خدا پرستی نہیں ہے اس زندگی کا اقتضاء یہ ہے کہ آج ہم اور آپ تلوار سے طاقت سے پیدا نہیں کر سکتے بلکہ صرف خدا کی طرف دعوت دے کر طاقت وقوت پیدا کر سکتے ہیں آج ہماری کامیابی وکامرانی اور فلاح اس دعوتی کام میں مضمر ہے، دعوت وتبلیغ کا یہ کام

ہماری زندگیوں میں ایک عظیم انقلاب لاسکتا ہے اور ہم میں وہ قوت پیدا کرسکتا ہے کہ جو ہم سے ٹکرائے پاش پاش ہو جائے۔

ہماری نجات کا ذریعہ

حق بات کو دوسروں تک پہونچانا اور دین کی تبلیغ واشاعت کا کام انتہائی امانت ودیانت سے کرنا خدا کا حکم ہے اور خدا کا کام کرنے والا خدا کی نگرانی میں ہے اگر دل میں یہ تصور جاگ اٹھے کہ خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس بات کا ڈر اور کس کا خوف؟ گورنمنٹ کا ایک ادنیٰ ملازم جب سرکاری کام پر ہوتا ہے اس کی تمام جرأت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ سرکاری ملازم ہے۔ اگر اس پر کوئی حملہ کرے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس نے سرکار پر حملہ کیا۔ یہی تصور دین کا کام کرتے وقت ہمارے دل میں ہونا چاہئے۔ ہم اس ملک میں اور ان حالات میں اگر اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں تو صرف مذہب کے نام سے اس کے علاوہ ہماری نجات کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں

والعصر انّ الانسان لفی خسر الّا الّذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصو بالصبر .

قسم ہے زمانے کی زمانہ چلا آرہا ہے اور چلا جائے گا زمانہ مکانیات پر چھا گیا ہے۔ مکان اپنی جگہ قائم ہے اور زمانہ پیہم گردش میں ہے سب سے زیادہ وسیع محرف زمانہ ہے، ازل سے قبل کا ہے اور انتہا کا علم نہیں، زمانہ کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہے خدا تعالیٰ زمانہ کی قسم کھاتا ہے اور قسم گواہ کے قائم مقام ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ زمانہ کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ انسان ٹوٹے اور گھاٹے میں ہے۔ مگر وہ جو ایمان لائے، نیک اعمال کئے ایمان

لانے والے اور عمل صالح کرنے والوں کے علاوہ تمام لوگ خسارہ ونقصان میں ہیں۔

قوۃ ایمان

تاریخ دیکھ جایئے آدمؑ سے لے کر آج تک فتح ان ہی قوتوں کو ہوئی جو ایمان والے تھے اور جن لوگوں نے ایمان والوں کی مخالفت کی، ان کو تکلیفیں دیں، ایذئیں پہونچائیں، وہ ذلیل وخوار ہوئے، فرعون، ہامان، شداد، ابوجہل، ابولہب اور ان جیسے تمام مال ودولت والے جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں ایمان والوں کو ستایا، پریشان کیا اور ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش کی لیکن انجام کار خود ہی ذلت وخواری سے دوچار ہوئے۔

ایک اعتراض اور اس جواب

اگر کامیابی حاصل کرنا ہے تو ایمان والا بننا پڑے گا قرآن پاک نے صاف الفاظ میں فرمادیا ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ یعنی انسان کو اس کی سعی و کوشش ہی کام دے گی، کسی دوسرے کی سعی کام نہ آئے گی۔ لیکن اس کے برخلاف حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ثواب دوسروں کو پہونچایا جائے تو دوسروں کو ثواب پہونچ جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک کی سعی دوسرے کے کام آتی ہے۔ اس طرح قرآن وحدیث میں تعارض واقع ہوتا ہے۔

مفتی عزیز الرحمان صاحبؒ جو ایک خداترس عالم تھے، انہوں نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میں نے جلالین میں قرآن کی یہ آیت پڑھی اور حدیث کی ایک کتاب میں ایصال ثواب کی یہ حدیث دیکھی، دونوں میں تعارض نظر آیا، بہت سوچا، کتابیں

دیکھی، لیکن کسی طرح اس کا حل سمجھ میں نہ آسکا۔

رات کو سونے کے لئے گھر گیا اور سونے کے لئے لیٹ گیا، لیکن معاً یہ خیال آیا کہ اگر رات کو موت آگئی تو دو صورتوں میں سے ایک یقینی ہے، یا تو حدیث کا انکار لازم آتا ہے یا پھر قرآن کا، اور ان دو صورتوں میں ایمان کی سلامتی نہیں، یہ خیال آتے ہی بستر چھوڑ دیا اور پیدل گنگوہ کا سفر کیا، ۲۲ کوس کا سفر رات بھر میں کر کے صبح تڑکے گنگوہ پہنچا، مولانا گنگوہیؒ جو کہ ضعیف ہو چکے تھے بینائی جا چکی تھی، اس وقت وضو فرما رہے تھے فرمایا کیوں آئے؟ میں نے عرض کیا کہ اس آیت اور حدیث میں تعارض واقع ہو گیا ہے اور اس کا حل سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا قرآن کی اس آیت ''**لیس للانسان الا ماسعیٰ**'' سے نفس ایمان مراد ہے یعنی اگر کوئی شخص ایمان نہیں لائے تو کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہیں آئے گا اور حدیث سے مراد عمل ہے ایمان کسی کو بخشا نہیں جا سکتا عمل بخشا جا سکتا ہے۔

عام تبلیغ ہر شخص پر ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ انسان خسارہ میں ہے مگر صرف اہل ایمان اور وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں، جو ایک دوسرے کو حق وصبر کی وصیت کریں اور دوسروں کو صالح ونیکوکار بنانے کی کوشش کرتے رہیں دین کی تبلیغ واشاعت کا کام اسی لئے شروع کیا گیا، کیوں کہ عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ یہ کام صرف علماء سے متعلق ہے۔ وہ مسائل جن میں اختلاف ہو، انہیں نہ بیان کیا جائے بلکہ علماء اس کو بوقت ضرورت بیان کریں اور عام تبلیغ ہر شخص پر لازمی ہے۔ امت محمدیہ کے ہر فرد سے اس

ذمہ داری کو لازم ٹھہرایا گیا ہے ارشاد ہے: **کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر** اس آیت میں اس امت کو مخاطب بنا یا گیا ہے اور للناس کہا گیا ہے للمسلمین نہیں کہا گیا۔

تبلیغ کے لئے جماعتوں کا طریقہ

ہندوستان میں اس وقت دعوت وتبلیغ کے کام کو چند سال قبل حضرت محمد الیاسؒ نے شروع کیا خدا تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک پر اس کا القاء کیا، انہوں نے تبلیغ کے لئے جماعتوں کا طریقہ اختیار کیا کیوں کہ دستور ہے جب کچھ لوگ مل کر ایک بات کہتے ہیں یا کوئی کام کرتے ہیں تو اس کا اثر خاص طور پر پڑتا ہے، ایک ہی بات کو جب مختلف لوگ مختلف وقتوں میں کہتے ہیں تو اس کا اثر کبھی نہ کبھی تو ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے سورۂ یٰسین میں ارشاد فرمایا ہے: **اذ ارسلنا الیهم اثنین فکذبوهما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون** ۔ جب ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے تیسرا رسول بھیج کر ان کو سرفراز کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اسی وجہ سے دعوت کے کام میں جماعتی طریقہ اپنایا۔ کیوں کہ انہوں نے محسوس کیا کہ آج کا دور اجتماعی دور ہے، کھیل کود، صنعت وتجارت غرض ہر چیز میں اجتماعیت پائی جاتی ہے۔ ہر مسئلہ میں وفود جاتے ہیں۔ میٹینگیں ہوتی ہیں ہر جگہ جماعتی رنگ دکھائی دیتا ہے۔ اس جماعتی ماحول میں انفرادی بات کا زیادہ اثر نہیں ہوتا، یہی کچھ سوچ سمجھ کر مولانا مرحومؒ نے اس جماعتی کام کو جماعتی ڈھنگ سے شروع کیا، جب جماعت بنا کر کچھ لوگ کسی آدمی کے پاس

جاتے ہیں اور اس حال میں کہ کاندھے پر بستر لدے ہوئے پیدل چل کر آرہے ہیں، محنت ومشقت کے آثار چہرے سے ظاہر ہیں لامحالہ وہ آدمی سوچتا ہے کہ یہ لوگ میرے پاس کیوں آئے ہیں؟ انہیں مجھ سے کوئی غرض ومطلب نہیں، پھر کیا چیز ہے جو انہیں اس تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ کررہی ہے۔ضرور جو یہ لوگ کہتے ہیں وہ صحیح ہوگا، یہ چیز اسے بہت متاثر کرتی ہے۔

تبلیغی جماعت اور انقلاب عظیم

میں نے شاید کہیں لکھا ہے کہ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد الیاسؒ کے دل پر بطور فن کے القاء کیا، اس میں تعلیم وتربیت، سیر وسیاحت، روح کی دلچسپی، بدن کی ورزش ہر ایک چیز موجود ہے۔آج کے دور میں یہ کام بڑا ہی مفید اور لازمی ہے۔اسی وجہ سے یہ کام تیزی سے پھیل رہا ہے اور اس تبلیغ سے ایک عظیم انقلاب آرہا ہے۔ ہندوستان کے ہر خطّہ میں اور ہندوستان سے باہر جہاں بھی میں گیا وہاں میں نے تبلیغی جماعتیں اور تبلیغی مراکز دیکھے رسمی انداز میں اس عالمگیر طریقہ پر کام نہیں ہوسکتا۔اور اس کے ساتھ نہ فتنہ وفساد ہے اور نہ واویلا اور شور، آپ نے کہیں نہیں سنا ہوگا کہ ان جماعتی لوگوں نے کہیں غدر کیا، کہیں فساد برپا کیا۔یہ ایک خاموش تبلیغ ہے جو عالمگیر طریقہ سے ساری دنیا میں پھیلتی جارہی ہے اور اس کی مقبولیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

تبلیغ میں باہر نکلنے کے فائدے

تبلیغ کے کام میں آدمی کو اس کے گھر سے نکالا جاتا ہے۔وہ گھر کے ماحول

سے نکل کر خدا کے گھر میں پہنچتا ہے۔ وہاں اسے دوسرا ماحول ملتا ہے، گھر کے ماحول میں اور اس کے ماحول میں بڑا فرق ہوتا ہے یہاں اسے ساعی اور عامل دونوں بننا پڑتا ہے۔ وہ داعی بن کر آتا ہے اور عامل بن جاتا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے علم حاصل کیا تھا غیر اللہ کے لئے مگر جب علم آ گیا تو اس نے کہا کہ میں تو خدا کے لئے ہوں۔ اس تبلیغی کام کا ایک نظام ہے اور اوقات نکالنے کا ایک اصول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ قلب کی صفائی ہو وہ تمام دنیوی آلودگیوں سے پاک ہو، تزکیۂ نفس ہو، انشراح قلبی اور روحانی قوتوں کو جلاء ہو، شیطانی قوتیں مغلوب ہو جائیں۔

بے لوث خدمت

آج کے دور میں بہت سی تحریکیں چل رہی ہیں لیکن یہ تحریک اپنی مثال آپ ہے اس میں نہ عہدے ہیں، نہ منصب ہیں، نہ کرسیاں اور سیٹیں ہیں بلکہ اپنے ہی مال کا خرچ ہے اپنی جیب پر بار ہے، یہ تحریک موجودہ دور میں دین کے تحفظ کے لئے ایک بڑی پناہ گاہ ہے کسی ریاست کی بنیاد ہوتی ہے ''توہمات'' اور تنازع للبقاء'' پر لیکن یہاں اس کے برعکس ہے یہاں تنازع للبقاء کی جگہ فنا للبقاء ہے اور توہمات کی جگہ محبت و الفت ہے۔ ریاست کے لئے پارٹیاں بنائی جاتی ہیں اور یہاں خود بخود پارٹیاں بن جاتی ہیں۔

دو پناہ گاہیں

آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں مسلمانوں کے لئے صرف دو پناہ گاہیں ہیں ایک دینی مدرسے اور دوسرے یہ تبلیغی کام، تعلیم والے باہر سے لوگوں کو لاکر ایک جگہ جمع کرتے ہیں پھر اپنی تعلیم دیتے ہیں اور یہ تبلیغی کام والے جمع شدہ لوگوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔

دعوۃ شرکت

تبلیغی کام ایک ٹھوس اور بنیادی کام ہے۔اس پر قوموں کے عروج وزوال کی بنیاد ہے جو لوگ اس تبلیغی کام میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے وقتوں کو لگاتے ہیں۔وہ مزید اس کام میں لگیں۔اگر پہلے کم وقت لگاتے تھے تو اب اور زیادہ وقت لگائیں اور اس کام کو محنت اور جان فشانی سے کریں۔جو کہیں اس پر خود عامل ہوں اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔کیونکہ سب سے بڑی دلیل عمل ہے اور عمل کے بڑے اثرات پڑتے ہیں۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ دنیا میں ہر شخص اپنی بات کو خوشنما کر کے پیش کرتا ہے۔لیکن اگر اس کا یہ قول عمل کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے لئے ہلاکت وتباہی ہے۔اسی طرح ہر کام کرنے کے کچھ اصول ہوتے ہیں اور اس کی کچھ حدیں ہوتی ہیں، کام کو اس طرح کریں کہ دوسرے کے حقوق پامال نہ ہوں ان **لنفسک علیک حقاً** انسان پر اس کے نفس کا، اس کی جان کا، اس کی بیوی کا، بچوں کا، آنکھوں کا، ہر ایک کا حق ہے اگر ایک انسان ایک حق کو ادا کرے اور اس کے حق ادا کرنے میں دوسرے کے حقوق پامال ہوں تو یہ خیر کی بات نہیں۔خیر کی بات تو یہ ہے کہ حق بھی ادا ہو جائے اور دوسروں کے حقوق کی پامالی بھی نہ ہو۔کھاؤ بھی کہ یہ

نفس کا حق ہے اور روزہ بھی رکھو کہ خدا کا حق بھی ادا ہو جائے۔

دعوتی کام کا نفع

آج دنیا میں اور خصوصاً ہندوستان میں مسلمانوں کیلئے راہ نجات اور فلاح وہ کامرانی کی راہ یہی دعوتی کام ہے اس کام نے قوموں کو بنایا اور سنوارا ہے یہی کام کرنیوالے پنپے ہیں۔اور یہی کام کرنیوالے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے گئے۔

اللھم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(ملخص خطبات حکیم الاسلام جلد چہارم)

تبلیغی جماعت اور اصلاح

انسان کے دو کمال ہوتے ہیں۔ایک تو اس کا علمی کمال اور دوسرا عملی کمال، علمی کمال پیدا کرنے کے لئے مکاتب ہیں، مدارس ہیں، یونیورسٹیاں ہیں اور عملی کمال پیدا کرنے کے بھی مختلف طریقے ہیں اور مختلف ذرائع ہیں، امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں عملی کمال پیدا کرنے کے چار طریقے لکھے ہیں:

صحبت اہل اللہ

اول یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہا جائے، ان حضرات کی جتنی زیادہ صحبت

نصیب ہوگی ،اتنا ہی ان کا رنگ قلب کے اندر اترتا چلا جائے گا، مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، صحبت نیک سے آدمی کے اندر خیر پیدا ہوتی ہے، خوبی پیدا ہوتی ہے...اہل اللہ کی صحبت کے اثرات ہوتے ہیں جن سے متاثر ہوئے بغیر انسان نہیں رہ سکتا ایک عالم ربانی اور درویش حقانی کی شان یہ ہوتی کہ اس کے پاس بیٹھ کر خدا یاد آئے گویا کہ ان کا ذکر، ذکر خدا کی تمہید ہے کسی نے کہا ہے کہ ؎

خاصان خدا خدا نہ باشند
ولیکن از خدا جدا نہ باشند

جب آپ اہل اللہ کے قریب ہوں گے تو کمالات ربانی آپ کے اندر آئیں گے صحبت صالح کے آثار خیر و برکت کی صورت میں نمایاں ہوتے ہیں..... تو بھائی نیک صحبت سے اخلاق بدل جاتے ہیں روحیں پلٹ جاتی ہیں نبی کریم ﷺ کے ہزاروں معجزات ہیں اور معجزات کو تو چھوڑ دیجئے آپ کا یہی کم کارنامہ اور کیا کم معجزہ ہے کہ آپ ﷺ نے عرب جیسی تہذیب و اخلاق سے نا آشنا قوم کے قلوب کو بدل کر رکھ دیا، لوہے کا نرم کر دینا آسان ہے مگر قلوب اور روحوں کا بدلنا نہایت ہی مشکل ،ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ہر ہر صحابی ایک معجزہ ہے۔

مؤاخاۃ فی اللہ

لیکن اگر کسی شخص کو اتفاق سے شیخ میسر نہ آئے اور وہ کہے کہ میری بستی میں نہ تو کوئی شیخ ہے نہ کوئی عالم پھر میرے نفس کی اصلاح کی کیا صورت ہوگی ،ایسے شخص کے متعلق امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بستی میں اس کا کوئی دوست ہوگا ہی اور اگر نہ ہو تو ایک دو آدمیوں سے دوستی کر کے

آپس میں سمجھوتہ کرلینا چاہیئے کہ اگر میں کوئی برائی کروں تو تم میرا ہاتھ پکڑ کر روک دو، تم کروگے تو میں روک دوں گا، تم سے کوئی کوتاہی ہوگی تو میں تنبیہہ کروں گا، مجھ سے ہوگی تم کرنا، اگر دوستی اس طرح ہوگئی تو زیادہ نہیں چالیس دن کے اندر سینکڑوں برائیاں ختم ہوجائیں گی۔ اگر کوئی شیخ نہیں ملتا کوئی عالم نہیں ملتا تو اس طرح اپنے نفس کی اصلاح کی جاسکتی ہے شریعت کی اصطلاح میں اسے مواخاۃ فی اللہ کہتے ہیں۔

دشمن کے ذریعہ اصلاح

لیکن اگر کوئی کہے کہ میرا کوئی دوست ہی نہیں تو پھر اس کیلئے تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ذریعہ اپنی اصلاح کرے ایسا تو شاید ہی کوئی ہوگا کہ آج کے دور میں جس کا کوئی دشمن نہ ہو، آپ کے دشمن چھانٹ چھانٹ کر آپ کے عیوب اور برائیاں نکالتے اور پھیلاتے رہیں گے اب آپ کا کام یہ ہوگا کہ آپ کے اندر جو برائیاں ہیں انہیں چھوڑتے چلے جایئے۔ اگر آپ اس طرح ایک چلّے دو چلّے بھی گذار لیں گے تو بڑی حد تک آپ کی برائیاں ختم ہوجائیں گی اور آپ صالح بن جائیں گے۔

محاسبۂ نفس

اور اگر کوئی کہے کہ میں تو پہاڑ کی کھوہ میں رہتا ہوں، مجھے نہ کسی شیخ کی صحبت میسر ہے اور نہ میرا کوئی دوست ہے نہ دشمن ہے پھر میرے لئے اصلاح کا کیا طریقہ ہوگا، امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ اس کو بھی مایوس نہ ہونا چاہیئے، اس کے لئے چوتھا طریقہ محاسبۂ نفس کا ہے، روزانہ سوتے وقت کم از کم پندرہ منٹ مراقبہ کرے اور سوچے کہ آج میں نے کتنی بھلائیاں کیں اور کتنے گناہ مجھ سے سرزد ہوئے، جو

بھلائیاں کی ہوں ان پر شکر ادا کرے اسلئے کہ شکریہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ زیادتی کی توفیق دیں گے، ارشاد خداوندی ہے **لئن شکرتم لا زید نکم** یعنی اگر تم شکر ادا کروگے تو ہم نعمتوں کو بڑھادیں گے، تو جتنا شکر ادا کریں گے خدا تعالیٰ نعمتوں کو بڑھادیں گے، اور جو گناہ سرزد ہوئے ہوں ان پر سچے دل سے توبہ کرے، جب صدق دل سے توبہ کرلے گا تو سارے گناہ جھڑ جائیں گے، حدیث میں ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ اس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا، اگر برابر اس عمل کو جاری رکھا جائے گا تو برائیاں ختم ہوتی جائیں گی اور نفس میں اصلاح وتقویٰ پیدا ہوتا چلا جائے گا۔

حاصل یہ ہے کہ اولاً تو شیخ کے ذریعہ نفس کی اصلاح کیجئے شیخ نہ ملے تو پھر دوست کے ذریعے خوبیاں پیدا کیجئے اور دوست نہ ہوں تو پھر دشمن کو آلہ کار بنایئے اور اگر دشمن بھی نہیں ہے تو اپنا شیخ اپنے ہی کو بنالیجئے عرفی طور پر اصلاح کے یہ چار طریقے ہیں ان میں سے اگر ایک بھی میسر آجائے تو نجات کے لئے کافی ہے اور اتفاق سے یہ چار چیزیں میسر آجاویں تب وہ شخص کیمیا بن جائے گا، کہ (۱) شیخ بھی ہو (۲) مواخاۃ فی اللہ بھی ہو (۳) دشمن بھی ہو اور (۴) محاسبہ نفس بھی ہو یا اگر کسی کو یہ چار چیزیں میسر آجائیں تو پھر زہے قسمت وزہے نصیب۔

تبلیغی جماعت اصلاحی طریقوں کی جامع ہے

اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تبلیغ اصلاح کے ان چاروں طریقوں کا ایک مجموعہ مرکب ہے تو یہ تبلیغی جماعت ایک ''معجون مرکب'' ہے گویا یہ نسخہ امرت کا بن گیا

جس میں اصلاح نفس کے یہ چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں۔ الغرض اس میں محنت کرنے سے بہت ہی بڑا فائدہ ہوگا آپ کہیں گے کہ تبلیغ میں کیوں نکالا جاتا ہے؟

تو تبلیغ میں اس لئے نکالا جاتا ہے کہ اس میں بزرگوں کی صحبت میسر ہوتی ہے پھر ساتھی اچھے ملتے ہیں، جو ایک دوسرے کو برائی سے روکتے ہیں اور پھر جب وہ اپنا خرچ کر کے باہر نکلا ہے تو دینی جذبات بھی ابھریں گے اسے اپنی اصلاح کا خیال پیدا ہوگا، اس لئے کہ جب وہ اپنا گھر چھوڑ کر گیا ہے اور ہر قسم کی مشقت برداشت کر رہا ہے تو وہ کچھ نہ کچھ اثر لے کر ضرور ہی آئے گا۔ اس کے بعد بھی اگر یہ اثر لے کر نہ لوٹے تو وہ انسان نہیں پتھر ہے۔ اگر انسان ہے تو وہ ضرور اثر لے کر آئے گا۔ کیوں کہ وہ نیک لوگوں کی صحبت میں رہا ہے۔

جماعت کی برکات

بہت ممکن ہے کہ اس مجموعہ مرکب میں بعض کمزور ارادہ، بعض نحیف عمل، بعض خام علم والے جمع ہو جائیں اور شبہ یہ ہو کہ تبلیغ سے حاصل ہونے والا فائدہ یقینی ہونے کے بجائے موہوم ہو کر رہ جائے گا۔ تو بھائی اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کمزوروں سے مرکب اجتماع، جمعیت اور اتحاد کی بناء پر ایک قوت حاصل کرے گا جیسا کہ اس کی نظیر خود ہی ہمارے فن حدیث میں بھی موجود ہے۔

چنانچہ مشہور ہے کہ اگر کسی حدیث کے سلسلے میں چند ضعیف سندیں جمع ہو جائیں تو وہ حدیث بھی محدثین کے نزدیک قوی سمجھی جانے لگتی ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ اگر چند بھیک مانگنے والے دو، دو۔ چار، چار پیسے جمع کر لیتے ہیں تو سب کے کھانے کا انتظام ہو جاتا ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ چاہیں تو کسی کا بھی پیٹ نہیں بھر

سکتا، ایسے ہی اگر چند ضعیف العمل اور ضعیف روحانیت والے نیک نیتی سے جمع ہو جائیں گے تو ایک کا دوسرے پر اثر پڑے گا اور سبھی کے اندر قوت پیدا ہو جائے گی۔ اور بھائی ان حضرات کی نیک نیتی میں کیا شبہ ہے، ظاہر ہے کہ یہ حضرات نہ تو تجارت کے لئے جمع ہوتے ہیں نہ کھیتی باڑی اور نہ کسی دوسرے کاروبار کے لئے پھر یہ بھی سوچئے کہ دس پندرہ آدمیوں کی جماعت میں کوئی نہ کوئی تو مقبول خداوندی ضرور ہی ہوگا اور ساتھ رہنے کی وجہ سے اس کی مقبولیت کا اثر دوسروں پر یقیناً پڑے گا، یہی وجہ ہے کہ مؤمن کو نماز با جماعت پڑھنے کا حکم ہے۔ اس لئے وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ ساری جماعت کے نمازی بھی کمزور کیوں نہ ہوں، پھر بھی مجموعہ میں خدا کا کوئی مقبول بندہ ایسا ضرور ہوتا ہے جس کی وجہ سے پوری جماعت کی نماز قبول ہو جاتی ہے، معلوم ہوا کہ جماعت میں خواہ کتنے ہی ضعیف کیوں نہ ہوں، لیکن خدا کا کوئی مقبول بندہ ضرور ہوگا جس کی وجہ سے اس کی مقبولیت ضرور ہوگی۔

نیک نیتی کا اثر

...اور پھر وہ اپنی ذاتی غرض سے نہیں نکلے ہیں، بلکہ اللہ کے رضا کے لئے نکلے ہیں۔ اس نیک نیتی کا اثر پڑتا ہے، کیوں کہ یہ اللہ کا نام سیکھنے جا رہے ہیں۔ خدا کو یاد کرنے لئے جا رہے ہیں۔ تو جب اس نیت سے اللہ کے راستے میں نکلیں گے تو اس کا اثر بھی ضرور آئے گا۔ گویا اس طرح فی الجملہ صحبت شیخ و صحبت صلحاء میسر آجائے گی۔ بہر حال سب سے پہلی چیز صحبت اہل اللہ ہے .....پھر جب ایک جذبہ سے جائیں گے تو مواخاۃ (بھائی چارگی) بھی قائم ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ان میں باہم دوستی بھی قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے واپس آنے کے بعد ایک دوسرے کو تبلیغی بھائی کے

نام سے یاد کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی بھائی آرہے ہیں گویا ان میں سے ہر ایک دوسرے کا بھائی بن جاتا ہے اور آپس میں ایک قسم کی اخوت ہو جاتی ہے۔

جماعت کی نماز کی بھی یہی خصوصیت ہے، جب لوگ مسجد میں آتے ہیں تو ایک کی دوسرے سے آنکھیں چار ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں باہمی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب ان میں سے کوئی کبھی غائب ہوتا ہے تو دوسرے سے معلوم کرتے ہیں کہ فلاں تو روزانہ آیا کرتا تھا آج کیوں نہیں آیا معلوم ہوا کہ بیمار ہے، پھر لوگ اس کی عیادت کے لئے جائیں گے اور اس طرح لوگوں کو عیادت مریض کا ثواب حاصل ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ مرض کی حالت میں آدمی کو اللہ تعالیٰ سے بے حد قرب ہوتا ہے۔

جماعت میں دشمنوں سے عبرت کا موقع

اب جب اچھی بات کہو گے تو ہر ایک ٹھنڈے دل سے نہیں سنے گا بلکہ اس کے مخالف ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جماعت میں رہ کر دشمنوں سے بھی نصیحت حاصل کرنے کا بہترین موقع حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ آپ دس لوگوں کے پاس جائیں گے۔ دس منہ ہوں گے، دس قسم کی باتیں ہوں گی، کوئی بدعتی کہے گا، کوئی وہابی کہے گا اور بھی طرح طرح کی سخت وسست باتیں آپ کو لوگ کہیں گے، آپ کے عیوب اور خرابیاں نکالنے کی کوشش کریں گے، جب آپ بار بار اس قسم کے لوگوں کو سنیں گے تو غور کریں گے کہ آخر میرے اندر کیا کمزوریاں ہیں کیا کوتاہیاں ہیں پھر ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معلوم کر کے آپ ان کو دور کرنے کی فکر کریں گے۔ حاصل یہ

ہے کہ اس میں نیک لوگوں کی صحبت بھی میسر، دوستی بھی میسر، دشمنوں سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کا بھی موقعہ۔

تبلیغ اور اصلاح

اور مقصود اصلی یہ ہے کہ پہلے خود ہمارا ہی دین درست ہو یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ابتداء خود اپنے ہی سے کرنی پڑتی ہے، ضروری ہے کہ آدمی پہلے خود صالح بنے، پھر دوسرا مقام یہ ہے کہ دوسروں کو صالح بنائے، ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرے گا تو صالح بنے گا۔ دوسروں کو عمل کی دعوت دے گا تو مصلح بنے گا۔

اعتراضات اور ان کا اصولی جواب

رہ گئے تبلیغی جماعت پر اعتراضات، تو لوگ کرتے رہتے ہیں کون سا ایسا کام اور کون سی ایسی جماعت ہے جس پر اعتراضات نہیں ہوتے، آپ اعتراضات کو چھوڑ دیجئے اور کام کرتے جائیے۔ مثال کے طور پر لوگ ایک اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے صرف فضائل بیان کرتے ہیں مسائل بیان نہیں کرتے۔ اور دین درست ہوتا ہے مسائل سے، فضائل سننے کے بعد دل میں امنگ تو پیدا ہو جاتی ہے مگر جب آگے مسئلہ نہیں معلوم ہوگا تو ممکن ہے کہ لوگ امنگ اور جذبات کی رو میں بہہ کر من گھڑت عمل شروع کر دیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ بدعت میں مبتلا ہوں گے۔

لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرز عمل سے لوگ بدعت کے اندر مبتلا ہوتے چلے جائیں گے۔ اولا تو محض احتمال اور امکان کی بات ہے، دیکھنا یہ ہے کہ واقعہ کیا ہے

چالیس برس کے اندر کتنے لوگ بدعت میں مبتلاء ہوئے؟ رہا مسائل کا نہ چھیڑنا، اس کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ ہم پہلے فضائل بیان کر کے جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بعد میں مسائل چلائیں گے، تو یہ بھی غلط ہے کیوں کہ چالیس سال سے تبلیغ چل رہی ہے کیا آج تک جذبہ ہی پیدا نہیں ہوا؟ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ تبلیغ والے فضائل ہی تو بیان کرتے ہیں مسائل سے انکار تو نہیں کرتے کیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ کسی سے نہ پوچھو، ہرگز وہ ایسا نہیں کہتے۔

دوسرے یہ کہ کام کرنے کے مختلف میدان اور مختلف لائنیں ہوتی ہیں، کوئی درس وتدریس کی لائن اختیار کرتا ہے، کوئی وعظ وتبلیغ کی، تو کوئی سیاست وحکمت کی، ان حضرات نے بھی ایک لائن اختیار کر لی ہے، فضائل بیان کرتے ہیں لوگوں کے اندر دینی جذبہ اور امنگ پیدا کرتے ہیں، اب ساری لائن وہی اختیار کر لیں، یہ نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی ممکن۔ جب آپ کسی کام کو شروع کرتے ہیں تو آپ کام کرنے سے پہلے کچھ مقاصد اور اصول مقرر کرتے ہیں اور اپنی لائن متعین کرتے ہیں، اس میں آپ سب چیزوں کو داخل نہیں کرتے، پھر اس میں آپ سب چیزوں کو کیوں شامل کرنا چاہتے ہیں؟ بہر حال جب کوئی اعتراض کرے تو اسے سن لینا چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے عمل ہی سب اعتراضات کا جواب ہے۔

مقصد تبلیغ

بس تبلیغ والوں کا حاصل یہ کہ لوگوں کے اندر دین کا جذبہ اور دینی امنگ پیدا کر دی جائے، اب اس امنگ سے آدمی دین کی جس لائن میں بھی کام لینا چاہے لے سکتا ہے، نیز دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جب کسی چیز کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی اس امنگ کو صحیح

طریقے سے پورا کرنے کی جدوجہد اور سعی کرتا ہے۔ اگر آپ کے اندر صحیح امنگ پیدا ہوگئی ہے اور آپ کو مسائل کی طلب ہے تو علماء سے ملئے، مدرسے میں جایئے، اور مسائل معلوم کیجیے باقی کام میں نہ لگنا اور اعتراضات کا کرنا یہ حیلہ کرنے والوں کا کام ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ ہر جماعت کا ایک نصب العین اور طریقہ کار ہوتا ہے آپ کا اس پر دوسری چیزوں کو لادنا کہ فلاں چیز کو بھی شامل کر لیجیے کسی طرح مناسب نہ ہوگا، جب اس جماعت نے اپنا ایک موضوع متعین کر لیا تو آپ کو چاہئے کہ آپ اسے اس پر کاربند رہنے دیں۔

بہر حال تبلیغ سے نفع اظہر من الشمس ہے کہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں دین کی طلب اور امنگ پیدا ہوئی اور اسی امنگ اور طلب کی وجہ سے کتنی بدعات ختم ہوئیں ورنہ لاکھوں آدمیوں کا محض اللہ کے دین کی خاطر اپنا پیسہ خرچ کر کے سفر کرنا، اپنا کھانا، اپنا پینا، پہلے یہ جذبہ کہاں تھا؟ تو اس سے جو نفع پہنچا اس کو تو آپ بیان نہ کریں اور جو ان کا منصوبہ نہیں اس کو آپ اعتراض کی بنیاد بنائیں، یہ تو کوئی مناسب بات نہ ہوگی۔

اعتراض کی حقیقت

اعتراضات کا دائرہ بہت وسیع اور آسان ہے، حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ علمی لائنوں میں سب سے زیادہ مشکل کام فتویٰ دینا ہے۔ اس لئے کہ کسی مسئلے کے متعلق فتویٰ دینے کے لئے سینکڑوں جزیات سامنے رکھنی پڑتی ہیں، جب تک تمام جزیات سامنے نہ ہوں۔ فتویٰ دینا مشکل ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دو واقعے اور دو مسئلے بالکل ایک جیسے مگر حکم دونوں کے جدا جدا، حضرت نے فرمایا کہ

بڑے سے بڑے عالم کا مفتی ہونا ضروری نہیں۔ پھر فرمایا کہ: اس سے آسان کام درس دینا ہے، افتاء میں سینکڑوں جزئیات سامنے رکھنی پڑتی ہیں، غور کرنا پڑتا ہے، دماغ پر زور ڈالنا ہوتا ہے اور درس دینے والا ایک عبارت کو دیکھ کر اس کا ماحصل بیان کر دیتا ہے اور فرمایا کہ درس دینے سے بھی آسان کام تقریر کرنا ہے اور وہ بھی عامیانہ اور میں ان تینوں پر ایک جزیہ کا اضافہ کر کے یوں کہتا ہوں کہ ان سب سے آسان ہے اعتراض کرنا، جس پر چاہے اعتراض کر دیجئے، صحابہؓ پر اعتراض، ائمہ مجتہدین پر اعتراض، لطف کی بات یہ ہے کہ اعتراض کرنے والے تھکتے نہیں اور تھکیں بھی تو کیسے، اس لئے کہ اس میں نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ عقل کی، بس ہر بات کے متعلق یہ کہہ دیجئے کہ یہ غلط ہے۔

اور اعتراض کرنے کے لئے علم کی بھی ضرورت نہیں، اعتراض کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں، جن کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہوتی نہ علم کی نہ عمل کی اتنا آسان کام ہے اعتراض کرنا ایسے آسان کام کو ہر کوئی شخص کر سکتا ہے۔ تو بھائی! اگر کچھ لوگ ایسے گئے گزرے اور آسان کام کو اختیار کرتے ہیں، اس سے آپ کا کیا نقصان ہوتا ہے، آپ اپنے کام میں پورے طریقے سے مشغول رہئے، کل میدان قیامت میں اعتراض کرنے والے بھی کھڑے ہوں گے اور کام کرنے والوں کی بھی صفیں لگی ہوں گی، ہر ایک کی محنت کا ثمرہ اس کے سامنے آجائے گا۔

انعام خداوندی

یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور آپ کی قسمت کی بات ہے کہ آپ کے حصے میں کام کرنا آیا اور دوسروں کے نصیب میں اعتراض کرنا۔ اس لئے آپ تو خوش

رہیئے کہ حق تعالیٰ نے آپ لوگوں کو کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اعتراضات سے بچالیا۔ اور رہ گیا اوروں کا اعتراض کرنا، اس کے لئے آپ لوگوں کا عمل خود جواب ہے، مثل مشہور ہے ''ایک چپ سو کو ہرا دیتی ہے''۔ اور چپ سے بڑھ کر عمل ہے اس سے کچھ بھی اشکال قائم نہیں رہے گا۔ بہر حال میں نے عرض کیا کہ اصلاح نفس ضروری ہے اور اصلاح نفس کے طریق کو بھی میں نے بیان کر دیا اور اس کام میں اصلاح نفس کے تقریباً چاروں طریقے موجود ہیں جو جتنی محنت کرے گا اتنی ہی ترقی حاصل کرے گا۔ اس لئے کہ جب آپ عمل کریں گے تو اس پر کام کے ثمرات بھی ضرور مرتب ہوں گے۔

(ملخص خطبات حکیم الاسلام جلد۴)

دعوت وتبلیغ کی اہمیت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ آپ حضرات کے دل میں حق تعالیٰ نے بات ڈالی ہے اور اس چیز کو عام فرمایا ہے، اب دنیا نا آشنا نہیں ہے، کوئی نہیں کہتا کہ یہ تبلیغ کا کام بے کار ہے، اس کو لے کر اٹھئے دنیا پیاسی ہے۔ ان کے دل پیاسے ہیں، ان دلوں کے اندر جا کر اس آب حیات کو ڈالئے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعے سے ان کو سیرابی عطا فرمائیں گے، ان کی دینی زندگی بنے گی، وہ سمجھیں گے کہ ہم کہاں تھے اور کس لئے پیدا ہوئے تھے اور کدھر جا رہے ہیں، اس واسطے یہ حق تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس تبلیغ میں ہر شخص حصہ لے سکتا ہے۔ جو شخص ساری زندگی وقف کر دے کیا کہنے نورٌ علیٰ نور اور جو شخص ساری زندگی نہ دے سکے، تین چلّے،

سات چلّے ، دے سکے وہ بھی کامیاب، جو شخص تھوڑا وقت دے سکے وہ بھی کامیاب، لیکن بھائی جیسی جیسی قربانی ہوگی ویسی ویسی کامیابی ہوگی اور تبلیغ میں جانے والے اپنے آپ کو فراموش نہ کریں، بلکہ یہ سمجھیں کہ فلاں جگہ جا کر دیکھا کہ وہاں کلمہ نماز سے بھی واقف نہیں ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یہ ایسا ہے جیسے کھانا خود کھالے دوسرا بھوکا رہے۔ کیا ہماری غیرت گوارا کرے گی کہ کھانا ہم خود کھائیں اور دوسرا آدمی بھوکا رہے۔ اللہ نے ہم کو وسعت دی ہے غیرت گوارا نہیں کرے گی۔ ایمان کا تقاضہ بھی نہیں ہے۔ آدمی تو آدمی جانور کو بھی کھلانا چاہئے حدیث پاک میں آتا ہے: ایک عورت تھی فاحشہ پچھلی امت کی بات ہے، اس کو پیاس لگی اس نے کنویں میں سے پانی نکالا اس نے دیکھا کہ کتے کا ایک پلہ پڑا ہوا ہے وہ پیاس کی وجہ سے زبان نکال رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس کو بھی اسی طرح سے پیاس لگ رہی ہے جیسے مجھے لگ رہی تھی، چنانچہ اس نے کنویں میں سے پانی نکال کر اس کو پلایا اس زمانے کے نبی کو بتلایا گیا کہ اس عورت کی مغفرت ہوگئی فاحشہ تھی، بدکاری کرتی تھی، لیکن کتے کے بچے کو پانی پلانے سے اس کی مغفرت ہوگئی۔ اس واسطے یوں سمجھتے ہوئے کہ ہمارا ایک بھائی بھوکا پیاسا رہے، اس کو کھانا دینے کی ضرورت ہے، ہماری ذمہ داری ہے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے نکلنے کی ضرورت ہے اور اگر کوئی شخص خلاف اخلاق کو ہی اختیار کرے، بے مروتی سے پیش آئے بات نہ سنے، تو اس پر ناراض نہ ہونا چاہئے بلکہ یہ یوں سوچے، اے اللہ کلمہ تو تیرا یہ حق ہے تبھی تو نے یہ نبی کو عطا فرمایا، اور یہ شخص تیرا محبوب ہے تبھی تو تو نے اسے ایمان کی دولت سے نوازا ہے پھر یہ میری زبان سے نکلا ہوا کلمہ سننے کو تیار نہیں ہوتا، یہ میری زبان کا قصور ہے میری زبان گنہگار ہے میرا دل گنہگار ہے، اسی وجہ سے کلمہ کی حق تاثیر نہیں ہو رہی ہے اس پر، اسی لئے

اپنے گناہوں پر رونے، توبہ کرنے کی ضرورت ہے، جو شخص کلمہ حق کو قبول کر لیتا ہے اس کی تعریف کرنے کی، قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک میں ہوں کہ کتنی مدت سے مجھ پر تبلیغ کی جارہی تھی مگر میں آمادہ نہیں ہو رہا تھا، ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ اس کے سامنے کلمہ کہلوایا، اس کے سامنے پیش کیا اس نے قبول کر لیا کیسی کیسی صلاحیتیں پیدا فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمی کے اندر۔

محترم دوستو! بڑی بڑی صلاحیتیں موجود ہیں، مگر وہی بات ہے کہ شیر کا بچہ بھیڑوں میں پرورش پا رہا ہے اس لئے اس عادت کو ختم کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ آج کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جس دل میں دین کی طلب نہ ہو اس میں دین کی طلب پیدا کرے۔ دین کی طلب پیدا کرنا مقصود ہے، اس واسطے اللہ کی راہ میں نکالے جاتے ہیں کہ دین کی طلب پیدا ہو، دیکھو دین کی طلب پیدا ہو تو خود اہل دین کے پاس جائیں، اہل دین سے دین کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اگر دین کی طلب ہی نہیں تو اہل دین کی طرف جائے گا کون؟ دین کی طلب ہوگی تو مدارس میں آئیں گے، قرآن بھی پڑھیں گے، حدیث بھی پڑھیں گے، تفسیر بھی پڑھیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو عالم بنا دیں گے اسی طرح سے دین کی طلب ہوگی تو بزرگوں کے پاس جائیں گے صحبت حاصل کرنے کے لئے، ان سے نصیحتیں لینے کے لئے اور جب دین کی طلب ہی نہیں تو نصیحتیں حاصل کرنے کے لئے کون جائے گا؟ ان کے پاس اس واسطے یہ طریقہ بہت آسان ہے ہر شخص کے لئے اس میں حصہ لینے کا موقع ہے، یہاں تک کے جو شخص بالکل نکمّا ہو، کچھ نہیں جانتا ہو وہ بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے ایک میواتی سے پوچھا بھائی! تم

لوگ عربی تو بالکل نہیں جانتے، اردو بھی صحیح نہیں آتی تم عرب کے علاقے میں جاتے ہو تو تم وہاں جا کر کیا کام کرتے ہو۔ کہنے لگا مولوی صاحب! آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے کا قتل کر دیا اور چوں کہ یہ پہلی میت تھی پتہ نہیں تھا کہ میت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا ہے، اللہ نے دو کوّے بھیجے ایک کوّے نے دوسرے کوّے کو مار دیا اور پھر پنجوں سے زمین کھود کر اس میں دبا دیا، اس کی سمجھ میں آ گیا کہ مردے کو یوں دبایا جاتا ہے، تو اللہ سمجھانا چاہیں تو کوے کے ذریعے سمجھا دیں، ہمارے ذمہ تھوڑے ہی ہے سمجھانا، ہمارا کام تو یہ ہے کہ بات کہہ دیں اور اللہ سے دعاء کریں کہ میں نے ٹوٹی پھوٹی بات کہہ دی باقی بات تُو سمجھا دے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت کام لیا ان لوگوں سے، ایسے ایسے موقع پر کام لیا جہاں ماحول بالکل الگ ہے زبان الگ ہے طرز وطریقہ سب کا بالکل الگ ہے، لیکن اس کے باوجود کام لیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے، اور سمجھا دیا اور کوئی شخص نہ بھی سمجھے تو کوئی حرج نہیں ان کو تو صرف کوشش کرنا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی وہ خود نہیں سمجھا پاتے تھے جلدی سے، اس لئے حضرت ہارونؑ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی، تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دین کا کام کریں ان کے لئے بات کو سمجھانا آسان ہوگا، وہ صاف صاف بات کہہ سکیں۔ اسی طریقے پر یہاں بھی متکلم جس کو بنایا جاتا ہے وہ متکلم ایسا ہو جو صاف صاف بات کہہ سکے اور سمجھا دے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اثر ڈالنے والے ہیں۔ جو شخص کچھ بولتا ہے اللہ کی مدد سے اس نے بات کہہ دی آواز اس کی زبان سے نکل گئی لیکن اس آواز کو سامعین تک پہنچانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا، بغیر اللہ کے فضل کے سامعین تک آواز نہیں پہونچتی، فہم عطا فرمانے والے اللہ، قلوب

میں باتوں کا ڈالنا یہ بھی تو اللہ کا کام ہے زبان سے صحیح طور پر بات نکالنا یہ بھی تو اللہ کا فضل ہے، سننے والے کے کان میں ڈالنا یہ بھی اللہ کا فضل ہے، اور پھر اس کا مطلب سننے والے کو سمجھا دینا بھی اللہ کا فضل، اس کو سمجھنے کے بعد اس کے دل کے اندر عمل کرنے کا داعیہ پیدا ہونا یہ بھی اللہ کا فضل، ہر کام اللہ کے فضل سے ہوتا ہے، یہ اعضاء، یہ ظاہری چیزیں بہت معمولی چیزیں ہیں لیکن ناقدری ان کی بھی نہ کی جائے، یہ نہ سمجھے کہ یہ بے کار ہیں اللہ نے کوئی چیز بے کار پیدا نہیں کی، ہر چیز کے اندر صلاحیت ہے، ہر چیز کے اندر تاثیر رکھی ہے، قوت دی ہے، وہ قوت اگر معلوم نہ بھی ہو ہمیں تو یہی سمجھنا چاہئے کہ ہم اپنی طاقت سے کچھ نہیں کر سکتے، نکمّے، بے کار ہیں لیکن حق تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو ان نکمّوں ہی سے کام لے لیں، جس شخص کو بولنا نہ آتا ہو اس سے بھی کام لے لے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا الیاسؒ دیوبند تشریف لائے دیوبند میں دار العلوم ایک مدرسہ ہے بہت بڑا مدرسہ ہے، علماء خدا کے فضل و کرم سے اس زمانے میں بھی بہت اعلیٰ درجہ کے تھے، ایک بوڑھے میاں جی سے فرمایا بھئی! تم تقریر کرو، اس بوڑھے آدمی نے اپنی زبان میں کہا حضرت جی میں تقریر کروں ان عالموں کے سامنے کہا ہاں تم تقریر کرو وہ کھڑا ہوا اس نے کہا دیکھو بھئی! ہم پڑھے لکھے نہیں ہم کچھ نہیں جانتے حضرت جی نے فرمایا تقریر کرنے کو، اس واسطے کھڑا ہو گیا۔ ایک زمین دار ہے جس کے یہاں گائے بھینس وغیرہ پلی ہوئی ہیں دودھ بھی ہوتا ہے مکھن بھی ہوتا ہے مکھن کی ایک بڑی مٹکی ہے اور زمین دار کے دو بیٹے ہیں زمین دار نے بڑے بیٹے سے کہا اس مکھن کی مٹکی کو تو اٹھا کے لا اس نے جواب دیا فرصت نہیں اٹھانے کی زمین دار نے کہا ٹھیک ہے اس نے چھوٹے بیٹے سے کہا چلو بیٹے مکھن رکھنے والی مٹکی اٹھا کر لے آؤ، وہ تھی بھاری، اس سے اٹھائی نہیں گئی، ہاتھ میں

سے پھسل کر گر گئی، مکھن سارا خراب ہو گیا، اب بتاؤ زمین دار کس پر خفا ہوگا؟ چھوٹے بیٹے پر یا بڑے بیٹے پر؟ بڑے بیٹے پر ہوگا کہ کرنے کا کام تو اس کا تھا چھوٹا تو کمزور ہے، بس اسی طرح سے دیکھ لو ہم لوگ تو ہیں چھوٹے بچے ان پڑھ، آپ لوگ علماء ہیں بڑے، اور یہ دین کی مٹکی ہے اس کو لے جا کر پھیلانا ہے ساری دنیا میں، آپ حضرات کام کر رہے ہیں، پڑھانے میں لگے ہیں آپ کو فرصت نہیں تو ٹھیک ہے کام کر رہے ہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ غلط بات ہے، ٹھیک ہے کام کر بھی رہے ہیں فرصت نہیں ہے آپ کو، ہمیں کیا ہم لے کر چلے آئے اس دین کی مٹکی کو، ہم سے تو بس مکھن خراب ہی ہوگا، یہ تو مٹکی ٹوٹے گی ہی، اور کیا ہوگا جواب دو، یہ کہہ کر بیٹھ گئے، ان پڑھ آدمی علماء کی مجلس میں کسی طرح سے بات کر کے بیٹھ گئے ان کے مقام کو بھی برقرار رکھا، جو اعلیٰ درجے کے ہیں بڑے ہیں، دین کا کام کر بھی رہے ہیں اور یہ بھی ہم لوگ نا اہل ہیں پر تمہاری ذمہ داری کیا ہے اس واسطے اس کام کو پہلے یوں سمجھنا کہ میرے اندر پہلے صلاحیت پیدا ہو جائے تب کروں گا، یہ غلط ہے اہلیت تو اس طرح سے پیدا ہوگی کہ اہل کے ساتھ میں رہے اور کام کرنے والے کو دیکھتا رہے، سمجھتا رہے، اس سے نصیحت حاصل کرتا رہے، یہ جماعت چلتی ہے اس میں یہی ہوتا ہے ہر بڑا چھوٹوں کو دیتا رہتا ہے ہر چھوٹا بڑوں سے حاصل کرتا رہتا ہے دس باتیں اس نے اس سے حاصل کی، دس باتیں اس نے اس سے حاصل کی، اس طریقے پر چلتا رہتا ہے کام آہستہ آہستہ ایک ایک چیز لوگوں کے جی کے اندر رہے اسے سمجھاتے ہیں۔

نبی کریمؐ دنیا میں تشریف لائے خیر کو پھیلانے کے لئے اور یہ ذمہ داری امت کے سر عائد فرما گئے امت نے اس کام کو کیا انجام دیا سب دنیا پر چھا گئی امت، کوئی ملک ایسا نہیں جہاں حضورؐ کی دعوت نہ پہنچی ہو، روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی موجود نہیں

جہاں اللہ کے پاک رسول ﷺ کا نام جاننے والے موجود نہ ہوں، کچھ لوگ مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے باقی جانتے سب کے سب ہیں، اس کام کے واسطے حضرت مولانا الیاسؒ نے سب سے پہلے میوات کے علاقہ کا انتخاب فرمایا، میوات کا علاقہ دہلی کے قرب وجوار میں دور تک چلا گیا اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کس طرح جہالت تھی عرب کی جاہلیت کو بھی مات کر رکھا تھا میں خود اس علاقے میں گیا ہوں جگہ جگہ جا کر دیکھا کیفیت یہ تھی سروں پر چوٹی رکھی ہوئی تھی گنگا داس اور جمنا داس نام ہیں گھروں میں مورتیاں رکھی ہوئیں ہیں، کہیں کوئی کلمہ جاننے والا نہیں، نماز تو بعد کی چیز اور اس قوم میں ایک دھونس کہلاتی ہے۔ ایک نقارہ ہوتا ہے، ایک بستی میں وہ نقارہ رکھا ہوا تھا۔ اس آواز کو سن کر وہ نقارہ بجایا جاتا تھا پھر وہ اس کی آواز جاتی پانچ کوس تک، غرض اس طریقے سے علاقۂ میوات میں یہ آواز پھیل جاتی تھی، یہ ایک نفیر عام کی صورت تھی جس شخص کے پاس جو اوزار ہوں چاقو، لاٹھی، پھائی چھرا، بلّم لے کر نکل آتے تھے، اور لڑائیاں ہوتی تھیں انگریز نے ہر چند چاہا کہ وہاں امن قائم ہو وہاں کے لوگ انسانیت سیکھیں، اس کے واسطے سخت سے سخت حاکم مقرر کئے، جنہوں نے مجرموں کو سخت سزائیں دیں۔ چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، دوسرے کی عورت کو لے بھاگنا ان کے یہاں کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا، یہ بہت معمولی چیز تھی یہ کیفیت تھی اسی تبلیغی کام کے واسطے حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے ایک بستی کے آدمیوں کو نماز پڑھنا سکھائی ہیں، اس نے نماز پڑھی، دوسرے لوگ جمع ہو گئے، ایک دوسرے کو اشارہ کر کے بلاتے تھے کہ دیکھو اس کو کیا ہو گیا جن بھوت کا اثر ہے، اوندھا سیدھا جو ہو رہا ہے، یہ کیفیت ان لوگوں کی تھی ایک بستی میں جانے سے معلوم ہوا کہ یہ بستی سارے مسلمانوں کی ہے مسلمانوں سے پوچھا بھئی! تم میں اور ان میں کیا فرق ہے؟

کیوں کہ خدا کے پیغام سے، قرآن سے، نماز سے تم بھی ناواقف ہو، زنا، چوری، بدکاری سب تمہارے یہاں بھی ہوتی ہے ان کے یہاں بھی ہوتی ہے، کوئی کام اسلام کا تمہارے اندر نہیں ہے تو تم میں اور ان میں کیا فرق ہے تم مسلمان کہلاتے ہو اور وہ غیر مسلم؟ تو اس نے صاف صاف بتایا کہ ہمارا نکاح قاضی پڑھاتا ہے اور ان کا نکاح پنڈت پڑھاتا ہے اتنا فرق ہے۔

ایک جگہ جانا ہوا وہاں مسجد تو بنی ہوئی تھی پرانے زمانے کی کئی سو برس پہلے کی، مگر اس میں بکریاں بیٹھتی تھیں۔ بکریوں کی مینگنیوں کا ڈھیر تھا۔ کوئی اذان کہنے والا نماز پڑھنے والا نہیں تھا، اس مسجد کو جا کر صاف کیا مینگنیاں نکالیں اذان کہی لوگ اکھٹے ہو گئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے بدگمانی ان میں پیدا ہونی شروع ہوئی، ایک کہتا تھا کہ سرکاری آدمی ہیں، جاسوس ہیں، ایک کہتا تھا فتنہ برپا کرنے کے لئے آئے ہیں تھانہ سے تحقیق کے لئے پولیس آ گئی یہ سب چیزیں ابتداء میں پیش آئیں ان لوگوں میں ایک میاں جی ہوتا تھا کسی کسی گاؤں میں جس کے پاس ایک چھری ہوتی تھی کئی سو سال سے پڑھی ہوئی، ذبح کرنے کا وقت آتا تو میاں جی کے پاس جانور لاتے، میاں جی اس چھری سے ذبح کرتا ہے وہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا نہیں جانتا کیوں کہ اس چھری پر پڑھی ہوئی ہے، اس کے ذریعے سے ذبح کرتا یہ کیفیت تھی غرض عجیب حالات تھے وہاں کے، حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہ نے اس علاقے کو انتخاب کیا ہے اس خدمت کے لئے، ایسے اکھڑ علاقے میں کام کرنے کی داغ بیل ڈالی جہاں علم نہیں، عمل نہیں، اخلاق نہیں، کوئی چیز نہیں۔ ایسے علاقہ میں شروع شروع میں سخت سے سخت دشواریاں بھی ہوئیں۔

ایک گاؤں میں تشریف لے گئے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص چودھری ہے،

اپنے مکان کے سامنے بیٹھتا ہے اگر وہ اس کام کے لئے کھڑا ہوجائے تو سب کھڑے ہوجائیں گے اس کے پاس گئے ،جاکر پاس بیٹھے، وہ سراہنے بیٹھا تھا حضرت مولانا پائینتی بیٹھے اور بیٹھ کر بات کرتے رہے، بات کرتے کرتے اس کی ٹھوڑی کی طرف کو ہاتھ بڑھایا، مانوس کرنے کے لئے ،اسے غصہ آیا دوسری مرتبہ پھر اس طرح سے ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا میری ڈاڑھی پر ہاتھ بڑھاتا ہے تیرے لاٹھی ماروں گا، مولانا نے فوراً پیر پکڑ لئے اس کے، اور فرمایا اب تو نہیں مارو گے اب تو خوش ہوگیا اس طریقہ پر ان لوگوں کو مانوس کیا ہے، وہ لاٹھی مارنے کا ارادہ کرتا ہے حضرت مولانا اس کے پیر پکڑ لیتے ہیں غرض ایسے علاقے میں کام کیا تو آپ حضرات کے یہاں نام پڑ گیا ہے تبلیغ کا، انہوں نے تبلیغ نام نہیں سنا تھا انہوں نے کہا دین سیکھنے کے لئے چلو چوں کہ صدیوں سے وہ لوگ آباد تھے اور کسی زمانے میں ان کے بڑے مسلمان ہوئے تھے اس وجہ سے مسلمان کہلاتے تھے اور کوئی چیز اسلام اور ایمان کی ذرا بھی ان میں نہیں تھی، ان لوگوں کے دلوں میں جذبہ پیدا کیا کہ دین سیکھنے کے واسطے چلو ایک میاں جی ان کے ساتھ ہوگیا اول تو مولانا کے یہاں اپنا جو مدرسہ تھا دہلی نظام الدین میں تعلیم ہوتی تھی تعلیم کی کیا صورت تھی قرآن شریف ناظرہ پورا پڑھا دیتے تھے اور کم سے کم ایک پارہ حفظ کرا دیتے تھے تا کہ خط لکھنے پڑھنے کا کام آجائے اس کے بعد چھوڑ دیا، جاؤ اپنا کام کرو، یہ ان کے ہاں کی تعلیم تھی اور بہت ہی غریب لڑکے ،کوئی لڑکا کانا ہے، کوئی اندھا ہے، کوئی لنگڑا ہے، گھر کے کسی کام کا نہیں، ماں باپ کے اوپر بار ہے، تو حضرت مولانا جاتے تھے کہ اچھا بھئی اسے ہمیں دے دو، اسے لاکر پڑھاتے، دین سکھاتے دیر تک یہ صورت جاری رہی۔ ایک مرتبہ ایک لڑکا آیا ہاتھ میں کڑا پہنے ہوئے، ہندوانہ طریقہ پر دھوتی پہنے ہوئے۔

ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی تعارف کرایا تو معلوم ہوا کہ مولانا کے یہاں کا پڑھا ہوا ہے، کسی زمانہ میں یہاں پڑھ کر گیا تھا اس کو دیکھ کر بہت صدمہ ہوا بہت افسوس ہوا، افوہ! یہاں ان کے اوپر اتنی محنت کی جاتی ہے اور وہاں جا کر ان کا یہ حال ہو جاتا ہے پھر ذہن منتقل ہوا کہ جب تک ماحول نہیں بدلے گا اس وقت تک تعلیم بھی کارآمد نہیں ہونے کی، اس واسطے کہ بچہ یہاں اچھے ماحول میں رہتا ہے تعلیم حاصل کر کے جاتا ہے، وہاں کا ماحول خراب ہے، ماں باپ، بھائی بہن، چچا، ماموں، خالو وغیرہ یہ سب کے سب غلط راستے پر ہیں لہٰذا وہ بھی جا کر ان کے اندر جذب ہو جاتا ہے اس لئے ماحول کی تبدیلی کی ضرورت ہے، ماحول کی تبدیلی کے واسطے دین سیکھنے کے عنوان پر یہ کام شروع کیا، اپنے اپنے جھولے میں چنے لئے اور نکل جاؤ چالیس دن کے لئے، ایک میاں جی ان کے ساتھ ہیں اور جماعت کی جماعت چلی جا رہی ہے چالیس روز کے واسطے، وہ میاں جی پڑھا لکھا ہے کتنا پڑھا لکھا ہے؟ قرآن شریف اس نے پورا پڑھ رکھا ہے اور کچھ تھوڑی سی اردو جانتا ہے نماز جانتا ہے، اور ان لوگوں کو کسی کو کلمہ یاد کرا رہا ہے کسی کو الحمد یاد کرا رہا ہے، کسی کو التحیات یاد کرا رہا ہے، جیسی جیسی جس کی حالت ہوتی ہے وہ یاد کرتا ہے، چالیس روز تک یہ لوگ تبلیغ میں رہے اور اس چالیس روز اندر اندر انہوں کیا کیا؟ وضو کرنا سیکھ لیا، نماز پڑھنا سیکھ لیا، الحمد یاد کر لی، قل ھو اللہ یاد کر لی، درود شریف یاد کر لیا، اس چالیس روز کی مدت میں انہوں نے زنا نہیں کیا، شراب نہیں پی، انہوں نے چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں ڈالا، لڑائی نہیں کی، انہوں نے یہ سیکھا کہ ماں باپ کا ادب کیسے کرتے ہیں بھائی بہن کے کیا کیا حقوق ہیں، مسافروں کے کیا حقوق ہیں، بہت ساری باتیں انہوں نے آہستہ آہستہ سیکھ لیں۔

چالیس روز بعد جب یہ جماعت کے لوگ واپس ہوئے، انہوں نے آ کر

صبر وسکون کے ساتھ زندگی نہیں گذاری، بلکہ اس بات کو سکھایا، دوسروں کو ترغیب دی، اور ہر شخص ان کو دیکھ دیکھ کر یہ سوچتا کہ واقعی یہ تو بہت اچھے ہو کر آئے ہیں، پہلے بری عادتیں تھیں وہ عادتیں اب ان کے اندر نہیں۔

ماں باپ سے پہلے لڑائی کرتے تھے، اب ماں باپ کی خدمت کرتے ہیں، پہلے چاہتے تھے کہ محلّہ والوں کا مال لوٹ لیں اب چاہتے ہیں کہ غریبوں کی مدد کریں، پہلے اس فکر میں رہتے تھے کہ چوری کرلیں اب چوری سے حفاظت کی فکر میں رہتے ہیں، کتنا بڑا تغیر ہوا ان کی زندگی میں، تو دوسری جماعت نکلی، پھر تیسری نکلی، اور پھر کچھ روز بعد یہ پہلی مرتبہ جو نکلے تھے چالیس روز کے لئے یہ بھی دوبارہ نکلے، غرض یہی سلسلہ عام طور پر جاری ہوگیا اور حضرت مولانا نے فرمایا کہ دیکھو جہاں جہاں بزرگ ہیں، علماء ہیں وہاں جاؤ اور ان سے ہرگز مت کہو کہ آپ تبلیغ کے لئے ہمارے ساتھ چلئے ان حضرات نے جو مشاغل اختیار کئے ہیں تزکیہ باطن کے یا تعلیم کے کوئی حدیث پڑھا رہا ہے، کوئی فقہ پڑھا رہا ہے، کوئی تفسیر پڑھا رہا ہے ان حضرات نے پورے دلائل کی روشنی میں اس کا انتخاب کیا ہے ان سے یہ نہ کہو کہ حضرت کام بہت بڑا ہے اور ہم لوگ نااہل ہیں ہمارے اندر صلاحیت نہیں، آپ دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کام کو صحیح طریقہ پر چلائے، ہماری نااہلیت کی وجہ سے کام خراب نہ ہوجائے ہمیں اس کا ڈر رہتا ہے یہ دعا ان سے کراؤ، اور پھر اس کا اتنا رواج ہوا کہ ان لوگوں کے لئے مشکل نہیں چلّے کے لئے نکلنا، یہاں تو بہت دیر ہوتی ہے تشکیل کرنے میں، نام لکھایا جاتا ہے بار بار کہا جاتا ہے کوئی صاحب اٹھتے ہیں تھوڑی سی ہمت کرکے، کوئی جھنجھلا کر کوئی کسی طریقے سے، مگر ان کے لئے نکلنا بہت آسان، فوراً نکل جاتے پھر ان لوگوں کے درمیان میں کیا انقلاب ہوا، اتنا بڑا فرق ہوا کہ ایک شخص نے چوری

کی ،تھانیدار نے اس کو پکڑا، پکڑ کر جیل میں ڈالا پوچھا کہ تو تبلیغی جماعت میں جاتا ہے،اس نے کہانہیں، میں نہیں جایا کرتا اس کی پٹائی کی، پٹائی کر کے اس شرط پر چھوڑا کہ تو تبلیغ میں جا کر چلّہ دے ۔تھانیدار غیر مسلم تھا وہ جانتا تھا کہ تبلیغی جماعت میں جاتے ہیں چوری ان کی چھوٹ جاتی ہے، بداخلاقی چھوٹ جاتی ہے،ان کے اندر بڑا تغیر پیدا ہو جاتا ہے کتنے تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ غیر مسلم اس سے اتنا اثر لیتے ہیں ،اور مسلمان اس کی طرف متوجہ ہوں تو کتنا بڑا فائدہ ہوگا۔ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دو آدمی، دونوں کے دونوں تبلیغ میں جانے والے ان کے درمیان لڑائی ہوگئی شیطان تو ہر جگہ لگا ہوا ہے یہ تھوڑا ہی ہے کہ تبلیغ والوں کو چھوڑ دے گا۔ بالکل نہیں وہ کسی وقت نہیں بخشے گا وہ تو مرتے وقت تک ساتھ رہے گا ، اس واسطے لڑائی ہوئی ،ایک نے دوسرے کے گھونسا مارا منھ پر جس سے اس کا دانت ٹوٹ گیا بس دانت ٹوٹتے ہی اس گھونسا مارنے والے کو خیال ہوا افسوس میں تو تبلیغ میں چلّہ دے چکا جماعت میں گیا تھا بڑی خطا ہوئی میرے سے، اب بڑا پریشان ہوا آیا اپنے میاں جی کے پاس میاں جی لڑائی میں دانت ٹوٹ گیا میرے ہاتھ سے دوسرے کا، بتلاؤ اس کی کیا سزا ہے قرآن میں دیکھ کے بتاؤ میاں جی نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اس میں پڑھا **السن بالسن** دانت کا بدلہ دانت کہا بہت اچھا لیٹ گیا اور جس کا دانت ٹوٹا تھا اس سے کہا لے بھئی تو بھی توڑ لے میرے دانت جس طرح ہو سکے توڑ لے میری طرف سے اجازت ہے، وہ آیا اس سے نہیں ٹوٹا وہ سینے پر بیٹھے بیٹھے پوچھتا ہے میاں جی معاف کرنا کیسا ہے؟ میاں جی نے کہا قرآن پاک میں آیا ہے **وان تعفو اقرب للتقویٰ وان تعفو اخیر الکم**۔میاں جی نے کہا معاف کرنا اعلیٰ بات ہے اس نے کہا میں نے معاف کر دیا تو یہ انقلاب ہوا۔طبائع میں انقلاب ہونا معمولی بات

نہیں، بہت بڑی چیز ہے، جن لوگوں کی زندگی اس طرح سے گزری وہ لوگ یہاں تک پہنچ جائیں یہ معمولی بات نہیں، اگر غلطی سے کسی وقت جذبہ، یا کسی وقتی داعیہ سے یہ غلطی سرزد ہوگئی اور دانت ٹوٹ گیا تو فوراً انتقام دینے کو تیار، اور جو کچھ وہ فیصلہ کردے اس کے واسطے آمادہ، اس لئے میرے محترم دوستو اور بزرگو! ضرورت ہے کہ ہم لوگ اس کام میں حصہ لیں، اور حصہ لینے کی یہی صورت ہے کہ اس کام کی اہمیت کو دیکھیں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو جب تبلیغ کے واسطے نکلو تو پہلے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ سوچ لو کہ یہ کام اتنا اہم اور عظیم الشان ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کام کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے یہ کام کیسا ہے معمولی کام نہیں یہ نہیں کہ دو پیسے کا سودا خریدنے کیلئے جارہے ہیں، ایسا کام نہیں، تفریح کیلئے جارہے ہیں، ایسا کام نہیں بلکہ اس کام کی عظمت کو دل میں بٹھاؤ اس کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا ہے، اور انہوں نے بڑی بڑی مشقتیں اٹھائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

(ملخص خطبات محمود جلد دوم)

راہ خدا میں نکلنے والوں کے لئے

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا پیغام

آفتاب نورانی ہے، اس کے اندر نور ہے، وہ اپنے اس نور کے ساتھ چکّر لگاتا ہے تو دنیا میں نور پھیلتا ہے، اگر بجائے نورانی کے وہ خود ظلماتی ہوتا اور اس میں نور کے بجائے ظلمت ہوتی تو وہ دنیا میں ظلمت پھیلنے کا ذریعہ بنتا۔

آپ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر نکل رہے ہیں اور دور قریب کی دنیا میں پھریں گے۔ اگر آپ میں نور ہوگا تو آپ کے ذریعہ نور پھیلے گا، اور اگر آپ کے اندر ظلمت ہوگی تو وہی ظلمت پھیلے گی اس لئے آپ کو کوشش کرنی ہے کہ آپ کے اندر نور ہو اور آپ خود نورانی بنیں۔

کسی انسان کی ذات میں نور نہیں ہے نور والے اعمال سے انسان میں نور آتا ہے اس لئے آپ لوگں کو نور والے اعمال کرنے ہیں تا کہ آپ کے اندر نور آئے اور آپ کے ذریعہ پھیلے اور ظلمت سے اپنے آپ کو بچانا ہے تا کہ آپ ظلمت پھیلنے کا ذریعہ نہ بنیں۔

نور والے اعمال وہ محمدی اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں، ان اعمال کو اتنی کثرت سے اور تسلسل اور یکسوئی کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ ان کے نورانی رنگ، میں رنگے رہیں۔ وہ نورانی اعمال یہ ہیں:

(۱) اخلاص کے ساتھ ایمان اور یقین حاصل کرنے کی دعوت جو انبیاء علیہم السلام کی خاص میراث اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی ہے۔

(۲) نماز اور جملہ عبادات جس میں ذکر تلاوت، دعاء واستغفار سب شامل ہیں۔

(۳) علم میں مشغولیت، خاص کر وہ علم جس میں انسانوں کے اعمال وافعال کے آخرت میں ظاہر ہونے والے نتائج کا بیان ہو، یعنی ترغیب وترہیب۔

(۴) اچھے اخلاق جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے اور جن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی، جس کا خلاصہ اور حاصل ہے اللہ کی رضا کے لئے مخلوق کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ۔

یہ ہیں وہ نورانی اعمال جن کے مسلسل اور کثرت سے کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے، اور زندگی نورانی بنتی ہے، آپ کو انہی اعمال میں مشغول رہتے ہوئے پھرنا ہے۔

یاد رکھئے! آپ صرف اپنے گھر، اپنے گھر والوں، اور اپنے خاص ماحول کو چھوڑ کر جارہے ہیں، نفس اور شیطان کو چھوڑ کر نہیں جارہے ہیں، یہ دونوں دشمن ہر قدم پر اور دن رات آپ کے ساتھ رہیں گے، آپ کی بری عادتیں بھی آپ کے ساتھ جارہی ہیں، یہ سب آپ کو ان اعمال کی طرف کھینچیں گی جن سے آپ میں ظلمت آئے اور آپ خدا سے دور اور اس کی رضا سے محروم ہوں، آپ ان دشمنوں کے شر سے صرف اس طرح بچ سکتے ہیں کہ اس بات کا پورا اہتمام کریں کہ سونے کے چھ سات گھنٹے کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات میں اپنے آپ کو ان نورانی اعمال میں مشغول رکھیں، یا آپ ایمان کی یا ایمان والے کی دعوت دیتے ہوں، یا نماز یا ذکر وتلاوت وغیرہ کسی عبادت میں مشغول ہوں، یا تعلیم وتعلّم میں لگے ہوں، یا کوئی خدمت والا کام انجام دے رہے ہوں۔ نفس اور شیطان کے شر سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ آپ کا وقت ان کاموں سے فارغ اور خالی نہ ہوں۔

سوچئے تو کس قدر لرزا دینے والی ہے یہ حدیث، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت فرماتے تو کبھی کبھی ان کی چیخیں نکل جاتیں اور ان پر بیہوشی کا دورہ پڑ جاتا تھا۔

اور ایک دفعہ جب کسی تابعی نے یہی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے سن کر حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے نقل کی تو حضرت امیر معاویہؓ اتنے روئے کہ لوگوں کو ان کی جان کا خطرہ ہوگیا۔ بہت دیر کے بعد ان کی حالت ٹھیک ہوئی، اور انہوں نے فرمایا: **صدق اللہ ورسولہ من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھانوف الیھم اعمالھم فیھاوھم فیھا لایبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الآخرۃالّاالنار وحبط ماصنعوافیھاوباطل ماکانوایعملون۔**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے اللہ کی طرف سے بالکل صحیح پہنچایا ہے کہ ”جو کوئی اپنے اعمال سے دنیا اور دنیا کی زیب وزینت چاہے گا، اس کو اس کے اعمال کا پورا نتیجہ دنیا میں ہم دے دیں گے اور ان کے لئے اس میں بالکل کمی نہیں کی جائے گی ان لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے دوزخ کی آگ کے اور کچھ نہ ہوگا، اور جو عمل انہوں نے کئے تھے وہ ضائع جائیں گے اور بے کار ولا حاصل ہوں گے ان کے اعمال۔“

بہر حال نورانی اعمال پیدا کرنے کا ذریعہ اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جب کہ وہ خالصاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور آخرت کے لئے کئے جائیں، اس لئے آپ کو ایک طرف تو اپنے تمام اوقات انہی اعمال میں مشغول رکھنے ہیں اور دوسری طرف اس کا بھی اہتمام کرنا ہے کہ نیت صحیح رہے، جب شیطان کسی بندے کو اچھے عمل سے ہٹا نہیں سکتا تو اس کی نیت فساد ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

اللہ والے عمل اگر غیر اللہ کے لئے کئے جائیں تو ان میں اللہ والی نسبت نہیں رہتی۔ اور اگر اللہ کی رضا کے لئے وہ اعمال کئے جائیں جو درحقیقت رضا والے اعمال نہیں ہیں تو ان میں اللہ کی نسبت نہیں آتی اور وہ رضائے الٰہی کا وسیلہ نہیں بنتے اس لئے دونوں کوششیں ضروری ہیں۔

(۱) ایک اللہ کی رضا والے اعمال میں مشغولیت، ہمہ دم ایسی مشغولیت کہ ان کا رنگ چڑھ جائے۔

(۲) اور نیت کی صحت کا اہتمام، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، ساری کامیابی بس اللہ کی رضا میں ہے اور اس کی ناراضی میں تمام ناکامی اور نامرادی ہے۔

میں بتا چکا ہوں کہ اس نکلنے کے زمانہ میں بس چار کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے۔ سب سے پہلی چیز ہے ایمان و یقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت، اس دعوت کیلئے عمومی گشت ہوں گے، خصوصی گشت ہوں گے، جن کے اصول و آداب گشت کیلئے نکلتے وقت بتلائے جائیں گے۔ ان کو دھیان سے سنا جائے، پھر جب آپ دعوت کیلئے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کرے گا۔ اسلئے سب سے پہلے دعاء کرنی چاہئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ شیطان و نفس کے شر سے بچائے اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے۔ پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر اور اس کی صفات عالیہ پر نظر رہے، نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے۔

جس طرح جب کسی مریض کو کسی اسپتال میں لے کر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی اسپتال کی عالی شان عمارتوں کو اور وہاں کے نقشوں کو دلچسپی سے نہیں

دیکھتے، بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے۔

خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب آپ جن سے ملنے گئے ہیں، اس وقت توجہ سے بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مناسب طریقہ سے جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ آنا چاہئے، اور ان کے لئے دعاء کرنی چاہئے، اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پھر پوری بات ان کے سامنے رکھنی چاہئے اور وقت فارغ کرنے کے لئے بھی کہنا چاہئے۔

خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعاء کی درخواست کی جائے، اور ان کی توجہ دیکھی جائے اور تشکیل کی کوشش کی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے، عمومی گشت کر کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے اور ان کے سامنے ایمان و یقین، نماز، ذکر اللہ، علم دین، اخلاق اور دینی جدوجہد کی بات رکھی جائے اور تشکیل کی کوشش کی جائے، پھر تشکیل کر کے مطمئن نہ ہو جائیں بلکہ جن لوگوں نے وعدے کئے ہیں اور نام لکھوائے ہیں ان کو اللہ کے راستے میں نکال دینے کی وعدوں کو عمل میں لے آنے کی پوری کوشش کریں اور اپنے امکان بھر اس کا انتظام کریں کہ ان کا وقت اچھی طرح گزرے۔

جو لوگ اس وقت نکلنے کا فیصلہ نہ کر سکیں، ان کو مقامی گشت، مقامی اجتماع، تعلیم، نماز، ذکر کی پابندی پر آمادہ کیا جائے اور ان کاموں کا نظام بنا دیا جائے۔

جب دعوت کے سلسلہ کی یہ ساری محنت کر چکیں، تو اس کسان کی طرح جو زمین میں بیج بکھیر دیتا ہے اور پھر اللہ سے لو لگاتا ہے پورے الحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں، وہی مقلب القلوب ہے، وہی جس کو چاہے ایمان اور ایمان والے اعمال دیتا ہے اور جس کے لئے نہیں چاہتا اس کو محروم رکھتا ہے۔

دعوت کے بعد دوسرا کام تعلیم کا ہے، جب تعلیم کے لئے بیٹھیں تو ادب سے بیٹھیں، دل رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو، فضائل مذاکرہ ہو، حضور ﷺ کی تعلیم فرمائی ہوئی دعائیں یاد کی جائیں۔

جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت نہ ہو، اس میں نوافل پڑھی جائیں، یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا ذکر و تسبیح میں مشغول کیا جائے، یا اللہ کے کسی بندہ کی خدمت کی جائے۔

جس طرح نماز میں آدمی قیام میں ہوتا ہے یا رکوع میں یا سجدہ میں یا قعدہ میں، اسی طرح اللہ کے راستے میں نکلنے کے بعد آدمی یا دعوت میں لگا ہو، یا تعلیم اور تعلم میں، یا ذکر و عبادت میں، یا اللہ کے کسی مخلوق کی خدمت میں۔ یہ چار کام اس پورے زمانہ میں بطور اصل مقصد کے کئے جائیں گے اور اتنے کئے جائیں گے کہ یہی عادت و مزاج بن جائے یہ اجتماعی بھی کئے جائیں گے اور انفرادی بھی۔ اجتماعی سے مطلب وہ ہے جو جماعتی نظام کے تحت ہو جیسے خصوصی گشت اور عمومی گشت میں دعوت اور جماعت کی تعلیم کے وقت میں تعلیم اور جماعت کے ساتھ فرض نمازیں اور ان کے آگے پیچھے کی سنتیں اور جماعتی تقسیم کار کے کھانے وغیرہ کے انظامات کی دوڑ دھوپ، یہ سب اعمال اجتماعی ہیں۔ انفرادی دعوت، انفرادی تعلیم، انفرادی عبادت، انفرادی خدمت وہ ہوگی جو جماعتی پروگرام کے علاوہ کوئی شخص اپنے اس خالی وقت میں کرے جس میں کوئی اجتماعی کام نہیں ہے، مثلاً دوپہر کے کھانے کے بعد ظہر تک کوئی جماعتی کام دعوت یا تعلیم وغیرہ نہیں ہے، ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اس میں آرام کرے۔

اب اگر کوئی اللہ کا بندہ اپنے اس وقت میں آرام کرنے کے بجائے کسی شخص کے پاس جا کر دعوت ایمان کی باتیں کرے یا کسی اللہ کے بندہ کو کوئی دعاء یاد کرائے،

یا اس کی نماز صحیح کرائے یا مسجد کے کسی کونے میں کھڑے ہو کر نوافل پڑھنے لگے یا کسی ساتھی کی کوئی خدمت کرنے لگے تو یہ سب صورتیں انفرادی عمل کی ہوں گی۔

بہر حال اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانے میں یہ چار کام اصل مقصد کے طور پر کئے جائیں اور حاجات بشری کے علاوہ اپنے کل اوقات انہی کاموں میں مشغول رکھے جائیں، اس لئے کہ ان کے ذریعہ زندگی میں نور آئے گا اور پھر انشاء اللہ وہ نور متعدی ہوگا اور پھیلے گا، ان چار کاموں کے علاوہ چار ہی کام ناگزیر ضرورت پر کئے جائیں گے اور صرف بقدر ضرورت ہی کئے جائیں گے۔ وہ چار یہ ہیں:

۱) کھانا، پینا۔ ۲) قضائے حاجت۔ ۳) سونا۔ ۴) باہم بات چیت کرنا۔

یہ ناگزیر ضرورتیں ہیں، ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو۔ سونے کے لئے دن رات میں صرف چھ گھنٹے کافی ہیں۔

☆☆☆

چار باتیں جن سے پورے اہتمام سے بچا جائے

(۱) کسی سے سوال نہ کیا جائے بلکہ کسی کے سامنے اپنی ضروریات ظاہر بھی نہ کی جائے یہ بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے۔

(۲) اشراف سے بھی بچا جائے، اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کرے لیکن دل میں کسی بندے سے کچھ حاصل کرنے کی توقع ہو، گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو۔

(۳) اسراف سے بچا جائے، اسراف یعنی فضول خرچی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانے میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت برے ہوتے ہیں اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی۔

(۴) بغیر اجازت کسی ساتھی کی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے، بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی ایذاء پہنچتی ہے، شرعاً یہ قطعاً حرام ہے، ہاں اجازت لے کر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

بس یہ ہیں ضروری ضروری باتیں جن کی پابندی اس راستہ میں نکلنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ آپ لوگوں کے چوبیس گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گزرنا چاہئیں، ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں پھریں اور اپنے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور عام انسانوں کے لئے اللہ سے ہدایت مانگئے، بس یہی آپ کا عمل اور وظیفہ ہے، اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔

(ماخوذ تذکرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ص:۱۷۵)

تبلیغی جماعت اور علمائے کرام

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے ایک بار فرمایا کہ ''ایک عامی مسلمان کی طرف سے بدگمانی بھی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے''

فرمایا: ہمارے طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہیں، ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنی چاہیے اور علماء کا بوجہ علم کے بہت احترام کرنا چاہیے''

ایک موقع پر فرمایا: ہمارے ساتھی جہاں بھی جاویں، وہاں کے حقانی علماء وصلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں'' ایک صاحب کو تحریر فرمایا: علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پاسکتا ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ وہ تبلیغی ساتھی جو علمائے کرام کی مساعی کو (بعض اس وجہ سے کہ وہ تبلیغی کام میں لگے ہوئے نہیں) قدر ومنزلت کی نظر سے نہیں دیکھتے، وہ ناپختہ کاری کی وجہ سے دعوت کے مزاج سے ناآشنا ہیں یا بقول حضرت شیخ الحدیثؒ دراصل وہ دعوت کے کام میں لگنے سے پہلے علمائے کرام سے بیزار تھے اور اس کام میں لگنے کے بعد بھی ان کی خو نہ بدلی، گویا طالب علم چور نہیں ہوتے، بلکہ بعض چور طالب علمی کرنے لگتے ہیں''۔)

آج کا ایک سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ جو ارباب علم ہیں، وہ صرف علم اور تعلیم پر قناعت کر کے بیٹھ گئے ہیں اور جو ارباب عمل اور ارباب دعوت ہیں، وہ اپنے آپ کو علم اور علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں، علماء کو میدان عمل میں آنے کی ضرورت ہے اور ارباب عمل کو علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی ساتھ قدم قدم پر اخلاص کی

ضرورت ہے۔ جب علم، عمل اور اخلاص تینوں باتیں جمع ہوجائیں گی تو اس کے بہترین نتائج و برکات ظاہر ہوں گے، مزید براں سراپا اخلاص بن کر بھی حق تعالیٰ کی توفیق و فضل کی ضرورت ہے، افسوس کہ مادیت کے اس دردناک دور میں تمام دینی اقدار ختم ہوگئیں اور یہ سارے دینی کلمات صرف بے معنیٰ الفاظ رہ گئے، مسلمانوں کے معاشرے میں اتنا شدید انقلاب آگیا کہ تمام دینی اصطلاحیں مسلمانوں کی زندگی میں بے حقیقت الفاظ بن کر رہ گئیں۔ اگر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور دور اول کے مسلمان زندہ ہوکر ہمارے دور حاضر کے نام لیوا مسلمانوں کی زندگی دیکھ لیں تو کیا فرمائیں گے؟ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے صحیح اسلام پر قائم رکھے اور صحیح مسلمانوں کے خدوخال کی حفاظت فرمائے اور تقویٰ وطہارت کی حیات طیبہ نصیب فرما کر فوز وفلاح کے مدارج عالیہ سے نوازے۔

آمین بحرمة النبی الامین علیه صلوٰت الله وسلامه الی یوم الدین.

عالمگیر فتنوں کے مقابلے کے لئے تبلیغی جماعت کا وجود

ایک دفعہ مکی مسجد (تبلیغی مرکز، کراچی) جانا ہوا، میں کبھی وہاں چلا جاتا ہوں، وہاں تبلیغی حضرات نے مجھے پکڑ لیا اور کچھ بیان کرنے کی دعوت دی، میں نے سوچا کیا بیان کروں، بولنا مجھے آتا نہیں، خیر میں ان حضرات کے اصرار پر بیٹھ گیا، الحمدللہ رب العالمین، کی آیت پڑھی، بس پھر کیا تھا، قرآن کی برکت سے سینہ کھل گیا، عجیب وغریب مضامین ذہن میں آئے، کوئی ڈیڑھ، دو گھنٹہ بیان ہوا، تفصیل تو مجھے اب یاد نہیں آرہی، کچھ مضمون یاد ہے، وہی اس موقع پر عرض کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا اللہ جل جلالہ عالمین کا رب ہے، اس کے ربوبیت کے کرشمے ظاہر ہیں، لیکن اتنے عجیب و

غریب کہ عقل حیران ہے، جسمانی ربوبیت کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں، صرف روحانی ربوبیت کو دیکھئے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، علماء امت کی مساعی، اول تو ناکافی ہیں پھر جتنی کچھ ہیں وہ بھی کامیاب نہیں، اور نئی نسل کی تباہی اور گمراہی کے لئے بیسیوں فتنے موجود ہیں، تھیٹر، سینما، وغیرہ وغیرہ اخلاق کی قربان گاہ تھے ہی، اب تو بے دینی کے انتہائی غلبہ اور تسلط کی وجہ سے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا جو حال ہے وہ آپ کو معلوم ہے، اخبارات میں روزانہ اس کی خبریں آپ پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ وہ ممالک جو فحاشی اور بے حیائی کے مرکز ہیں، امریکہ، برطانیہ، وغیرہ ان ممالک سے مواصلات اور رسل ورسائل کی آسانی کی وجہ سے فتنوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا مظہر، تبلیغی جماعت

ان حضرات کی برکت سے پوری بات ذہن میں آ گئی، میں ان تبلیغی حضرات کے اخلاص کا بڑا معتقد ہوں، اب بھی بعض مخلصین کی وجہ سے بول رہا ہوں، ورنہ مجھے بیان کرنا نہیں آتا، تو دل میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا کرشمہ یوں ظاہر ہوا کہ ان عالمگیر فتنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کا یہ نظام جاری فرمادیا، یہ وہ نظام ہے جو عالمگیریت چاہتا ہے۔ اس میں عالم بھی کھپ جاتا ہے، اور ان پڑھ بھی، امیر اور غریب بھی، تاجر بھی اور صناع بھی کالا بھی، گورا بھی، مشرقی بھی اور مغربی بھی، اگر اس زمانہ میں یہ تبلیغی نظام جاری نہ ہوتا تو گویا اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا کمال ظاہر نہ ہوتا۔

کیا ہمارے دینی مراکز کافی ہیں

ورنہ ہمارے مدارس، تعلیمی ادارے، اسکول اور کالج جتنے آدمی تیار کرتے ہیں وہ تو اس عالمگیر سیلاب کے لئے کافی نہیں تھے، یہ تبلیغ والے ایک گشت کرتے ہیں، سیلاب کے طریقے سے آتے ہیں اور دو، چار، پانچ، دس، آدمیوں کی ہدایت کا سامان بن جاتے ہیں، کہیں کسی کو امریکہ سے پکڑ لاتے ہیں، کہیں لندن سے، مصر کے صدر ناصر نے پانچ ہزار مبلّغ (تبلیغ کرنے والے افراد) بھیجے اور سالانہ کروڑوں روپیہ ان پر صرف ہوتا ہے، لیکن ان سے پوچھئے کہ کتنے لوگوں کو صحیح مسلمان بنایا؟ ادھر تبلیغی نظام کی برکات آپ کے سامنے ہیں کہ ہزاروں، لاکھوں بندگان خدا کی ہدایت کا ذریعہ بن گیا تو اللہ نے تبلیغی جماعت کا جو نظام جاری فرمایا ہے، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی روحانی ربوبیت کا ایک کرشمہ ہے، جو اللہ پاک نے اس امت کے اندر ظاہر فرمایا ہے، تاکہ اللہ کی حجت پوری ہو جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ میرے پاس فرصت نہ تھی، اللہ نے یہ نظام ہی ایسا جاری فرمایا ہے کہ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس میں کھپ سکتا ہے، اس نظام کے ذریعے اللہ نے یہ سبق دیا کہ تمہارے ذمے اس پیغام کا پہنچا دینا ہے، اگر کسی کو "**لا الہ اللہ محمد رسول اللہ**" یاد ہے، وہ یہی دوسرے بھائی کو سکھا دے، کسی کو "**سبحانک اللھم**" یاد ہے وہ سکھا دے، کیوں کہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو یہ بھی یاد نہیں۔

روح کی غذا

تو اللہ رب العالمین کی ربوبیت کا جیسا مادی نظام ہے، ایسا ہی تبلیغی جماعت کا

وجود میرے نزدیک روح کی غذا اور آخرت کی تیاری کے لئے اللہ تعالیٰ کا روحانی نظام ربوبیت ہے۔ یہ ایک ''مختصر متن'' ہے، جس کی شرح پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، اس لئے میں آپ حضرات سے یہی عرض کروں گا کہ آپ اس جماعت سے تعلق رکھیں حق تعالیٰ آپ کو توفیق دے، آپ دنیا کے اندر انقلاب پیدا کردیں گے، فرض شناسی اور دین پر چلنے کی ہمت آپ میں پیدا ہوگی اور اس کی وہ لذت، فرحت اور مسرت آپ کو حاصل ہوگی کہ ؎

لذت ایں بادہ بخدا نشناسی تا نہ چشی

اور سچ پوچھئے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وہ لذت، وہ سرور اور وہ اطمینان قلب رکھا ہوا ہے کہ بے چارے بادشاہوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی، کہ ان بوریہ نشین فقیروں کے پاس سکون قلب کی کتنی بڑی دولت ہے، ان کا حال وہی ہے جو قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے: **وان جھنم لمحیطۃ بالکافرین** ۔ (التوبہ:۴۹) ترجمہ: ''اور بے شک جہنم محیط ہے کافروں کو''۔ آخرت میں تو جہنم ان کو گھیرے ہوئے ہوگی ہی، یہ دنیا بھی ان کے لئے سراپا جہنم بن کر رہ جائے گی۔

آخرت کی جاودانی زندگی کا اصول

تو اللہ جل جلالہ نے تبلیغی جماعت کے ذریعے ہدایت کا سامان پیدا کردیا ہے اور آپ کیلئے اپنی اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کی صورت پیدا کردی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اس پر گامزن ہوں جائیں، تاکہ ہماری زندگی آخرت کیلئے بن جائے اور ہمیں آخرت کی جاودانی زندگی نصیب ہوجائے۔

(بصائر وعبر، جلد اول، مولانا محمد یوسف بنوریؒ)

تبلیغی جماعت کے بارے میں

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے تاثرات

''تبلیغی کام مبارک ہے، پسندیدہ ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ ہماری مسجد اشرف میں الحمدللہ خوب تبلیغی کام ہوتا ہے، ہر ہفتہ گشت بھی ہوتا ہے۔ ابھی ہمارے یہاں تبلیغی جماعت آئی تھی، فجر کے بعد ان کی خاطر سے میں نے بیان کیا تھا۔ میرے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ نے تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں بیان فرمایا، جہاں ساڑھے تین چار لاکھ کا مجمع تھا چوں کہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی حضرت کے ساتھ پڑھے ہوئے ہیں، اس لئے حضرت کو فوراً موقع دیا گیا۔ حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ نے یہ جماعت قائم کی تھی کہ جو بے چارے دین سے دور ہیں انہیں دین سے مانوس کرا کے ان کا رشتہ علماء و مشائخ سے جوڑا جائے تاکہ وہ پورا دین حاصل کرلیں۔

کراچی میں میری مسجد سے جماعتیں جاتی ہیں، ہردوئی میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کی مسجد میں جماعتیں آتی ہیں، خود حضرت بار بار تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکز رائیونڈ بھی گئے اور عالمی مرکز نظام الدین جاتے رہتے ہیں، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ اور حضرتؒ دونوں ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بہت ہی ناداں اور فتنہ پرور ہے وہ شخص جو مجھے تبلیغ کا مخالف سمجھتا ہے بلکہ ہم تو عوام کو اس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ

جس جماعت سے اتنا بڑا عالمی فائدہ ہو رہا ہے اور سرور عالم ﷺ کی امت چمک رہی ہو، اس جماعت کی مخالفت کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں بلکہ ایسے شخص کا خاتمہ خطرہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہے، کیوں کہ اس جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی بہت سی بشارتیں ہیں۔ میں تبلیغی جماعت کے تمام احباب کو کہتا ہوں کہ میں اس جماعت کو بہت مبارک سمجھتا ہوں لیکن اگر نماز میں سجدۂ سہو کا مسئلہ بتاؤں کہ نماز میں دو سجدے واجب ہو گئے ہیں وہ ادا کرو ورنہ نماز دہرانی پڑے گی، تو کیا میں نماز کا منکر ہوں؟ اسی طرح میں تبلیغ کا بھی منکر نہیں ہوں، البتہ مسائل بیان کرتا ہوں کہ یہ غلطیاں ہو رہی ہیں لوگ اس بارے میں احتیاط کریں۔ اگر کسی تبلیغی جماعت والے سے کوئی بے اصولی ہو جائے تو پوری تبلیغی جماعت کو متہم کرنا اور تبلیغ کی مخالفت کرنا کہاں جائز ہے؟۔

تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے

میں سمجھتا ہوں کہ دینی اعتبار سے اجتماعی کام کرنے والی جماعتوں میں اس وقت سارے عالم میں تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے۔ تبلیغ کے اصول بتانا تو واجب ہے لیکن جس بات سے تبلیغ کی حقارت، تبلیغی جماعت کی توہین یا اس کا مذاق اڑانا لازم آئے اس کو میں حرام سمجھتا ہوں۔ اگر ان سے کچھ کوتاہی ہو جائے تو مرکز کو یا علمائے دین کو اطلاع کر دو تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے، لیکن اس طرح کا رویہ اختیار نہ کرو جس سے معلوم ہو کہ یہ غیر ہیں۔ یہ ہمارے ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ

کون تھے؟ ہمارے ہی بزرگوں میں تھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے پہلے خلیفہ تھے، تیس برس خانقاہ میں ان کی خدمت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اتنا بڑا کام لیا کہ آج تبلیغی جماعت سے سارے عالم میں دین پھیل رہا ہے۔

بعض پڑھے لکھے لوگوں کا دل چاہتا ہے کہ ہم جماعتی حیثیت سے کام کریں، ان کو میں تبلیغ میں بھیج دیتا ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ہمارے لئے بہت بڑے فرض کفایہ کا ذریعہ بنا دیا، کیوں کہ بعضوں کا مزاج اتنا تیز ہے کہ وہ خانقاہوں میں آنے کیلئے تیار نہیں، کالجوں میں، فیکٹریوں میں، دکانوں پر سانپ کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں یعنی مال پر فدا ہیں یہ جماعت ان کو لے کر نکل جاتی ہے، اس کی برکت سے بڑے بڑے افسران اور انگریزی داں، نماز، روزہ ادا کرنے لگے اور سنت پر چلنے لگے تو کسی کی ایسی تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں، میں تو حدود بیان کر رہا ہوں کہ ہم ان کی خدمت کے قائل ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں۔

مبارک اور بے مثال جماعت

میں تو یہ کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت بہت ہی مبارک جماعت ہے، دنیا میں اس جماعت کی مثال نہیں ہے، یہ سارے عالم میں کس قدر محنتیں کر رہے ہیں، اللہ ان کی محنت کو قبول فرمائے۔ میرے احباب میں جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں، میں خود انہیں تبلیغ میں جانے کی اجازت دیتا ہوں، جو لوگ تبلیغ میں لگے ہیں، ان میں بہت سے میرے خلیفہ بھی ہیں، میں نے بخل نہیں کیا کہ تبلیغ والوں کو خلافت کیوں دوں؟۔ وہ جب چلّہ لگانے جاتے ہیں تو پوچھ کر جاتے ہیں پھر آ کر مجھ سے ملتے ہیں۔ تبلیغی جماعت سب سے اچھی جماعت ہے اور اس سے امت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے،

اسکول، کالج، یونیورسٹی کے لڑکے نیک بن رہے ہیں۔ اصلاح امت کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔ (علم اور علمائے کرام کی خدمت: مواعظ مولانا حکیم اختر صاحبؒ)

دوسری جگہ احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''میری عمر پچھتر سال سے زیادہ ہوگئی ہے جو بات کہہ رہا ہوں خوب غور سے سن لو! جماعت میں اللہ کیلئے نکلو اور اللہ ہی کیلئے اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو، اپنے کو کچھ سمجھنا اور ناز کرنا کہ میں نے اتنے چلّے لگائے یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ جو بندہ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا وہ اللہ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے اور جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، اللہ کے نزدیک ذلیل ہو جاتا ہے۔ (سفرنامہ لاہور ص: ۳۷ مولانا حکیم اختر صاحبؒ)

چند ہدایات برائے احباب تبلیغی جماعت

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے اپنے ایک تبلیغی دوست کو اصلاح کے لئے مکتوب تحریر فرمایا، جس میں انہیں چند ہدایت فرمائی، جس میں اصلاح کے متعلق ارشاد فرمایا:

(۱) اصلاح امت کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔

(۲) قرآن پاک میں اپنے نفس کے بعد اپنے اہل وعیال کی اصلاح کا اور انہیں دوزخ سے بچانے کا حکم منصوص ہے لہٰذا گھر والوں کا اولین حق ہے کہ ان کی اصلاح کی فکر کی جائے۔ لہٰذا پہلے اپنے گھر والوں کو اس دعوت سے مستفید کیا جائے بعدہ دور دراز کی بستیوں پر توجہ ہونا چاہئے.... (تربیت عاشقان خدا ۲/۳۷)

اپنے خلفاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تبلیغی جماعت پر تنقید و تنقیص نہ کی جائے اور جو حضرات تبلیغی کام سے منسلک ہیں ان کو بھی دین کا خادم سمجھ کر ان کا اکرام کیا جائے''۔ (حیات شیخ زبیرؒ ص: ۱۸۶)

شعبے الگ الگ ہیں مگر فکر سب کی ایک

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ مجلس دعوۃ الحق لیسٹر میں تشریف لائے، وہاں حضرت کا علمائے کرام میں پروگرام ہوا، حضرت نے وعظ ونصیحت کرتے ہوئے علمائے کرام سے ایک سوال پوچھا، فرمایا کہ فرض کرو انڈیا کے کسی گاؤں میں کسی بھاری جسم والے شخص کا انتقال ہوگیا، جون جولائی کی گرمی ہے، قبرستان گاؤں سے کئی کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور جنازہ اٹھانے والے صرف چار آدمی ہیں، یہ چار آدمی جنازے کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جارہے ہیں کہ راستے میں ایک مسافر نظر آیا، اس نے اپنا سامان ایک جانب رکھا اور ان کے ساتھ شریک ہوگیا، حضرت نے یہ بات کہہ کر علمائے کرام سے پوچھا کہ ان چار آدمیوں کو اس پانچویں کے کندھا دینے سے خوشی ہوگی یا تکلیف؟ وہاں بیٹھے سب علمائے کرام نے کہا خوشی ہوگی، حضرت نے فرمایا کہ یہ پانچوں تھوڑے آگے بڑھے تو ان کو ایک مسافر آتا ہوا نظر آیا، اس نے بھی اپنا بستہ ایک طرف رکھ دیا اور ان لوگوں کے ساتھ جنازے کو کندھا دینے میں شریک ہوگیا اب یہ چھ ہوگئے، پہلے پانچ کو اس چھٹے کی شرکت پر خوشی ہوگی یا تکلیف؟ سب نے کہا خوشی ہوگی، یہ چھ تھوڑا اور آگے بڑھے تو کچھ اور لوگ ملے اور جنازے کو کندھا دینے میں پہلے چھ کے ساتھ شریک ہوگئے، ان لوگوں کے شریک ہونے کی وجہ سے پہلے چھ کو تکلیف ہوگی یا خوشی؟ سب نے کہا کہ خوشی، اس پر حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ نے فرمایا کہ اس وقت ہم سب بھی دین کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھا کر چل رہے ہیں، دین کی خدمت کررہے ہیں، دین کی خدمت کی ذمہ داری ہم نے اپنے کندھوں پر لے رکھی ہے، جب یہ بات ہے تو ایک دوسرے

کے کام دیکھ کر خوشی ہونی چاہئے، اس لئے کہ ہم سب ایک ہی مقصد میں شریک ہیں اور ایک دوسرے کے معاون ہیں۔

یہ جتنے شعبے اور جتنے کام ہیں ان سب کی ایک ہی فکر ہے کہ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ختم ہو، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری عام ہو، اللہ تعالیٰ کے بندے بداخلاقی اور برائیوں سے باز آجائیں، اچھے اخلاق والے بن جائیں، جو اللہ تعالیٰ سے دور ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں، اللہ والے بن جائیں، جو بے دین ہیں وہ دیندار ہو جائیں، ہر شعبے میں کام کرنے والوں کی یہی چاہت ہے، اب ظاہر ہے کہ کسی ایک فرد یا ایک ادارے کے لئے پوری امت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے کر چلنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، پوری دنیا کے انسانوں تک دین پہنچ جائے اور وہ سب دین پر آجائیں، یہ انتہائی مشکل کام ہے، ظاہر ہے کہ یہ کام کسی ایک شخص یا ایک جماعت یا انجمن کا نہیں ہے، اس لئے ہر فرد اور ہر جماعت کو دوسروں کی دینی کاوشوں سے خوشی ہونی چاہئے۔

اخلاص کا تھرمامیٹر

حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ اگر کیفیت خوشی کی ہے تو سمجھو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے کام کر رہے ہیں، اگر تکلیف یا تنگی محسوس ہو رہی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ آپ اللہ کے لئے نہیں بلکہ اپنی ذات کے لئے کر رہے ہیں۔

میرے بھائیو! ہم جس کام کو کر رہے ہیں اگر وہی کام اور کوئی ادارہ یا اور کوئی جماعت کرے، مثال کے طور پر کسی مسجد میں کوئی دینی پروگرام ہو رہا ہے اور ہمارے ذہن میں یہ خیال آئے کہ اس مسجد میں یہ پروگرام کیوں ہو رہا ہے؟ تو سمجھ لینا چاہئے

کہ نیت میں گڑبڑ ہے یہ تکلیف اسی لئے ہورہی ہے کہ ہمیں یہ فکر ہے کہ ہماری وحدہ لا شریک لہ کی جوایک حیثیت تھی کہ دین کا کام ہم ہی کررہے ہیں وہ نہیں رہے گی، اب لوگوں کا ذہن دوسروں کی طرف بھی جائے گا کہ یہ لوگ بھی دین کا کام کررہے ہیں، اب صرف ہمارا نام نہیں رہے گا، صرف ہماری مقبولیت نہیں رہے گی، ہم تو یہ چاہتے تھے کہ ہمارا ہی سکہ چلتا رہے کہ دین کا وجود، دین کی حفاظت اور دین کی اشاعت ہم ہی لوگوں کے ذریعے ہورہی ہے، ظاہر ہے کہ یہ شیطانی اور نفسانی خیالات ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔ دین کی خدمت کے کئی شعبے ہیں، تصنیف وتالیف ایک شعبہ ہے، خانقاہ ایک شعبہ، مساجد کا قیام اور انتظام ایک شعبہ ہے، مدرسہ ایک شعبہ ہے، ان کے علاوہ اور بھی شعبے ہیں کچھ لوگ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں اور انہیں اسلام کی تعلیمات سمجھاتے ہیں، یہ بھی دعوت کا کام ہے اور بہت اونچا کام ہے، مروجہ دعوت وتبلیغ بھی دین سے لوگوں کو جوڑنے کا ایک مؤثر طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے قلب پر یہ طریقہ القا فرمایا اور الحمدللہ بہت مقبول ہوا۔ (دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے ص:۳۰-۳۲)

ان سارے کاموں کو اللہ کی نصرت سے محروم کرنے کے لئے شیطان ہمیں آپس میں لڑادیتا ہے، ایک دوسرے کے بارے میں برے خیالات پیدا کرتا ہے شب وروز دینی خدمت کے نتیجہ میں جو جنت یقینی ہوتی جاتی ہے شیطان ہمیں اس سے محروم کرنا چاہتا ہے، اس لئے وہ ہمارے دلوں میں دوسروں کے بارے میں ایک قسم کی نفرت پیدا کرتا ہے حقارت پیدا کرتا ہے، بغض پیدا کرتا ہے اور پھر بدگمانیاں، غیبتیں، تہمتیں شروع ہوجاتی ہیں، جس کے نتیجہ میں ہمارا کیا کرایا سب برباد ہوجاتا ہے۔ میرے بھائیو! شیطان کب چاہتا ہے کہ ہم کامیاب ہوں۔

تبلیغ سے شوق، علماء سے علم، اور مشائخ سے کمال حاصل ہوتا ہے

میرے بھائیو! ان الگ الگ کاموں کو اجنبی مت سمجھو، دعوت، تبلیغ، تعلیم، تزکیہ، یہ سب کام ہمارے ہیں، ان کو جب ساتھ مل کر کریں گے تب جا کر کامل مسلمان وجود میں آئیں گے، دعوت وتبلیغ سے دین پر چلنے کا شوق بڑھے گا، علماء سے علم ملے گا اور مشائخ کی تربیت سے اس علم پر عمل کی توفیق نصیب ہوگی، حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ تبلیغ سے تشویق ہوتی ہے، علماء اور مدارس سے تعلیم ملتی ہے مشائخ اور خانقاہوں سے تکمیل ہوتی ہے۔ (ملفوظات مسیح الامت، ص ۲۹)

مدارس دین کے قلعے ہیں

مدارس اور اہل علم کا یہ احترام اس لئے سکھایا جاتا ہے کہ یہ مدارس حفاظت کے مراکز ہیں اور یہ حضرات حفاظت دین کا کام کر رہے ہیں، اگر دین ہی محفوظ نہ رہے تو آگے اس کی اشاعت اور تبلیغ کیسے ہوگی؟ اس لئے مدرسے کو دین کا قلعہ کہا جاتا ہے، ایک شخص خانقاہ میں اپنے شیخ کے پاس جاتا ہے، عمل کا جذبہ لے کر آتا ہے دعوت وتبلیغ میں چار مہینے لگا کر آتا ہے، عمل کا جذبہ لے کر آتا ہے، حج وعمرہ کے لئے جاتا ہے، عمل کا جذبہ لے کر آتا ہے مگر ایسی جگہیں ہی نہ ہوں جہاں سے پتہ چلے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے تو اس جذبہ کا کیا فائدہ؟ اس جذبے سے تب ہی فائدہ اٹھا سکے گا جب جائز اور ناجائز، اچھا اور برا، صحیح اور غلط، حلال اور حرام، نیکی اور بدی، مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی، سنت، مستحب اور نفل بتانے والے موجود ہوں، امت کے علماء کرام مدرسے کی چہار دیواری میں بیٹھ کر یہی کام کرتے ہیں۔

عمل کا جذبہ بغیر علم کے اور علم بغیر جذبۂ عمل کے بے سود ہیں

اگر علم نہیں ہے تو عمل میں ترقی نہیں ہوگی، مثال کے طور پر ایک شخص میں نماز پڑھنے کا جذبہ بڑھا مگر علم صرف پانچ وقت کی نماز کا ہے تو وہ باقی اوقات میں نماز پڑھ کر فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، لیکن عمل کے اس جذبہ کے ساتھ اگر علم بھی بڑھے گا تو عمل بھی ضرور بڑھے گا، وہ فرض نمازوں کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت، اوّابین اور دوسرے نوافل کا بھی اہتمام کرے گا، میرے بھائیو! عمل کا جذبہ ہے مگر علم نہیں تو جذبہ صرف ابلتا رہے گا اور علم تو ہے مگر جذبہ نہیں تو علم بے سود ہوگا، لیکن عمل کا جذبہ بھی ہے اور علم بھی ہے تو عمل میں خوب ترقی ہوگی۔ (دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے)

علماء سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت اور محنت وکوششوں سے عوام میں دین کی صرف طلب اور قدر ہی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ آگے دین کی تعلیم وتربیت کا کام علماء اور صلحاء کی توجہ فرمائی ہی سے ہوسکتا ہے۔ اس لئے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے۔

(ملفوظات حضرت مولانا الیاسؒ ص: ۱۷۰)

علماء کی خدمت میں استفادہ کی نیت سے جائیں

فرمایا ''ہمارے عام کارکن جہاں بھی جائیں وہاں کے حقانی علماء وصلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں۔ لیکن یہ حاضری صرف استفادہ کی نیت سے ہو۔ (ملفوظات حضرت مولانا الیاسؒ ص: ۳۵)

علماء پر اعتراض سخت چیز ہے

ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے، اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔

پھر فرمایا ''ہمارے طریقۂ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہے، ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنی چاہئے اور علماء کا بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔ (ملفوظات حضرت مولانا الیاسؒ ص:۵۶)

مبلغین، اہل علم وذکر کی صحبت سے مستفید ہوں

علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم وصحبت سے مستفید ہوں۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب :ص:۵۶)

عوام کو علماء سے جوڑنا

فرمایا ''میں جو دیوبند، سہارنپور، جماعتیں بھیجتا ہوں وہ اس لئے نہیں کہ علماء کو تبلیغ کیا جائے، ان کو دعوت دی جائے۔ میں تو اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ آج عوام علماء سے دور ہوتے جارہے ہیں، یہ ان سے قریب ہو جائیں، اس میں ان کا فائدہ ہو''۔ (ملفوظات واقتباسات حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ ص:۱۱۶)

فرمایا کہ: حضور اکرم ﷺ نے کتنی مشکلات اور مصیبتیں جھیل کر امت تیار کی تھی۔ ملکی جذبہ، خاندانی عصبیت جب زندہ ہوتی ہے تو امت ٹوٹ جاتی ہے''۔

فرمایا: یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے۔ اس امت کو بنانے میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں۔

''یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب امت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں ناپسند ہیں''۔

''امت بننے کو توڑنے والی چیزیں معاملات و معاشرت کی خرابیاں ہیں۔ ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا حق اس کو نہیں دیتا ہے یا اس کو تکلیف پہنچاتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور امت بنا ٹوٹتا ہے''۔ (تذکرۂ حضرت جی مولانا یوسف کاندھلویؒ ص:۱۵۳)

''دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ حضورؐ کی امت میں امت بنا آجائے، اس میں یقین و ایمان آجائے، یہ ذکر و تسبیح اور تعلیم والی، خدا کے سامنے جھکنے والی، خدمت کرنے والی، برداشت کرنے والی، دوسروں کا اعزاز و اکرام کرنے والی امت بن جائے''۔ (تذکرۂ حضرت جی مولانا یوسف کاندھلویؒ ص:۱۵۹)

علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے، اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے۔

(تذکرۂ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ص:۹۵)

''بزرگان دین سے بدظن نہ ہوں۔ بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں۔ ان کے پاس جب جائیں تو دھیان میں یہ نہ ہو کہ میں ان کو کچھ دینے جا رہا ہوں بلکہ یہی خیال رہے کہ مجھے کچھ حاصل کرنا ہے''۔

(تذکرۂ حضرت جی مولانا محمد یوسف ص:۶۸)

ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمان صاحب بجنوری نے حضرت جیؒ (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) سے اپنی درسی مصروفیات کی شکایت کی اور عرض کیا کہ

میں پڑھانے سے اس قدر تھک گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کر کے کچھ دن تبلیغ میں لگا دوں تو حضرت جی نے فرمایا ''ہرگز نہیں، تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے، تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے۔ لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالف ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے۔ ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حد یہ ہے کہ ہم خود پڑھاتے ہیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو''۔

(ملفوظات واقتباسات حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ ص:۱۱۳-۱۱۴)

''ایک دفعہ علماء کے تعلیمی حلقے کے ختم پر فرمایا جس میں حضرت مولانا عبدالحق مدنیؒ بھی موجود تھے کہ ''ہم یہ نہیں چاہتے کہ بخاری پڑھانے والوں کو ''التحیات'' یاد کرانے پر لگا دیں، مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ التحیات یاد کرانے کی بخاری پڑھانے والوں کے نزدیک بھی انتہائی اہمیت ہو۔ اس لئے کہ یہ بھی حضورؐ کے علوم میں سے ایک علم ہے۔ اسے غیر اہم سمجھنے والا کہیں کا نہ رہے گا اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ درجہ بھی ماہرین بخاری کی نگرانی میں ہو''۔ (تذکرۂ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ص:۵۳)

☆☆☆